ملفوظات اعلیٰ حضرت پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر ایک جامع کتاب



ملفوظات
اعلیٰ حضرت پر اعتراضات
کا عِلمی و تحقیقی جائزہ

تالیف

فیصل خان رضوی

باھتمام

مقدام العلماء الاغیرین

مناظر اہل سنت حضرت علامہ مولانا ابو حفص

پیر سید مظفر شاہ قادری حفظہ اللہ تعالیٰ

ملفوظات اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ اللہ پر

اعتراضات

کا

علمی و تحقیقی جائزہ

ترتیب و تصویب

محمد فیصل خان رضوی

باہتمام

مقدام العلماء الاغیرین

مناظر اہل سنت حضرت علامہ مولانا ابو حفص پیر سید مظفر شاہ قادری **حفظہ اللہ تعالیٰ**

نام کتاب	ملفوظات پر اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ
ترتیب و تصویب	محمد فیصل خان رضوی
صفحات	237
تاریخ اشاعت	صفر المظفر ۱۴۴۱ھ بمطابق اکتوبر 2019
تعداد	1100
تصحیح	سید وہاج علی

ناشر

فہرس

ملفوظات اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کا علمی وتحقیقی جائزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس حقیر کوشش کو

محدث وفقیہ الامت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت

رحمۃ اللہ علیہ

کے نام انتساب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

جن کے باطنی فیضان کے تصدق سے

بندۂ ناچیز کو دقیق نکات پر اطلاع ہوتی ہے۔

گر قبول افتد زھے عزو شرف

خادم اہلِ سنت و جماعت

فیصل خان رضوی

(راولپنڈی)

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبى بعده

اما بعد

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مجدد اعظم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ بلا شبہ مذکورہ شعر کے مصداق ہیں اللہ جل وعلیٰ نے آپ کو اپنے دین کی تجدید کے لئے منتخب فرمایا تھا اور آپ نے بہ خوبی اس دینی فریضہ کو سرانجام دیا۔

آپ کی ساری زندگی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاس داری میں گزری اور عشق رسول کا بنیادی تقاضہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کا رد کیا جائے تا کہ سادہ لوح عوام دین کا لبادہ اوڑھنے والوں کے دام میں نہ آسکیں۔

"**حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین**" آپ کا وہ عظیم

کارنامہ ہے جس کی بدولت ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگوں کا ایمان محفوظ ہوگیا۔ حسام الحرمین میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیابنہ کے طواغیت اربعہ (قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد سہارنپوری، اشرف علی تھانوی) علیہم ما علیہم کو ان کی گستاخانہ عبارات کی بنا پر کافر قرار دیا اور علماء حرمین شریفین سے ان کے کفر پر تصدیقات حاصل کیں۔

علماء دیوبند نے حق قبول کرنے کے بجائے ضد اور انانیت کا مظاہرہ کیا اور عذر گناہ بدتر از گناہ کی مثل اپنے کفریات کی باطل و فاسد تاویلات پیش کرتے رہے جب انہوں نے اور ان کے وکلا نے یہ محسوس کیا کہ ان کفریات کا دفاع مشکل ہے تو انہوں نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر رکیک حملے کرنا شروع کر دیئے اور حسد و بغض کی وجہ سے لایعنی اور جھوٹے اعتراضات کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات مسمی بہ نام تاریخی "الملفوظ ۱۳۳۸ھ معروف بہ ملفوظات اعلیٰ حضرت" کو بہت نشانہ بنایا گیا ہے۔ الحمد للہ علماء اہل سنت و جماعت کی طرف سے ان سب جھوٹے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا جا رہا ہے۔

زیر نظر کتاب بھی اس سلسلہ کی کڑی ہے۔ جناب فیصل خان رضوی حفظہ اللہ تعالیٰ نے بہت جاں فشانی سے دیابنہ وہابیہ کے اعتراضات کا قلع قمع کیا ہے۔ اللہ کریم ان کی محنت شاقہ کو شرفِ قبولیت بخشے نیز جن اور مصنفین کے مضامین اس کتاب میں

شامل ہیں انہیں بھی اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

آخر میں اس کتاب کی اشاعت میں تعاون کرنے والوں کے لئے دعا نہ کرنا خیانت تصور کرتا ہوں، نیز ان سب حضرات کا بے حد شکر گزار رہوں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ جملہ معاونین کو اس عظیم خدمت کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰس ﷺ

محمد ظفر رضوی عفاعنہ الرحمن

ابتدائیہ

تمام تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ہیں اور لاکھوں کروڑوں درود وسلام نبی کریم ﷺ کی ذات پر۔ استعداد عقل اور ادراک فہم کی وجہ سے ہر دور میں اختلافات موجود رہے تھے مگر اختلاف اس وقت اپنا حسن کھو دیتا ہے جس وقت اس کی بنیاد تعصب اور عناد پر ہو۔ جہاں ایک طرف اختلاف تحقیق کے نئے باب رقم کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے وہاں دوسری جانب تعصب کے سبب یہی اختلاف، فتنہ و فساد کا باعث بنتا ہے اور اس طرح اختلاف رحمت کے بجائے زحمت بن جاتا ہے۔

ہندوستان میں جب فتنہ وہابیہ نے اپنے عقائد کی ترویج شروع کی تو سب سے پہلے خانوادہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نامور عالم شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم اور لائق شاگرد امام المناطقہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوچ کی گرفت کی اور اس فتنے سے آگاہ کر دیا اور آپ کے ہم عصر اور ان کے بعد بھی علماء کرام احقاق حق کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، یہاں تک کہ امام اہل سنت محدث بریلوی امام احمد رضا

خان علیہ رحمۃ الحنان نے نہ صرف عامۃ الناس بلکہ خود باطل عقائد کے موجدین اور قائلین کو دلائل و براہین سے سمجھانے کی کوشش کی اور انہیں مذاکرے اور مناظرے کی دعوت دی، خطوط لکھے اور اتمام حجت تک کوئی فتویٰ صادر نہیں کیا اور متعدد تصانیف لکھ کر لوگوں کو اس فتنے سے آگاہ کیا اور یوں اس فتنے کے رد میں اس وقت کے جید علماء کرام سرگرم رہے۔ یہ فتنہ شاہ اسماعیل دہلوی سے دو سلسلوں میں منتقل ہو گیا۔ ایک سلسلے کے علمبردار غیر مقلد رہے اور دوسرے سلسلے کے مقلد حنفی۔ اس حالت میں ایک ایسے عالم کی ضرورت تھی کہ وہ واضح طور پر حق اور باطل سے لوگوں کو روشناس کرا سکے اور یوں محدث بریلوی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کمر اس باطل عقیدے کے رد میں کس لی اور ان کے غلط عقائد کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی اور اس وقت تک فتویٰ نہیں لگایا جب تک ان پر حجت قائم نہ کر لی۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اپنی تحریروں پر نظر ثانی کرتے اور ان کی اصلاح کرتے لیکن انہوں نے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس کاوش کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور اس کا کوئی مثبت جواب نہ دیا جبکہ ان کے بعد والوں نے اپنے اکابرین کی گستاخی چھپانے کے لئے عوام الناس کے ناپختہ اذہان میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں وساوس ڈالنے شروع کر دیئے اور اس کے لئے انہوں نے "الملفوظ" کی چند عبارات کا سہارا لیا اور یوں عام لوگ اپنی دینی کم علمی کے سبب ان کے دھوکے اور دام تزویر کا شکار ہونے لگے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں تو ان کے ہاتھوں کوئی ایسی چیز نہیں لگی جس کی وجہ سے وہ ان کے عقائد پر اعتراض کرتے۔ مگر ان کو مفتی اعظم ہند کی جمع کردہ تالیف "الملفوظ" پر اعتراضات کرنے کا موقع میسر آ گیا۔ اگرچہ "الملفوظ" پر کوئی اعتراض

میری تحقیق میں ایسا نہیں جو کہ اعتراض کے قابل ہو اور نہ ہی اس میں کوئی ایسا مسئلہ ہے جو شریعت کے خلاف ہو۔مگر اغیار نے اپنے فاسد عقائد اور اکابرین کی گستاخی چھپانے کے لئے عوام الناس میں صرف اعتراض برائے اعتراض کی پالیسی اپنائی ۔ایک عام شخص کو یہ معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ اعتراض صحیح بھی ہے کہ نہیں؟ اور جو اعتراض کیا گیا ہے وہ درحقیقت اعتراض بنتا بھی ہے کہ نہیں؟

میں اس سلسلہ میں عام قاری کو یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ یاد رہے کہ ملفوظات کی تدوین نجی اور عام محفل میں پوچھے جانے والے سوالوں پر محیط ہوتی ہے اور اکثر سوال علماء کرام نے پوچھے ہوتے ہیں لہٰذا اس کے جوابات مختصر اور علماء ہی کے لئے ہوتے ہیں۔کیونکہ مختصر و عالمانہ طرز کے جوابات اور ارشادات عام قاری کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں اس لیے بعض مقامات پر شائبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ بات صحیح نہیں مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی تحریر شریعت کے اصولوں سے متصادم نہیں۔

مزید یہ کہ کچھ غلطیاں کاتب سے بھی ہوئیں جن کا اقرار خود جامع ملفوظات مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا، جس کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔کچھ لوگ ان اعتراضات کے ذریعے عام لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ محدث ہند اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نعوذ باللہ گستاخ تھے، ایسے لوگوں سے صرف یہ کہنا ہے کہ ارے نادانو! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے گواہ تو تمہارے اپنے اکابرین ہیں۔ انہیں بھی یہ اقرار تھا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار تھے۔تمہارے اعتراضات ایک دیوانے کی بڑ تو ہوسکتی ہے مگر حقیقت نہیں۔

میں اس مقام پر یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اعلیٰ حضرت کے

ملفوظات پر اعتراض کرے تو اس ملفوظ کو مکمل سیاق وسباق کے ساتھ پڑھیں اور سمجھیں ، انشاءاللہ بات سمجھ آجائے گی۔ ہماری بھولی بھالی عوام اہلسنت نے ملفوظات کو پڑھا ہی نہیں ہوگا مگر معترضین کے اعتراض سن کر فوراً مرعوب ہو جاتے ہیں ۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ملفوظات کا تقابل اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ رضویہ سے ضرور کیجئے گا، کیونکہ ملفوظات اور فتاویٰ میں عبارات کا کافی فرق ہے،جس سے مفہوم کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔جس کی بہت ساری مثالیں آپ کتاب میں ملاحظہ کریں گے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ایک نکتہ نے محرم سے مجرم بنا دیا
ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے

ملفوظات اور فتاویٰ کی عبارت میں فرق ہونے کی چند وجوہات ہیں:

۱۔فتاوی رضویہ کے قلمی نسخے دستیاب ہیں جن سے مزید مراجع کا موقع مل سکتا ہے اور مراجعت کی بھی گئی جبکہ ملفوظات کا کوئی قلمی نسخہ تو کیا ابتدائی کامل نسخہ بھی فی الحال دستیاب نہیں ہے۔

۲۔ملفوظات کی نقلیں جو کاتب نے تیار کیں اس میں متعدد مقامات پر الحاقات اور تحریف ہے ۔ جو وقت کے ساتھ مزید بڑھتی گئیں اور اس کے کافی ثبوت موجود ہیں۔ کیونکہ جب ملفوظات اور فتاویٰ رضویہ میں موجود ایک ہی سوال کے جواب ملاحظہ کئے تو جواب میں زمین آسمان کا فرق تھا۔جس سے الملفوظ کی عبارات میں تغیر وتبدل ثابت ہوتا ہے۔

اھم نوٹ: اس مقام پر فتاویٰ رضویہ اور ملفوظات کے ساتھ اہل سنت کے

محققین کا تساہل بھی بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کو برا لگے مگر میری تحریر کا مقصد کسی پر اعتراض کرنا نہیں بلکہ حقیقت کو واضح کرنا ہے۔

فتاویٰ رضویہ کے ساتھ یہ تساہل برتا گیا کہ چند مقامات پر عبارت غائب تھی اور میسر قلمی نسخوں میں اس مقام پر عبارت ناقص تھی۔ تحقیق کا مقام تو یہ تھا کہ اس جگہ کو خالی چھوڑ دیتے اور بعد میں آنے والے محققین کو تحقیق کا موقع دیا جاتا۔ مگر اس کے برعکس اس مقام پر اگر ملفوظات سے کوئی عبارت ملی تو متعلقہ مسئلے کے متعلق اس کا جواب ملفوظ سے نقل کردیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عبارت درست ہو، مگر پھر بھی یہ ایک بڑا تساہل ہے کیونکہ ایسی عبارات کو ہمیشہ حاشیے میں بیان کیا جاتا ہے۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ تساہل برتا کہ جس کاتب اور محقق کو جو معنی صحیح لگا وہ اس جگہ پرفٹ کردیا حالانکہ وہ لفظ ابتدائی نسخوں میں بھی نہ تھا۔ حالانکہ تحقیق کا حق یہ ہے کہ اگر کسی معنی کا مفہوم بیان کرنا ہو تو اسے حاشیے میں ذکر کردیا جائے۔ اس طرح کی بے شمار غلطیاں ملفوظات میں کی گئی ہیں اور مزید یہ کہ اکثر کاتب خود عالم نہیں ہوتے لہٰذا عبارت ہوتی کچھ ہے اور لکھ کچھ اور دیتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تو یہ معاملہ بھی تھا کہ اغیار ان کی کتابوں میں کاتب کے ذریعے عبارت تبدیل کرواتے تھے جس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔ اور ان میں صرف ۵ صفحات کی غلطیاں ملاحظہ کریں تاکہ محققین اور عوام کے سامنے حقیقت آسکے۔ اگر پورے ملفوظات کا تقابلی جائزہ کیا جائے تو کثرت سے عبارات کے تغیر اور الحاقات ثابت ہونگے۔ میرے پاس مطبع اہل سنت وجماعت بریلی طبع ۱۳۳۸ھ کے صرف ۴۸ صفحات ہیں۔ اگر ماہانہ الرضا یا تحفہ حنفیہ کے وہ مجموعے مل جائیں جس میں سلسلہ وار ملفوظات شائع ہوئے ہیں تو ملفوظات کا ایک کامل نسخہ مرتب ہوسکتا ہے۔

جدید طبع	**مطبع اہل سنت وجماعت بریلی۔۱۳۳۸ھ**
شَفیعُنا یومَ الجَزعِ و الفَزع عِندَ المَلِکِ الحنانِ۔ الذِی عَلی المُومنینَ بِمَحض گرمِه حَنّانَ	شَفیعِنا یومَ الجَزعِ و الفَزع عِندَ المَلِکِ الدیانِ۔ الذِی عَلی المُومنینَ بِمَحض گرمِه حَنّان منانِ
یَا کرِیم یا رَحیمُ یَا غَفارُ یَا سُبحانہ	یَاکرِیمیارَحیمُیَاغَفارُیَاحنان
مولوی عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی حاضرخدمت تھے انہوں نے عرض کی۔ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے چار روز میں زمین اور دو دن میں آسمان یکشنبہ تا چہارشنبہ زمین، و پنج شنبہ تا جمعہ آسمان، نیز اس جمعہ میں بین العصر و المغرب آدم علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا۔	مولوی عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی حاضرخدمت تھے مولانا نے عرض کی رب العزت تبارک وتعالیٰ نے چار روز میں زمین آسمان اور دو دن میں زمین یکشنبہ تا چہارشنبہ آسمان، و پنج شنبہ تا جمعہ زمین، نیز اس جمعہ میں بین العصر و المغرب آدم علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا۔

عرض: کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے؟	یہ عبارت نسخہ میں موجود نہیں
ارشاد: غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔	
یہی نہیں بلکہ علم افواہ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے۔	یہی کافی نہیں بلکہ علم افواہ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے۔
یہ حدیث معالی الفرش الی عوالی العرش میں ہے۔	یہ حدیث معالی العرش الی عوالی الفرش میں ہے۔
حضرت امیر معاویہ ؓ حضور اقدس ﷺ کی عمر مبارک کے برابر ہوئے یعنی ۶۳ سال، اگرچہ اس میں کچھ روز و ماہ کم وبیش ضرور تھی لیکن سال وفات یہی تھا۔	حضرت امیر معاویہ ؓ حضور اقدس ﷺ کی عمر مبارک کے برابر ہوئے یعنی ۶۳ سال سے (اگر چہ اس میں. یہ الفاظ موجود نہیں) کچھ روز و ماہ کم وبیش ضرور تھی لیکن سال وفات یہی تھا۔

صرف ۵ صفحات کی عبارات کے تغیر اور الحاقات سے کم از کم یہ بات تو پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آج کل میسر مطبوعہ ملفوظات اعلیٰ حضرت ؒ اغلاط اور الحاقات سے بھری پڑی ہے۔ خواہ ان سے عبارات کے معانی پر کوئی خاطر خواہ فرق پڑے یا نہیں اور اسکی اصلاح پر کوئی خاص توجہ نہ دی اور صرف الزامی جوابات دے کر وقتی طور جان خلاصی کر دی گئی۔ اور کسی نے یہ تکلیف کرنی گوارہ نہ کی کہ ملفوظات کی عبارات کی تصحیح ماہنامہ الرضا سے یا مفتی اعظم ہند ؒ کے مرتب کردہ نسخہ سے کر دی جائے۔ بلکہ تساہل کا یہ عالم ہے کہ کسی سے یہ تک نہ ہوسکا کہ ملفوظات کی عبارات کی تصحیح فتاویٰ

رضویہ سے ہی کر دی جائے اور ملفوظات کے بارے میں غفلت مجرمانہ کی گئی۔ مجھے اس بات پر شرمندگی ہے کہ ہماری غفلت اور تساہل کی وجہ سے ہندوستان کے عظیم محدث وفقیہ اعظم امام احمد رضا خان بریلوی ؒ پر چند لامذہب حضرات کو اعتراض کرنے کا موقع ملا۔

گستاخانہ عبارات پر جب لامذہب سے مناظرہ ہوتا ہے تو اکثر اعتراضات ملفوظات، حدائق بخشش حصہ سوم اور یار محمد گڑھی شریف کی کتاب دیوان محمدی پر ہوتے ہیں، مگر حیرانی کا مقام یہ ہے کہ علماء اہل سنت کی جانب سے سب سے کم تحقیقی کام انہی اعتراضات پر ہوا۔ اس کا جواب تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ میری علماء اہل سنت سے التماس ہے کہ اس جانب بھی توجہ کی جائے تا کہ کسی بدمذہب کو اہل سنت پر اعتراض کرنے کی ہمت نہ ہوسکے۔

اہم نوٹ: بلکہ قابل توجہ بات تو یہ ہے کہ ماہنامہ الرضا میں جو ملفوظات قسط وار شائع ہوئے ان شماروں کے آخر میں ملفوظات کے بارے میں تصحیح نامہ بھی شائع ہوا اور ہر شمارے میں ملفوظات میں کم از کم ۵ تا ۱۰ اغلاط درج ہیں میری رائے یہ ہے کہ جب ابتدائی نسخے میں اتنی زیادہ کتابت کی اغلاط ہیں تو بعد کے نسخے جو ان سے نقل کئے گئے ہیں ان میں کتنی غلطیاں ہوں گی؟

ملفوظات کے بارے میں ناشرین کی طرف سے جو تساہل برتا گیا وہ بھی ایک حقیقت ہے اس کی مثال پیش خدمت ہے۔

☆نوری کتب خانہ، لاہور سے چھپنے والے ملفوظات میں میری تحقیق کے مطابق کم از کم ۸ سے ۱۰ مقامات پر قرآن کی آیات نقل کرنے میں غلطیاں ہوئی ہیں اور چند مقامات پر حدیث نقل کرنے میں اغلاط ہیں۔

ملفوظات کی آڑ لے کر اہل سنت پر اعتراض کرنا علمی جہالت اور بد دیانتی ہے۔ اور خاص طور پر اس وقت جبکہ فتاوی رضویہ میں اسی عبارت کا متن مختلف موجود ہو۔

میری اہل سنت و جماعت سے یہ التماس ہے کہ جب بھی کوئی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرے تو جید علماء کرام سے رابطہ کر کے اس کی حقیقت معلوم کریں تا کہ کوئی آپ کو مسلک حق سے منحرف نہ کر سکے۔

حیرت کی بات ہے کہ معترضین کے بیشتر اعتراضات کا محور مختلف ملفوظات اور دیوان ہیں، خواہ وہ الملفوظ کی شکل میں ہوں یا حدائق بخشش یا دیوان محمدی مصنفہ یار محمد گڑھی شریف۔ ملفوظات، صاحب ملفوظ کی تصنیف نہیں ہوا کرتی بلکہ کسی دوسرے کی کاوش کا نتیجہ ہوتی ہے جس میں ممکنہ طور پر اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ صاحب ملفوظ نے کچھ کہا اور مُرتّب نے کچھ سمجھا اور عموماً بعد وصال اشاعت کے سبب، صاحب ملفوظ کو اس کی وضاحت اور اصلاح کا موقع میسر نہیں آتا اور جہاں تک بات شاعرانہ کلام کی ہے تو اس کا سمجھنا ہر ایک کے لئے اتنا آسان نہیں اس کے لئے زبان اور محاورات پر عبور حاصل ہونا ضروری ہے اور اکثر اوقات بلاغت اور بیان کے اسرار و رموز سے ناواقفی کے سبب صحیح بات بھی غلط لگنے لگتی ہے۔

اگر چہ معترضین کے ان اعتراضات کے جوابات علمائے اہل سنت نے مختلف ادوار میں متعدد کتب و رسائل کی صورت میں دیئے لیکن راقم نے یہ کوشش کی ہے کہ پہلے الملفوظ کا تقابل صاحب ملفوظ کی اپنی تصانیف اور الملفوظ کے قدیم دستیاب نسخے سے کیا جائے تا کہ معلوم ہو سکے کہ کیا واقعی مصنف کا یہی نکتہ نظر ہے؟ یا پھر ناقل یا کاتب یا ناشر کی غلطی کے باعث ایسا ہوا ہے؟ امید کرتا ہوں کہ قارئین کو مفید تحقیق پڑھنے کا موقع ملے گا اور معترضین کے اعتراض کی حقیقت بھی آشکار ہو گی۔

"الملفوظ" پر اعتراضات کے جوابات کے حوالے سے شارح بخاری مفتی شریف

الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "تحقیقات" کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

اغیار کا کوئی اعتراض ایسا نہیں جو کہ اصول کے مطابق صحیح ہو مگر چند اعتراضات ایسے ہیں جس کی حقیقت اور وضاحت عوام الناس کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے ان اعتراضات کی حقیقت اور عبارات میں جو ابہام پایا جاتا ہے اس کو ختم کرنے کے لیے ضروری تھا کہ اس پر ایک مکمل تصنیف ہو۔ اگرچہ ہمارے علماء کرام نے اپنی متعدد تصانیف میں ان تمام اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔ مگر اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ ان تمام اعتراضات کے جوابات یکجا ایک علیحدہ کتاب میں شائع کئے جائیں۔ دوم یہ کہ الزامی جواب کے بجائے تحقیقی کام پیش کیا جائے۔ تا کہ اغیار کو بھی یہ معلوم ہو سکے کہ مسلک اہل سنت مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔ میں نے اس ضمن میں مختلف علماء کرام کے تحقیقی کام کا مطالعہ کیا اور عصر حاضر کے مطابق چند تحریروں کو جمع کر دیا۔

مجھے امید ہے کہ قارئین کو تحقیقی مواد پڑھنے کا موقع ضرور ملے گا۔ اس تحقیق سے ہر قاری کو اتفاق یا اختلاف کرنے کا حق ہے۔ اس ضمن میں اگر کسی کو مزید تحقیق درکار ہو تو شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی صاحب کی تصنیف "تحقیقات" کا مطالعہ فرمائیں۔

میں اپنے دوست جناب ظفر محمود قریشی صاحب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب دینے میں مجھے اپنا قیمتی وقت عنایت کیا۔ میں جناب خلیل احمد رانا صاحب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اپنے چند قیمتی مضامین مجھے بھجوائے۔ عزیزم برادرم مولانا حسنین رضا عطاری صاحب کا تذکرہ بھی بہت اہم ہے جنہوں نے کتاب کے مختلف مضامین پر اپنا قیمتی تجزیہ دیا اور اس کی اصلاح کی طرف توجہ مبذول کرائی۔

اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی کاوش کو قبول و منظور فرمائے۔

فجزاه اللّٰه تعالٰی أحسن الجزاء۔

مولیٰ تعالیٰ ہماری اس محنت کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے۔

آمین بجاه النبی الکریم علیه التحیة و التسلیم و علی آله و صحبه اجمعین۔

خادم اہل سنت فیصل خان

راولپنڈی، پنجاب، پاکستان

ملفوظات میں تحریفات اور الحاقات

تحریر: مولانا نافیضان المصطفیٰ مصباحی (جامعہ امجدیہ، گھوسی مئو، انڈیا)

امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے ملفوظات کا مجموعہ الملفوظ جس کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ کے شہزادے مفتیٔ اعظم ہند حضور مصطفی رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز نے مرتب فرمایا ہے۔ اکرامِ امام احمد رضا ص ۱۰ پر مفتی محمد برہان جبل پوری کے بارے میں ہے کہ شوال ۱۳۳۲ھ، ۱۹۱۴ء میں بریلی حاضر ہوئے، دارالافتاء امام احمد رضا کے ارشادات قلم بند کیے۔ اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند کے علاوہ اور لوگ بھی اعلیٰ حضرت کے ارشادات قلم بند کرتے تھے، ہاں اکثر حصہ حضور مفتیٔ اعظم ہند نے ہی زیب قلم کیا ہے جیسا کہ دیباچہ سے سمجھ آتا ہے۔

ملفوظات کی ثقاہت کا دارومدار تمام تر راوی کی ثقاہت پر ہے۔ اگر راوی ثقہ ہے تو اس کی روایت بھی مستند اور معتمد مانی جاتی ہے اور راوی کی ثقاہت مشکوک ہو تو روایت کی اعتباریت اسی حیثیت سے گھٹتی ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہ

(حضرت مصطفی رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مرتب الملفوظ) کی ثقاہت میں کس کو شک ہوسکتا ہے۔ ان کا زہد وتقویٰ اور دیانت داری ایک مسلم امر ہے۔

نیز ان کی علمی وجاہت، دقیقہ سنجی، نکتہ رسی، ژرف نگاہی، وسعت مطالعہ اور زبردست قوت حافظہ کی پوری قوم معترف ہے۔ لہٰذا حضور مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ کے مرتبہ الملفوظ میں شک کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ یہ اعتماد واستناد کے بلند درجے پر فائز ہے۔ لیکن بعد میں حضور مفتیٔ اعظم کے مرتبہ الملفوظ کی جن لوگوں نے نقلیں لیں۔ اور پھر ان نقلوں سے بعد والوں نے کتابت کروائی اس میں کتابت کی غلطیاں در آئیں، جن میں یا تو احتیاط سے کام نہیں لیا گیا یا غلطیوں کی اصلاح پر توجہ نہیں دی۔

ایک پرانے نسخے میں بعض مقامات پر حواشی سے ناقل سے سہواً عبارت چھوٹ جانے کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ مثلاً رضوی کتب خانہ بہاری پور بریلی سے شائع ہونے والے نسخے میں ایک جگہ حاشیے پر ہے۔

یہاں بھی عبارت میں سقط معلوم ہوتا ہے، اصل ندارد ہوگئی۔

(حاشیہ ص: ۷۰ چہارم مطبوعہ، رضوی کتب خانہ بہاری پور بریلی)

چہارم ص ۶۷ کی اس عبارت پر:

ہر عاقل کے نزدیک اس کا جواب نفی میں ہوگا اور اسکا جواب معاذ اللہ اثبات میں ہوگا کہ ہزاروں سے زائد خالق خدا کے سوا موجود ہیں جو اپنے افعال کے خود خالق ہیں ۔(**معاذ اللّٰه**)

یہاں یہ حاشیہ درج ہے:

تناقص ہو اور تناقص عیب اور اللہ عزوجل ہر عیب سے پاک، تو غالباً یہاں یہ اور عبارت ہے جو ناقل سے رہ گئی، اصل باقی نہ رہی:

نیز چہارم ص ٦٦ پر اس عبارت میں تھا اور ہے اور رہے گا، یہ سب زمانے پر دلالت کرتے ہیں اور وہ زمانے سے پاک، حاشیہ میں یہ درج ہے۔

یہاں کچھ اور عبارت معلوم ہوتی ہے، اصل باقی نہیں، ناقل صاحب نے جو نقل کی اس میں کچھ چھوڑ دیا، اصل دیمک نے ختم کردی۔ (ایضاً ص ٦٦)

واضح رہے کہ یہ تینوں حواشی بھی بعد کے نسخوں میں (جو اس وقت چھپ رہے ہیں) کتابت میں چھوٹ گئے ہیں۔ منہ

اس سے اندازہ ہوا کہ امام احمد رضا کے ملفوظات کے ساتھ وہ اعتناء نہیں کیا گیا جو ہونا چاہیے تھا۔ اس سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ جو غلطیاں در آئیں اس سے صاحب ملفوظات کا کوئی تعلق نہیں۔

حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ کے بعض فیض یافتہ علماء سے احقر نے سنا کہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ بعد والے نسخوں میں نقل و کتابت کی غلطیوں پر ناراضگی ظاہر فرماتے تھے اور فرماتے کہ نہ جانے کیسے چھپوا دیا ہے۔

۲۵ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو راقم الحروف بریلی شریف حاضر ہوا، جانشین مفتیٔ اعظم ہند تاج الشریعۃ حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ عرض کیا کہ کون سا نسخہ ہے جسے حضور مفتیٔ اعظم ہند نے خود شائع کروایا تھا اس پر حضرت موصوف نے لاعلمی ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ بعد والے نسخوں پر حضور مفتیٔ اعظم ہند ناراضگی ظاہر فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ نہ جانے کیسے چھپوا دیا۔ حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قبلہ مدظلہ نے بھی اس کی تائید فرمائی اور اس سلسلہ میں حضور مفتی اعظم ہند سے اپنے ایک استفسار اور ان کے ارشاد کا بھی حوالہ دیا۔ منہ ۱۲

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعد میں چھپوانے والوں نے احتیاط سے کام نہیں لیا۔

جس کی وجہ سے اب تک چھپنے والے نسخوں میں کتابت کی غلطیاں رہ گئیں۔

متعدد نسخوں سے مقابلے کے بعد راقم کو شدید احساس ہوا کہ بعد والوں نے الملفوظ میں کہیں کہیں تصرف بھی کیا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے:

> ایک بار عبدالرحمن <u>قاری</u> کہ کافر تھا اپنے ہم راہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا <u>اسے قراءت سے قاری نہ سمجھ لیں کہ بنی قارہ سے تھا۔</u> (الملفوظ حصہ دوم صفحہ ۴۷ سطر ۸)

خط کشیدہ عبارت نہ اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے نہ حضور مفتی اعظم کی توضیح، بلکہ یہ سرا سر کسی کا تصرف ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آگے جو تفصیلی واقعہ اعلیٰ حضرت نے بیان فرمایا ہے وہ مشکوٰۃ شریف میں صفحہ ۳۴۸ پر اجمالاً اور مسلم شریف ثانی ص ۱۱۴ پر تفصیلاً موجود ہے۔

جس میں عبدالرحمن فزاری درج ہے نہ کہ عبدالرحمن قاری۔ کتابت یا نقل کی غلطی سے فزاری، قاری ہوگیا۔ قاری چونکہ قرآن کا علم رکھنے والے کو کہا جاتا ہے۔ اور ایک کافر پر اس کا اطلاق غیر موزوں محسوس ہوا، اس لئے ناقل کو خط کشیدہ عبارت بڑھانی پڑی، صاحب ملفوظ اس سے بری ہیں۔ اس توضیح کہ بعد اس کے متعلق مخالفین کا اعتراض بیجا اور بے محل ہوگیا جس کے جواب کی کوئی ضرورت نہیں۔

نیز حصہ اول ص ٦۴ پر اہرام مصر کی تعمیر کے بارے میں ہے۔

<u>حضرت آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے کی تعمیر ہے۔</u>

خط کشیدہ عبارت یا تو اضافہ ہے یا اس مقام پر کچھ عبارت حذف ہوگئی

ہے۔کیونکہ آگے کی تفصیلات آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چھ ہزار سال پہلے کی تعمیر ثابت کر رہی ہیں نہ کہ چودہ ہزار برس پہلے کی۔لہٰذا عبارت یوں ہونا چاہیے آج سے چودہ ہزار برس پہلے کی تعمیر ہے۔یا صرف چودہ ہزار پہلے کی تعمیر ہے۔تفصیلات اسی مقام پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

مخالفین کے اعتراضات:

جب سے امام احمد رضا خان بریلوی نے علمائے دیو بند کی تحریروں سے ان کے باطل عقائد کی نقاب کشائی فرمائی اسی وقت سے علمائے دیو بند اور ان کے پیروکاروں نے امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کتابوں میں نقائص تلاش کرنے شروع کر دیئے ان کی تصانیف میں کوئی نقص نکال کر ثابت کرنا آسان نہ تھا۔لہٰذا انہوں نے مجموعہ ملفوظات کو اپنی عیب جوئی اور تنقید کا خاص نشانہ بنایا۔ ہر چند کہ اعلیٰ حضرت بات پورے وثوق و اعتماد سے ہی فرماتے تھے اور مفتیٔ اعظم کی روایت و درایت پر بھی کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا، تاہم مختلف جہتوں سے جائزہ لیا جائے تو اسناد و اعتماد میں تصنیف و تحریر کے مقابلے میں ملفوظات کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ الملفوظ کا سال تالیف ۱۳۳۸ھ اور سال اشاعت معلوم نہیں۔ ۱۳۴۰ھ میں اعلیٰ حضرت کا وصال ہوگیا۔ مولانا شہاب الدین نے اپنے مضمون ''الملفوظ کا مقام و مرتبہ'' میں لکھا ہے کہ الملفوظ کے بعض حصے اس وقت کے بعض رسائل مثلاً ''تحفہ حنفیہ'' اور ''ماہنامہ الرضا'' وغیرہ میں قسط وار شائع ہوتے رہے۔پھر بعد میں انہیں مکمل کتابت کر کے شائع کیا گیا جس میں قلت احتیاط کا شکوہ بے جا نہیں۔نیز نسخوں سے نسخے نقل اور کتابت کیے جاتے رہے لہٰذا کتابت کی غلطیاں بجائے کم ہونے کے جدید نسخوں میں بڑھتی رہیں۔نتیجۃً مخالفین کو زبان درازی کا موقع مل گیا۔

الملفوظ کی عبارتوں پر مخالفین کے بہت سارے اعتراضات سامنے آئے ہیں ،جن میں کچھ کا جواب ضمیمہ کے طور پر ایک ایڈیشن کے آخر میں شامل ہے جس کے بارے میں واضح نہ ہوسکا کہ کس کی کوشش ہے۔کچھ کے جوابات شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیئے جو تحقیقات اور مختلف مضامین میں شائع ہوئے۔اور بھی لوگوں نے جوابات دیئے ہیں۔

دراصل اعلیٰ حضرت کے ملفوظات پر اعتراضات کر کے مخالفین کا مقصد یہ ہے کہ اہل سنت کو دفاعی پوزیشن میں رکھا جائے۔اس کا تحقیقی جواب دینے کے بجائے الزامی جواب کافی ہے، کیونکہ عام طور پر معترض کم علم اور کوتاہ فہم لوگ ہی ہوتے ہیں۔ ورنہ بے جا اعتراض تو کسی بھی عبارت پر کیا جا سکتا ہے۔اعتراض کرنے والے تو قرآن پر بھی اعتراض کر رہے ہیں۔لیکن ہر مکتب فکر میں سنجیدہ طبقہ ضرور ہوتا ہے۔جو اس رائے سے اتفاق کرے گا کہ کوئی متبحر عالم کچھ بیان کر رہا ہے تو وہ بات بے بنیاد نہیں ہوگی۔یہ اور بات ہے کہ اوروں کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکے۔اہل علم جانتے ہیں کہ عدم وجدان وجدان عدم نہیں۔محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی حدیث اگر نہیں مل رہی تو یہ نہ کہے کہ یہ حدیث نہیں۔ بلکہ اپنی لاعلمی ظاہر کرے، کیونکہ حدیث کی تقریباً ساڑھے تین سو کتابیں ہیں۔امام ابن ھمام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتح القدیر میں مختلف مقامات پر یہ افادہ فرمایا ہے۔آج کے لوگوں کا حال یہ ہے کہ دس بارہ متداول کتب حدیث میں دیکھ لیا نہیں ملی تو انکار کر دیا۔یہ سخت جرأت ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔علم حدیث میں اعلیٰ حضرت کے وسعت مطالعہ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی تصانیف و فتاویٰ میں درج کی گئیں احادیث کا مجموعہ تیار کیا گیا ہے، جو مولانا محمد حنیف صاحب کی انتھک کوششوں سے

تخریجات کے ساتھ جامع الاحادیث کے نام سے دس ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔اس مقام پر پروفیسر مسعود احمد کی کتاب ''محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ'' سے یہ اقتباس بالکل برمحل ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا:

آپ نے حدیث شریف کی کون کون سی کتابیں درس کی ہیں؟ تو آپ نے جواباً مندرجہ ذیل کتب حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

مسند امام احمد، وموطا امام محمد وکتاب الآثار وکتاب الخراج امام ابو یوسف وکتاب الحج امام محمد وشرح معانی الآثار امام طحاوی، موطا امام مالک ومسند امام شافعی ومسند امام محمد وسنن دارمی و بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وخصائص نسائی ومنتقی الجارود وعلل المتناہیہ ومشکوٰۃ وجامع کبیر وجامع صغیر وذیل جامع صغیر ومنتقی ابن تیمیہ و بلوغ المرام وعمل الیوم واللیلۃ ابن سنی وکتاب الترغیب خصائص کبریٰ وکتاب الفرج بعد الشدۃ وکتاب الاسماء والصفات وغیرہ پچاس سے زائد کتب حدیث میرے درس و تدریس میں ومطالعہ میں رہیں۔

(اظہار الحق الجلی ص:۲۴۔۲۵ بحوالہ محدث بریلوی ص:۶۔۷)

امام احمد رضا کی تحریروں پر مخالفین کا ایک گروہ شبانہ روز تحقیق اور ریسرچ کرنے کے بعد اپنی کوئی نئی اور انوکھی دریافت منظر عام پر لاتا ہے اور بڑے اعتماد کے ساتھ کہتا ہے کہ یہ بات کہیں نہیں۔ جب علماء اہل سنت کی طرف سے اس کا صحیح حوالہ پیش کر دیا جاتا ہے تو مخالفین پھر اس سلسلے کا دوسرا شگوفہ چھوڑ دیتے ہیں اور علماء اہل سنت اس کے حوالے کی تلاش میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔ بالآخر دوسرے کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے تو مخالفین خاموشی کے ساتھ تیسرے فتنے کی تیاری میں مصروف ہو جاتے

ہیں۔''دلھن کے پاؤں دھو کر مکان میں چھڑکنے پر یوں ایک پیر کا اپنے مرید کے ساتھ ہمہ وقت رہنے سے متعلق امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے افادات پر اعتراض وجواب کی تفصیلات، تحقیقات، تعزیرات میں دیکھی جا سکتی ہیں''۔

ظاہر ہے کہ یہ سلسلہ رکنے والا نہیں۔ ہاں مخالفین کے سنجیدہ افراد سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ مولوی محمد تقی عثمانی نے ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کی طہارت و نجاست کے بیان میں درس ترمذی میں بیان کیا ہے کہ:

حضرت گنگوہی نے الکوکب الدری میں اس مقام پر فرمایا کہ

> اس حدیث کے بعض طرق میں یہ تصریح ہے کہ جب ان کی اہلیہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا وہ مویشی چرایا کرتے تھے اور ان کے ابوال سے تحرز نہیں کرتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے واقعے میں اہلیہ سے پوچھنے کا یہ قصہ احقر کو حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملا، لیکن حضرت گنگوہی نے اسے بڑے وثوق کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (درس ترمذی جلد:۱ ص:۲۹۰)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں گنگوہی صاحب نے جو کچھ تحریر کیا اسے علم حدیث میں درک وشغف والا تلاش بسیار کے باوجود نہیں پا سکا تو گنگوہی صاحب کی اس تحریر کے بارے میں کیا کہا جائے؟

اعتراضات کے چند نمونے:

صرف الملفوظ پر کئے گئے کچھ اعتراضات کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ

اس قسم کے بھونڈے اعتراضات خود اپنی حالت زار واضح کر رہے ہیں، انہیں پڑھتے وقت ایک عام آدمی کو بھی حیرت ہوگی کہ اعلیٰ حضرت کی عبارتوں پر اعتراض کرتے وقت علمائے دیوبند کا انداز بیان اور طرز استدلال کہاں چلا جاتا ہے ان کا جواب تو ایک اوسط درجے کا مقرر بھی بخوبی دے سکتا ہے۔ ذیل میں ہم قدرے تجزیہ کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت ایک مقام پر انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کے متعلق سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

ارشاد: انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے، ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسی ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے، اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں، ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا، ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں، وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے، نماز پڑھتے ہیں، بلکہ سیدی محمد عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیا علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

(الملفوظ حصہ سوم ص: ۳۰)

اس پر ایک دیوبندی کا تبصرہ ملاحظہ کریں:

اس میں کس قدر انبیاء کی تذلیل کی ہے اور ان کو خواہش پرست قرار دیا ہے۔

(بریلوی مسلک کی حقیقت ص: ۶۰)

آگے حاشیے میں درج ہے:

واضح رہے کہ احمد رضا خان صاحب نے بغیر کسی دلیل کے اس قول کو نقل فرما کر اس

کی تقریر وتوثیق فرمائی ہے کہ ''نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام قبور میں ازواج سے شب باشی کرتے ہیں کس قدر حیاسوز اور شرمناک بات ہے کہ امہات المؤمنین اور انبیاء علیہم السلام کی شان میں ایسی بات بلا دلیل کر دی جائے۔ کسی بیٹے کے لئے تو اپنی ماں کے بارے میں اس قسم کی کھلی بات گوارا نہیں کی جاتی چہ جائیکہ امہات المومنین اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت ایسی بے باکی سے لب کشائی کی جائے''۔ (ایضاً)

تجزیہ

حالانکہ یہی بات زرقانی میں درج ہے:

نقل السبکی فی طبقاته عن ابن فورک انه علیہ السلام حی فی قبره علی الحقيقة لا المجاز يصلی فيه باذان و اقامة ۔ قال ابن عقیل و يضاجع ازواجه و يتمتع بهن اكمل من الدنيا و حلف علی ذلک و هو ظاهر و لا مانع۔

(بحوالہ تحقیقات ص: ۱۴۳)

یعنی علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی قبر میں حقیقۃً زندہ ہیں نہ کہ مجازاً۔ اس میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ابن عقیل نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔ اور انہوں نے اس پر قسم بھی کھائی اور یہ ظاہر ہے جس سے کوئی مانع نہیں۔

اس قسم کے ارشادات جو اکابر کی تحریروں سے ماخوذ ہیں ان پر اعتراض امام احمد رضا پر اعتراض نہیں بلکہ اسلاف واکابر پر اعتراض ہے نیز اس سے معترضین کی عجلت

پسندی اور کم علمی کا بھی پتا چلتا ہے کہ اگر انہیں پہلے سے علم ہوتا کہ یہ بات کہاں سے ماخوذ ہے اور کس کا فرمان ہے تو اعتراض کی جرأت نہ کرتے۔

دراصل انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد وفات کے حسی حقیقی دنیوی ہونے پر علماء اہل سنت کا اجماع ہے۔ **(ملاحظہ ہو حیات النبی ﷺ للبیہقی)**

لہٰذا ان کی وفات کے بعد بھی ان کی ازواج ان کے نکاح میں باقی رہتی ہیں۔ اس لئے ازواجِ مطہرات سے پوری زندگی کسی کا نکاح نہ ہوگا۔ لہٰذا جب صورت حال یہ ہے کہ وفات کے بعد بھی انبیاء کی حیات حسی حقیقی ہے اور ان کی ازواج ان کے نکاح میں باقی رہیں تو قبر میں انہیں معیت حاصل ہو تو کیا حرج!!!؟ کیا شب باشی **(یضاجع ازواجه) او لا مستم النساء** کے مثل وطی سے کنایہ ہے؟ اور اگر ہو تو کیا قباحت ہے؟ کیا حضور ﷺ نے نکاح نہ کیا؟ کیا حضور ﷺ کی اولاد نہ ہوئی!!!!؟ اگر یہ شبہ ہو کہ بعد وفات یہ امر درست نہ ہو تو سوال یہ ہے کہ بقائے نکاح کی تقدیر پر قبل وفات جو چیز حلال تھی بعد وفات ہو تو حرام ہوگی؟ یا زوجیت کے باوجود ان کی طرف انتساب حرام ہوگا؟

دوسرا سوال: یہ ہے کہ جنت تو قبر سے بھی زیادہ مقدس اور اعلیٰ وارفع جگہ ہے کیا وہاں ازواج کے ساتھ مباشرت نہ ہوگی؟ کیا قرآن وحدیث کے اندر صاف صاف لفظوں میں ازواج سے قربت کا جو بیان ہے وہ سب افسانہ ہے؟ کیا دیوبندیوں کا عقیدہ اس بارے میں وہی ہے جو نیچریوں کا ہے؟ بولیں اور صاف بولیں!

معترضین کی عجلت پسندی:

یہ بات بالکل واضح ہے کہ مخالفین نے جذبہ عداوت میں اعتراض کرنے میں بڑی

عجلت سے کام لیا ہے۔ امام احمد رضا کی کسی عبارت کے خلاف کہیں کوئی عبارت کسی ہیئت میں ملی اس کے سہارے فوراً اعتراض جڑ دیا اور یہ بھی غور نہ کیا کہ جو اعتراض کیا جا رہا ہے وہ واقعتاً اس پر وارد ہوتا بھی ہے یا نہیں؟ جو معنی بتائے جا رہے ہیں، اس کا اس میں احتمال بھی ہے یا نہیں!!!؟

پہلی مثال:

گزشتہ صفحات میں گزرا کہ الملفوظ میں جس عبدالرحمن فزاری کا واقعہ بیان کیا گیا وہ کتابت کی غلطی سے عبدالرحمن فزاری کی بجائے عبدالرحمن قاری ہوگیا تو اس پر ''مقدس صحابی رسول ﷺ کی تکفیر'' ہیڈنگ لگا کر لکھا کہ "احمد رضا نے ایک صحابی رسول ﷺ جس کا نام عبدالرحمن ہے کی تکفیر کی ہے"۔ اور دلیل کے طور پر اسد الغابہ، تقریب التہذیب کے حوالے سے عبدالرحمن قاری کی بجائے عبدالرحمن ابن عبد القاری کا نام پیش کیا ہے۔ **(بریلوی مسلک کی حقیقت ص:۵۹)**

دوسری مثال:

قبر میں منکر نکیر کے سوال کے تعلق سے اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

> اس کے بعد سوال کرتے ہیں "**ما كنت تقول في هذا الرجل**؟" ان کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اب نہ معلوم کہ سرکار خود تشریف لاتے ہیں یا روضۂ مقدسہ سے پردہ اٹھایا جاتا ہے۔ شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتائی اور چونکہ امتحان کا وقت ہے اس لئے ھذا النبی ﷺ نہ کہیں گے "**ھذا الرجل**" کہیں گے۔

اس پر ایک دیوبندی مولوی کا یہ ریمارک پڑھیے:

''**هذا النبی** ﷺ نہ کہیں گے'' یہ بات بھی خان صاحب کے غیر محقق ہونے کی دلیل ہے ورنہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ قبر میں ''**من نبیک**'' کہہ کر بھی سوال کرتا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''لفظ **مصابیح** ایں چنیں است **اذا قیل له من ربک و ما دینک و من نبیک** چوں گفتہ می شود اورا کیست پروردگار تو، چیست دین تو ہ کیست پیغمبر تو''

(اشعۃ اللمعات ج:۱ ص ۱۲۴، رضاخانیت کے علامتی مسائل ص:۱۹)

تجزیہ:

دراصل مشکوۃ شریف میں حضرت انس کی روایت میں ہے کہ منکر نکیر ''**ما کنت تقول فی هذا الرجل**'' کہہ کر سوال کریں گے، اور یہی الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہیں۔ (مشکوۃ شریف ص: ۲۴۔۲۵ و بخاری شریف اول ص ۱۸۴)

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سوال یوں ہوگا:
''**ما تقول فی هذا الرجل الذی بعث فیکم**''۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۵:)

غرضیکہ کسی روایت میں'' **ما تقول فی هذا النبی** ﷺ'' وارد نہیں ہوا۔ اگر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی توجیہ فرمائی کہ چونکہ یہ امتحان کا وقت ہے اس لئے'' **هذا النبی** ﷺ'' نہ کہیں گے، ''**هذا الرجل**'' کہیں گے، تو یہ توجیہ روایتوں کے خلاف نہیں بلکہ ان کے مطابق ہے۔ ہاں شیخ محقق سے مصابیح کے الفاظ

اس قسم کے ہیں''**اذا قیل له من ربک و ما دینک و من نبیک**'' تو عرض ہے کہ:

اولاً: شیخ محقق نے مصابیح کے الفاظ کا جو حوالہ دیا ہے اس کے لئے ''ایں است'' کے بجائے ''این چنیں است'' فرمایا جس سے بعینہ الفاظ کے عدم ثبوت کا اشارہ ملتا ہے۔

ثانیاً اگر ثابت بھی ہو تو اتنا ہوگا کہ فرشتے **و من نبیک** کہہ کر سوال کریں گے۔ اور اعلیٰ حضرت نے اس کی نفی نہیں کی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے **هذا النبی** ﷺ کی نفی کی ہے۔ **هذا النبی** ﷺ اور **من نبیک** میں فرق آگے بیان کرتے ہیں۔

ثالثاً: اعلیٰ حضرت نے جو وجہ بیان فرمائی ہے وہ تو آزمائش وامتحان ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ آزمائش مقصود ہے اس لئے اگر یوں سوال کیا جائے کہ **ما تقول فی هذا النبی** ﷺ تو مخاطب نفس سوال سے سمجھ جائے گا یہ نبی ﷺ ہیں۔ اور جواب دینا اس کے لئے مشکل نہ ہوگا، برخلاف اس کے اگر **ما تقول فی هذا الرجل** تو مخاطب نفس سوال سے یہ نہ سمجھ پائے گا کہ جس آدمی کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے وہ نبی ہے یا نہیں؟ اس لئے جواب اسی وقت دے سکے گا جب کہ وہ پہلے سے صاحب ایمان ہو۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ اگر کسی روایت سے یہ ثابت ہو جائے کہ **من نبیک** کہہ کر سوال کیا جائے تو اس سوال سے بھی مقصود امتحان فوت نہ ہوگا۔ معمولی عربی دان بھی جانتا ہے کہ **من نبیک** (تمہارا نبی کون ہے؟) کے سوال سے نبی ﷺ کی تعیین نہیں ہو سکے گی کہ مخاطب سوال سے جواب اخذ کر لے۔ برخلاف **ما تقول فی هذا النبی** ﷺ کے کہ اس سوال سے ہی جواب مستفاد ہو سکتا ہے تو **ما تقول فی هذا الرجل** کی نفی اور **من نبیک**

کے ثبوت کہاں ہے؟

خلاصہ یہ کہ نبی ﷺ کی جانب اشارہ کرکے اگر یوں کہا جائے ''تیرا نبی ﷺ کون ہے؟'' تو اس سوال میں ضرور اس کے لئے امتحان ہے۔ اس کے بعد نبی ﷺ کی جانب اشارہ کرکے اگر یوں کہا جائے ''تو اس مرد کے بارے میں کیا کہتا ہے؟'' تو یہ سوال اب بھی اس کے لئے امتحان ہے۔ ہاں اگر یوں پوچھیں کہ ''اس نبی ﷺ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟'' تو سوال کے ساتھ جواب بھی بتا دیا گیا۔ امتحان کیا رہا؟ یہ فرق ایک عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ اگر معترضین کی عقل عداوت کے نشے میں غائب نہ ہوتی تو وہ ایسا اعتراض لکھنے کی جرأت ہی نہ کرتے۔

تیسری مثال:

اس قسم کے اعتراض کی تیسری مثال یہ ہے:

زندگی میں ہی اپنی قبر تیار کرنے کے تعلق سے سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ارشاد: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''**و ما تدری نفس بای ارض تموت**'' کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا؟ قبر تیار رکھنے کا شرعاً حکم نہیں، البتہ کفن سلوا کر رکھ سکتا ہے کہ جہاں کہیں جائے اپنے ساتھ لے جائے اور قبر ہمراہ نہیں رہ سکتی۔

(الملفوظ، حصہ اول ص: ٦٧)

اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ عالمگیری میں مسئلہ اس کے برخلاف ہے۔ ''**من حفر قبراً لنفسه فلا باس به و یؤجر علیه کذا فی التتارخانیه**''۔

(عالمگیری، اول: ١٦٦)

اور تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ اس سلسلے میں جو مسئلہ محققہ ہے وہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

ویحفر قبراً لنفسه و قیل یکره و الذی ینبغی ان لا یکره تهیئة نحو الکفن بخلاف القبر۔

یعنی اپنے لئے قبر تیار کی جا سکتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے اور مناسب یہ ہے کہ کفن جیسی چیزوں کو تیار کر لینے میں کوئی کراہت نہیں برخلاف قبر کے۔

اس کے تحت شامی میں **والذی ینبغی** پر ہے:

کذا قاله فی شرح المنیة، و قال: ''لأن الحاجة الیه متحققة غالباً بخلاف القبر، لقوله تعالی و ما تدری نفس بأی أرض تموت''۔ (شامی جلد ثالث، ص: ۱۵۴، مطبع زکریا بک ڈپو، دیوبند)

یونہی (یعنی قبر کے بجائے کفن وغیرہ اپنے لئے تیار رکھنا) شرح منیۃ المصلی میں ہے اور فرمایا کہ بسا اوقات کفن جیسی چیزوں کی ضرورت کا پایا جانا متحقق ہے برخلاف قبر کے۔

نحو الکفن بخلاف القبر کہہ کر دونوں میں جس فرق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ کفن ایسی چیز ہے جو قابل انتقال ہے اور اسے ساتھ ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن قبر کو ساتھ ساتھ نہیں رکھا جا سکتا، ظاہر ہے کوئی کفن تیار کر کے ساتھ رکھے تو جہاں کہیں موت آ جائے وہ اس کے کام آ سکتا ہے لیکن قبر تیار کر لے

تو دوسری جگہ موت کی صورت میں قبر کی تیاری عبث اور لغو ہوگی اور قرآن فرماتا ہے کہ کسی کو اپنی موت کا مقام نہیں معلوم۔ اس لئے فقہ حنفی کے مسائل محققہ مرجحہ پر مشتمل کتاب ''بہار شریعت'' میں ہے:

> **مسئلہ** : اپنے لئے کفن تیار رکھے تو حرج نہیں اور قبر کھودوا رکھنا بے معنی ہے کیا معلوم کہاں مرے گا۔
>
> (درمختار)، (بہار شریعت جلد ۴ ص ۱۶۰)

رہا تاتارخانیہ کے حوالے سے عالمگیری کا مسئلہ اور اس کی تائید میں شامی کا تاتارخانیہ سے یہ نقل کرنا'' **هکذا عمل عمر بن عبدالعزیز و الربیع بن خیثم**'' وغیرہ تو بیان مسئلہ میں امام احمد رضا قدس سرہ کے کلمات سے اس کے احتیاط کی عکاسی ہوتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ اس پہلو کو بھی مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ''قبر تیار رکھنے کا شرعاً حکم نہیں'' ان الفاظ میں اور عالمگیری کے **لا باس به** میں کوئی تعارض نہیں۔

چوتھی مثال:

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

> ''جب میرے پیر بھائی برکات احمد کا انتقال ہوا اور دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا تو مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پچھلی مرتبہ روضۂ انور کے قریب آئی تھی''۔
>
> **(الملفوظ، حصہ دوم، ص: ۲۵)**

اس پر یہ اعتراض کہ احمد رضا صاحب نے اپنے پیر بھائی کی قبر کو روضۂ اقدس کے برابر کردیا۔ اس میں حضور ﷺ کی اور حضور ﷺ کے روضہ اقدس کی کھلی توہین ہے۔

(بریلوی مسلک کی حقیقت ص: ۵۴)

تجزیہ: وہابیہ اور دیابنہ کے پاس فضائل کو ناپنے کے بہت ہی حساس پیمانے ہیں کسی کی تعریف کو دوسرے کی تعریف سے ذرا سی مناسبت ہوئی کہ برابری ہوگئی۔ رسول اکرم ﷺ کے لئے علم **ماکان و مایکون** مانا تو اللہ کے علم سے برابری ہوگئی۔ کسی نیک امتی کی قبر میں وہ خوشبو ملی جو روضۂ اقدس کے قریب بھی ملی ہو تو گویا اس قبر کو روضۂ اقدس کے برابر کردیا۔ یہی منطق اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں کی گئی تعریف و توصیف پر کیوں نہیں چلتی؟ وہاں فضائل ناپنے والے آلے بے حس کیوں ہوجاتے ہیں؟

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں ان کی مقبولیت اور ان پر آقایانہ کرم فرماتے ہوئے سرکار کی تشریف آوری کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں اور خاص اس خوشبو کو تشریف آوری کی علامت کے طور پر بیان کررہے ہیں۔ مگر دیوبندی عقل اس سے مساوات اور برابری کا نتیجہ اخذ کررہی ہے۔ یہ لوگ تو رسول اکرم ﷺ کو صاف صاف اپنے جیسا بشر، اپنا بڑا بھائی، یا زیادہ سے زیادہ گاؤں کے زمیندار اور چودھری جیسا ''تقویۃ الایمان'' میں لکھ چکے، جسے پوری برادری چھاپتی لکھتی پڑھتی اور مانتی چلی آرہی ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی توہین نظر نہیں آتی۔

احادیث وسیرت کی متعدد کتب میں ایسے واقعات موجود ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے مستفیض ہونے والے متعدد صحابہ میں مشک و عنبر وغیرہ کی خوشبو آتی تھی۔ مثلاً:

> ایک صحابی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مصافحہ کرلیتا تو سارا دن اپنے ہاتھوں میں خوشبو محسوس کرتا تھا۔ جب وہ نور مجسم ﷺ اپنا دستِ شفقت کسی بچے کے سر پر پھیرتے تو وہ خوشبو کے

باعث دوسروں سے ممتاز پہچانا جاتا تھا۔

(کتاب الشفاء للقاضی عیاض مترجم، ص۱۲۵)

ایک عورت کو تھوڑا پسینہ عنایت ہوا، جب کپڑوں میں ملتی، تمام گھر مہک جاتا، یہاں تک کہ لوگ اس کے گھر کو "**بیت المطیبہ**" کہنے لگے اور کئی پشت تک ان کی اولاد میں خوشبو باقی رہی۔

محمد بن سعید بن مطرب نے خواب میں دیکھا کہ سرور عالم ﷺ نے میرے رخسار پر بوسہ دیا۔ بیدار ہوئے تو تمام گھر مہک رہا تھا اور اس رخسار سے آٹھ دن تک مشک کی خوشبو آتی رہی۔

اور سید قمر الدین اورنگ آبادی خواب میں مصافحہ شریفہ سے مشرف ہوئے مدت تک مشک کی خوشبو ان کے ہاتھوں سے محسوس ہوتی تھی۔

(الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح ص: ۱۱۴)

حضور سرور کونین ﷺ اپنے جس امتی پر جس طرح چاہیں کرم فرمائیں۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی حضرت برکات احمد پر یہ کرم فرمایا کہ ان کی قبر میں تشریف لائے یا اپنے روضۂ انور سے خوشبو کی نوازشات فرمائیں، خصوصاً ایسے موقع پر جب **ما تقول فی ہذا الرجل** کے طفیل جلوہ نمائی ہونے والی ہے۔ اس سے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی پر سرور کائنات ﷺ کی عنایت اور ان کی بارگاہِ رسالت میں مقبولیت کا پتا چلتا ہے۔

رہی حضور اکرم ﷺ کی توہین کی بات تو جن کی ساری زندگی شانِ الوہیت و رسالت میں توہین کرتے ہی گزری ہو۔ ایسے لوگ اگر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر توہینِ رسالت کا الزام دھریں تو ان کے لیے ابوالکلام آزاد کا یہ جملہ برمحل ہوگا:

"مولانا احمد رضا خان ایک سچے عاشقِ رسول ہیں۔ میں تو یہ

سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان سے توہین نبوت ہو"۔

(امام احمد رضا اربابِ علم و دانش کی نظر میں، ص: ۹۶)

روایت باللفظ یا روایت بالمعنیٰ:

الملفوظ میں کچھ مقامات وہ ہیں جہاں احادیث کریمہ کی عبارتیں درج ہیں جو بلفظہ حدیث میں نہیں ملتیں بلکہ کچھ تبدیلی کے ساتھ مثلاً خضاب سیاہ کی حرمت پر چھ حدیثیں پیش کی گئیں ہیں۔ جن میں پہلی حدیث بحوالہ مسلم شریف یوں درج ہے

غیروا ہذا الشیب و لا تقربوا السواد اور مسلم شریف میں یہ حدیث یوں ہے "**غیروا ہذا بشئی و اجتنبوا السواد**" دوسری حدیث سنن نسائی کے حوالے سے یوں پیش کی گئی ہے "**یاتی ناس یخضبون بالسواد کحو اصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ**"۔ (الملفوظ، حصہ دوم: ص :۱۰۳)

جب کہ سنن نسائی میں اس کا متن **قوم یخضبون بہذا السواد اخر الزمان کحو اصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ**۔

اس قسم کے لفظی اختلاف کو پیش کر کے تحریف جیسے سنگین الزامات عائد کیے جاتے ہیں۔

دراصل ملفوظات کی تدوین امالی کی شکل میں نہیں ہوئی تھی کہ اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے اور ساتھ ہی ساتھ املاء کیا جاتا ہو، بلکہ یہ مختلف نشستوں کے افادات یا استفسار کے جوابی ارشادات ہوتے جنہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے سننے کے بعد یا

دداشت کے سہارے قلم بند کرلیا جاتا۔صحت نقل کی تقدیر پر اس قسم کے فرق کو زیادہ سے زیادہ روایت بالمعنیٰ کا فرق قرار دیا جاسکتا ہے۔روایت باللفظ کی اہمیت وفضیلت سے انکار نہیں،لیکن روایت بالمعنیٰ ایک متبحر عالم جو نصوص کو اچھی طرح سمجھتا ہو کرسکتا ہے ۔ چنانچہ اصول حدیث کی کتاب نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

لا یجوز تعمد تغییر المتن بالنقص والمرادف الا لعالم بما یحیل المعانی۔ (ص:۱۱۹ مطبعۃ سفیر بالریاض)

ترجمہ: حدیث کے متن کو جان بوجھ کر بدلنا اور کلماتِ حدیث میں کمی کر کے اس میں اختصار کرنا اور کسی کلمے کو کسی مرادف کلمے سے بدلنا جائز نہیں مگر اس شخص کے لئے جو الفاظ کے معنی اور ان تغیرات کو جانتا ہو جن سے معنی بدل جاتے ہیں۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

و اما الروایة بالمعنی فالخلاف فیها شهیر، والأکثر علی الجواز ایضاً و من أقوی حججهم الاجماع علی جواز شرح الشریعة للعجم بلسانهم للعارف به فاذا جاز الابدال بلغة أخری فجوازه باللغة العربیة أولی وقیل انما تجوز فی المفردات دون المرکبات وقیل انما تجوز لمن یستحضر اللفظ لیتمکن من التصرف فیه و قیل انما تجوز لمن کان یحفظ الحدیث فنسی

لفظه و بقی معناه مرتسماً فی ذهنه فله ان یرویه بالمعنی لمصلحة تحصیل الحکم منه بخلاف من کان مستحضرا للفظه۔

(ص:۲۲۹ مطبعۃ سفیر بالریاض)

ترجمہ: روایت بالمعنیٰ کے سلسلے میں اختلاف مشہور ہے۔اکثر علماء اس کے جواز پر ہیں،ان کے مضبوط دلائل میں یہ ہے کہ شریعت کی توضیح وتشریح اہل عجم کے لئے ان کی زبان میں جانکار آدمی کے جائز ہونے پر اجماع ہے۔تو جب دوسری زبان سے بدلنا جائز ہے تو عربی زبان سے بدلنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ متنِ حدیث کے مفردات میں تبدیلی جائز ہے مرکبات میں نہیں۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس کے لیے جائز ہے جسے لفظ اس طرح مستحضر ہو کہ اس میں تصرف کر سکے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسا اس شخص کے لیے جائز ہے جسے حدیث یاد تھی، پھر الفاظ بھول گیا اور اس کا معنیٰ اس کے ذہن میں باقی ہے تو وہ روایت بالمعنیٰ کر سکتا ہے تا کہ اس سے حکم لے سکے، برخلاف اس کے جسے الفاظ حدیث مستحضر ہوں ۔

اس مقام پر محشی مفتی عبداللہ ٹونکی لکھتے ہیں:

قیل و یدل علیه أیضاً روایة الصحابة و من بعدهم القصة بالفاظ مختلفة و یدل ما روی من حدیث عبداللّٰه ابن سلیمان اللیثی قال قلت یا رسول اللّٰه انی اسمع منک الحدیث لا استطیع أن أو دیه کما أسمع منک ازید حرفاً أو أنقص فقال اذا لم تحلوا حراماً ولا تحرموا احلالاً واصبتم المعنی فلا بأس۔

(أیضاً)

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ صحابہ اور تابعین کا ایک ہی واقعے کو مختلف الفاظ سے روایت کرنا اس پر دلیل ہے اور حضرت عبداللہ بن سلیمان اللیثی کی حدیث بھی اس پر دلیل ہے ، فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ سے حدیث سنتا ہوں اور جیسی سنتا ہوں ویسی ادا نہیں کر پاتا ، کچھ کمی بیشی ہو جاتی ہے'' تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ کر دو اور مفہوم کی صحیح ادائیگی ہو جائے تو حرج نہیں۔

ان اقتباسات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ بیانِ حدیث میں اگر مفہوم نہ بدلا ہو تو روایت بالمعنیٰ پر اعتراض لا یعنی اور ذخیرہ حدیث کے ایک بڑے حصے کو لغو قرار دینے کے مترادف ہے۔'' یہ مضمون ''جہان مفتی اعظم'' میں شائع ہو چکا ہے''۔

آئینہ ''الملفوظ''

مولانا یٰسین اختر مصباحی

بانی وصدر دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

علم اور علماء کی فضیلت وعظمت اور مجالس علم وعلماء کی افادیت واہمیت سے ایک عام آدمی بھی اچھی طرح واقف ہے۔ دریائے فیض جب بہتا ہے اور ابر کرم جب برستا ہے تو وہ ہر وادی وکوہسار کو سیراب کر دیتا ہے اور روح کی تشنگی جب انسان کو مضطرب اور بے قرار بنا دیتی ہے تو وہ افتاں وخیزاں کسی نہ کسی طرح کوئی ایسا چشمہ اور آبشار تلاش کر کے ہی دم لیتا ہے جس سے اس کی تڑپتی روح کو سکون میسر آ سکے۔ افادہ و استفادہ کا یہ سلسلہ ابتدائے آفرینش سے جاری ہے اور قیامت تک یوں ہی جاری

رہے گا۔

خدائے علیم وخبیر علم وعلماء اور صحبت ومجالست ومذاکرۂ علماء وصالحین کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔

(سورۃ المجادلۃ۔آیت ۱۱)

اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا ہے درجے بلند فرمائے گا۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ

(سورۂ فاطر۔آیت ۲۸)

اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا عزت والا ہے۔

يُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ (سورۃ البقرہ۔آیت ۲۶۹)

اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔ اور نصیحت وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً۔ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ

(سورۃ التوبہ۔آیت ۱۲۲)

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

(سورۃ التوبہ۔آیت ۱۱۹)

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

(سورۃ الانبیاء۔آیت ۷)

معلم کائنات فخر موجودات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اُغْدُ عَالماً او متعلماً او مُستمِعاً او مُحباً وَلا تكنِ الخامسَ فتهلكَ

(رواہ البزار والطبرانی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)

عالم دین بنو یا طالب علم بنو یا عالم دین کی بات سننے والا بنو یا اس سے محبت کرنے

والا بنو اور پانچواں نہ بنو کہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِى الدين

(صحیح بخاری عن معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔
مسجد نبوی میں ایک بار صحابہ کرام کی ایک مجلس ذکر اور ایک مجلس علم کو دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا۔

كِلَا هُمَا عَلٰى خَيْرٍ وَاَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ۔ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَ يَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ وَ اِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ۔ وَاَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ اَوِ الْعِلْمَ وَ يُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ۔ وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِمْ۔

(رواہ الدارمی عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ و مشکوۃ المصابیح)

یہ دونوں مجالس خیر ہیں مگر ان میں ایک مجلس دوسری سے افضل ہے۔ رہے یہ لوگ تو اللہ سے دعا کر رہے ہیں اور اس کی طرف راغب ہیں۔ وہ اگر چاہے تو انہیں عطا فرمائے اور چاہے تو کچھ نہ دے۔ اور یہ لوگ فقہ دین اور علم سیکھ رہے ہیں اور نہ جاننے والوں کو سکھاتے ہیں تو یہ افضل ہیں اور میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ مجلس علم میں بیٹھ گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

مَجَالِسَةُ الْعُلَمَاءِ عِبَادَةٌ (رواہ الدیلمی فی الفردوس)

علماء کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

فَلاَ تُفَارِقُوا مَجَالِسَ الْعُلَمَاءِ فَاِنَّ اللّٰہَ لَمْ يَخْلُقْ تُرْبَةً عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَكْرَمَ مِنْ مَجَالِسِ الْعُلَمَاءِ۔

(تفسیر کبیر للرازی جلد اول)

علمائے کرام کی مجلسوں کو نہ چھوڑو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر علماء کی مجلسوں سے زیادہ شرف رکھنے والی کوئی مٹی نہیں پیدا فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَلِمَةُ حِكْمَةٍ يَسْمَعُهَا الرَّجُلُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ وَالْجُلُوسُ سَاعَةً عِنْدَ مُذَاكِرَةِ الْعِلْمِ خَيْرٌ مِنْ عِتْقِ رَقَبَةٍ۔ (رواہ الدیلمی)

شریعت وحکمت کی ایک بات کا سننا سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور علم دین کی گفتگو کرنے والوں کے پاس ایک گھڑی بیٹھنا غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب میں بغرض تحصیل علم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے در دولت پر جاتا اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے تو براہ ادب ان کو

آواز نہ دیتا۔ ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹا رہتا۔ ہوا خاک اور ریت اڑا کر مجھ پر ڈالتی۔ پھر جب حضرت زید کاشانۂ اقدس سے تشریف لاتے اور فرماتے، اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرادی؟ میں عرض کرتا مجھے لائق نہ تھا کہ آپ کو اطلاع کراتا۔ یہ وہ ادب ہے جس کی تعلیم قرآن عظیم نے فرمائی''۔ **اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لاَ يَعْقِلُوْنَ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔** (سورہ الحجرات۔ آیت ۵) وہ جو حجروں کے باہر سے تمہیں آواز دیتے ہیں ان میں بہت کو عقل نہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم باہر تشریف لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھامی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ کیا ہے اے ابن عم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟'' انہوں نے کہا ''ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علماء کے ساتھ ایسا ادب کریں''۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اترے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا ''ہمیں یہی حکم ہے کہ اہل بیت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں''۔ (الملفوظ حصہ اول)

علم وفضل، ورع وتقویٰ، صدق وصفا، نور ونکہت اور شرافت وکرامت طبع ونفس کی یہ ایمان افروز اور روح پرور باتیں صدر اول کی ہیں جن کی برکتوں کا ظہور دور تابعین و

تبع تابعین وائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم میں بھی ہوتا رہا جنہیں آج ہم اپنی ظاہری نگاہوں سے نہیں دیکھ سکتے لیکن ان کے نقوش حیات کی کچھ تجلیات ان کتابوں کے صفحات پر مشاہدہ کر سکتے ہیں جو گردش روزگار سے محفوظ رکھ کر امین ودیانت دار ہاتھوں نے بطور وراثت ہم تک منتقل کی ہیں اور ہمیں ان سے مستفیض ومستنیر ہونے کے زریں مواقع فراہم کئے ہیں۔ اپنے طائر فکر وخیال اور چشم تصور کے سہارے ہم ان صفحات پر وہ مجالس ومحافل علم وحکمت آباد اور زندہ وتابندہ دیکھ سکتے ہیں جہاں ایمان ویقین، روحانیت وتقدس، دانش وبینش اور فضل وکمال کے خزانے لٹ رہے ہیں اور بقدر ظرف وصلاحیت ہر شخص کو اس کا حصہ مل رہا ہے۔

سرزمین ہند کا دامن بھی ایسے علماء وفقہاء وفضلاء واعاظم واکابر واسلاف کرام کی دولت اور ان کی یادوں سے معمور ہے جو اپنے اپنے عہد وعصر میں زمان برکت نشان کے پرتو تھے اور جنہیں دیکھنے، جن کی بات سننے، جن کی محفل میں بیٹھنے، جن کی خدمت کرنے، جن کا ادب واحترام بجالانے اور جن کا ذکر وبیان ومدح وستائش کرنے کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔

تیرھویں صدی ہجری کی وہ مقتدر شخصیت بھی ایسے ہی نفوس قدسیہ کی فہرست میں شامل ہے جن کی زیارت ومجالست کو علماء ومشائخِ دہر نے باعث برکت وسعادت سمجھا اور جس نے خود بھی اپنے معاصر علماء ومشائخ کے ساتھ یہی رویہ اور یہی روش اپنا کر وقار علم وعلماء کی روایت کو نہ صرف یہ کہ برقرار رکھا بلکہ اسے پروان بھی چڑھایا۔ جسے شیخ الاسلام والمسلمین فقیہ اسلام مرجع انام حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ (متولد ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے نام سے عالم اسلام میں قابل رشک شہرت وعزت حاصل ہے۔

ملک العلماء حضرت مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری (متولد محرم الحرام ۱۳۰۳ھ/اکتوبر ۱۸۸۰ء۔ متوفی جمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ/نومبر ۱۹۶۲ء) احترام واکرام علم وعلماء کے ایک روحانی اورتاریخی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دبدبۂ سکندری رامپور مورخہ یکم اپریل ۱۹۱۲ء میں ہے کہ رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ کا مبارک مہینہ ہے کہ اعلیٰ حضرت (مولانا الشاہ احمد رضا) مدظلہم الاقدس گنج مرادآباد تشریف لے گئے اور ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہمراہیوں کو (حضرت) شیخ (فضل رحمن گنج مرادآبادی تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں بھیجا اور تاکید فرمادی کہ صرف اتنا کہنا! ایک شخص بریلی سے آیا ہے، ملنا چاہتا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے معاً فرمایا! وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ ان کے دادا اتنے بڑے عالم، ان کے والد اتنے بڑے عالم، اور وہ خود عالم، فقیر کے پاس کیا دھرا ہے؟ پھر بکمال لطف فرمایا! بلایئے، تشریف لائے۔ بعد ملاقات اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے مجلس (میلاد) شریف کی نسبت حضرت شیخ علیہ الرحمۃ سے استفسار کیا۔ ارشاد فرمایا! پہلے تم بتاؤ؟ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے فرمایا! میں مستحب جانتا ہوں۔ فرمایا! آپ لوگ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں اور میں سنت جانتا ہوں۔ صحابہ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ یہی نا کہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا، انہوں نے یہ معجزے

دکھائے، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیئے۔ اور میلاد شریف میں کیا ہوتا ہے؟ یہی بیان ہوتے ہیں جو صحابہ اس مجمع میں کرتے تھے۔ فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڈو) بانٹتے ہو، وہ اپنی مجلس میں موڑ (سر) بانٹتے تھے۔

غرض شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کو بکمال اعزاز و اکرام باصرار تام تین روز ٹھہرایا۔ انتیس ماہ مبارک کو رخصت کیا جب عید سر پر آگئی۔ اور وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔

(ص ۷۷۔ حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول ترتیب جدید مطبوعہ ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء رضا اکیڈمی ممبئ۔ ۳)

"جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ' کہتا ہے کہ جس زمانہ میں قصیدہ آمال الابرار وآلام الاشرار اعلیٰ حضرت (مولانا الشاہ احمد رضا) کو سنایا کرتا تھا جب اس شعر پر پہنچا

اذا حلّوا تمصّرت الایادی

اذا راحوا فصار المصر بیدا

جب وہ تشریف فرما ہوتے ہیں تو ویرانہ شہر بن جاتا ہے اور جب وہ کوچ کرتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ تو محض شاعرانہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا! نہیں بلکہ یہ واقعہ ہے۔ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا عبد القادر (بدایونی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی

شان تھی کہ جب وہ یہاں فروکش ہوتے، عجیب رونق اور چہل پہل ہو جاتی، در و دیوار روشن ہو جاتے، انوار و برکات کی بارش ہوتی۔ اور جب واپس تشریف لے جاتے باوجودیکہ صرف وہی ایک جاتے، گھر کے سب لوگ محلہ والے، سب کے سب رہتے لیکن عجیب اداسی اور ویرانی چھا جاتی۔ دولہا گیا، رہ گئے براتی۔

(ق، ۱۹۶، ۱۹۷)

جامع حالات غفرلہ' کہتا ہے کہ میرے زمانۂ قیام بریلی شریف یعنی ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک علمائے اہل سنت ومشائخ کرام وداعیان دین وملت و دیگر حضرات اہل سنت وجماعت برابر تشریف لایا کرتے۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ ایک دو مہمان تشریف نہ لاتے ہوں۔ ان سب کی خاطر مدارات حسب مرتبہ کی جاتی۔ اور علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت (مولانا الشاہ احمد رضا) کی مسرت کی جو حالت ہوتی احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ خصوصاً حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب پیلی بھیتی، حضرت ابوالوقت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا ہدایت الرسول صاحب لکھنوی، حضرت مولانا سراج الدین ابوالذکاء شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری، حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رامپوری، حضرت مولانا شاہ ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپوری، حضرت مولانا عید الاسلام شاہ عبدالسلام صاحب جبل پوری، حضرت مولانا سید شاہ محمد فاخر صاحب اجملی الہٰ آبادی، حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھوی اور ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب، جناب مولانا قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی، مولانا محمد عمر الدین صاحب ہزاروی نزیل ممبئ، حضرت مولانا سید دلدار علی صاحب الوری ثم

لاہوری، حضرت مولانا شاہ احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی، حضرت الاستاذ مولانا شاہ عبید اللہ صاحب الہٰ آبادی ثم کانپوری، مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری، مولانا سید شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری ثم علی گڑھی، مولانا رحیم بخش صاحب آروی، مولانا سید شاہ عبد الغنی صاحب سہسرامی وغیرہ وغیرہ علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت کا سماں تو بیان سے باہر ہے۔ (ص ۲۱۷ تا ۲۱۹ حیات اعلیٰ حضرت اول ترتیب جدید)

اپنے سفر حج و زیارت ۱۳۲۳ھ کے ایام میں حرمین طیبین کے اکابر علماء کی ملاقات اور ان سے مذاکرات دینیہ و علمیہ وغیرہ کے احوال امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی قدس سرہ خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”زمانۂ قیام میں علماء و عظمائے مکہ معظّمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں۔ ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا، مذاکرات علمیہ رہتے۔ شیخ عبد القادر کردی مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے، مسجد الحرام شریف کے احاطے ہی میں ان کا مکان تھا۔ انہوں نے تقرر دعوت سے پہلے باصرار تام پوچھا کہ تجھے کیا چیز مرغوب ہے؟ ہر چند عذر کیا نہ مانا۔ آخر گزارش کی **الحُلو البَارِد شیریں سرد**۔ ان کے یہاں دعوت میں انواع اطعمہ جیسے اور جگہ ہوتے تھے ان کے علاوہ ایک نفیس چیز پائی کہ **اَلحُلُو البَارِدُ** کی پوری مصداق تھی، نہایت شیریں و سرد اور خوش ذائقہ۔ ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے؟ کہا **رضِی الوَالِدَین**۔ اور وجہ تسمیہ یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں یہ پکا کر کھلائے راضی ہو جائیں گے۔ فقیر دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملنے کو جاتا۔ مولانا شیخ صالح کمال و شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل و مولانا عبد الحق مہاجر الٰہ آبادی اور کتب خانہ میں مولانا سید اسماعیل کے پاس۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ یہ حضرات اور باقی تمام حضرات فرودگاہ فقیر پر تشریف لایا کرتے۔ صبح سے نصف

شب کے قریب تک ملاقاتوں ہی میں وقت صرف ہوتا۔ مولانا شیخ صالح کمال کی تشریف آوری کی تو گنتی نہیں۔ اور مولانا سید اسماعیل التزاماً روزانہ تشریف لاتے۔ خصوصاً ایام علالت میں کہ یکم محرم الحرام ۱۳۲۴ھ سے سلخ محرم تک مسلسل رہی۔ دن میں دوبار تشریف لاتے اور ایک بار کا آنا تو ناغہ ہی نہ ہوتا الخ۔ (الملفوظ دوم)

یہاں (مدینہ منورہ) کے حضرات کرام کو حضرات مکہ معظّمہ سے زیادہ اپنے اوپر مہربان پایا۔ بحمد اللہ اکتیس روز حاضری نصیب ہوئی۔ بارہویں شریف کی مجلس مبارک یہیں ہوئی۔ صبح سے عشاء تک علماء کا اسی طرح ہجوم رہتا، بیرون باب مجیدی (مدینہ منورہ) مولانا کریم اللہ رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت مولانا عبد الحق مہاجر الہ آبادی رہتے تھے ان کے خلوص کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ (الملفوظ دوم)

علمائے کرام نے یہاں (مدینہ منورہ میں) بھی فقیر سے سندیں اور اجازتیں لیں۔ خصوصاً شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کے الطاف کی تو حد ہی نہ تھی۔ اس فقیر سے خطاب میں یا سیدی فرماتے۔ میں شرمندہ ہوتا۔ ایک بار میں نے عرض کی! حضرت سید تو آپ ہیں۔ فرمایا! واللہ تم سید ہو۔ میں نے عرض کی! میں سیدوں کا غلام ہوں۔ فرمایا! تو یوں بھی سید ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ”**مَولَی القَومِ مِنہُم**“، قوم کا غلام آزاد شدہ انہیں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سادات کرام کی سچی غلامی اور ان کے صدقہ میں آفات دنیا و عذاب قبر و عذاب حشر سے کامل آزادی عطا فرمائے۔ آمین۔

یونہی حضرت مولانا سید عباس رضوان و مولانا سید مامون بری و سید احمد جزائری و مولانا شیخ ابراہیم خربوتی و مفتی حنفیہ مولانا تاج الدین الیاس و مفتی حنفیہ سابقاً مولانا عثمان بن عبد السلام واغستانی وغیرہم حضرات کے کرم بھولنے کے نہیں۔

(الملفوظ دوم)

واللہ اعلم وہ کیا بات تھی جس نے حضرات کرام مدینہ طیبہ کو اس ذرہ بے مقدار کا مشتاق بنا رکھا تھا۔ یہاں تک کہ مولانا کریم اللہ صاحب فرماتے تھے کہ علماء تو علماء اہل بازار تک کو تیرا اشتیاق تھا۔ (الملفوظ دوم)

ایسا عالم ربانی کہ دانش برہانی سے جس کا دل دماغ روشن ہو۔ جس کا پورا وجود علم و فضل و کمال سے معمور ہو۔ جو شہیر حل و حرم اور مقبول عرب و عجم ہو۔ اکابر حجاز مقدس جس سے سندیں اور اجازتیں لیں، جس کی کتب و رسائل اور فتاویٰ تصدیقات و تقریظات مشاہیر علماء اسلام سے مزین ہوں، جس کی مجالس و محافل میں ہر لمحہ ذکر خدا و رسول ہو اور جس کی زیارت سے اللہ کی یاد تازہ ہو جائے، جس کے روئے زیبا کا دیدار عبادت ٹھہرے، جس کی ہر بات اور ہر ادا سنت مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کی مجسم تصویر ہو اور جو اسلاف کرام کا سچا متبع اور ان کی روایتوں کا امین ہو اس کے ملفوظات کیوں نہ جمع ہوں اور جو ملفوظات جمع ہو چکے ہیں وہ کیوں نہ عام کئے جائیں اور دنیا بھر میں ان کا ذکر اور چرچا ہو؟ یہاں واضح رہے کہ جمع ملفوظات کی یہ کوئی پہلی اور طبع زاد کوشش نہیں بلکہ صدیوں پہلے سے علماء و مشائخ کرام کے ملفوظات جمع کئے جاتے رہے ہیں اور ان سے عوام و خواص استفادہ کرتے رہے ہیں۔ عربی زبان میں ''امالی'' کے نام سے کئی کتابیں ملتی ہیں۔ ہندوستان میں دلیل العارفین اور فوائد الفوائد وغیرہ ملفوظات مشائخ اس جمع ملفوظات کی ابتدائی اہم کڑیاں ہیں۔

یہ (جمع ملفوظ) کام ہوا اور جتنا بھی ہوا وہ بڑا جامع بڑا مفید بڑا مستند اور بڑا ہی دل پذیر ہوا۔ کیسے اور کتنا ہوا۔ کیوں اور کس طرح ہوا۔ اور جو نہیں ہوسکا اس پر کتنا افسوس ہوا؟ یہ سب جاننے کے لئے مرتب ملفوظات شہزادۂ امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی

قدس سرہ سیدی و مرشدی حضرت مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفی رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ (متولد ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء۔ متوفی ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) کی یہ تحریر پر تنویر ملاحظہ فرمائیں:

''غرض میری جان ان پاک قدموں پر قربان، جب سے یہ قدم پکڑے، آنکھیں کھلیں، اچھے برے کی تمیز ہوئی، اپنا نفع و زیاں سوجھا، منہیات سے تابمقدور احتراز کیا اور اوامر کی بجا آوری میں مشغول ہوا۔ اور اب اعلیٰ حضرت (مولانا الشاہ احمد رضا) مدظلہ الاقدس کی بافیض صحبت میں زیادہ رہنا اختیار کیا۔ یہاں جو دیکھا کہ شریعت و طریقت کے وہ باریک مسائل جن میں مدتوں غور و خوض کامل کے بعد بھی ہماری کیا بساط، بڑے بڑے سر ٹیک کر رہ جائیں۔ فکر کرتے کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف **انا لا ادری** کا دم بھریں۔ وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرما دیئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے، گویا اشکال ہی نہ تھا۔ اور وہ دقائق و نکات مذہب و ملت جو ایک چیستاں اور ایک معمہ ہوں، جن کا حل دشوار سے زیادہ دشوار ہو، یہاں منٹوں میں حل فرما دیئے جائیں۔ تو خیال ہوا کہ یہ جواہر عالیہ و زواہر غالیہ یوں ہی بکھرے رہے تو اس قدر مفید نہیں جتنا سلک تحریر میں نظم کر لینے کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ خود ہی متمتع ہونا یا زیادہ سے زیادہ ان کا نفع حاضر باشان دربار عالی کو ہی پہنچنا، باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا ٹھیک نہیں۔ ان کا نفع جس قدر عام ہوا تنا ہی بھلا۔ لہٰذا جس طرح ہو یہ تفریق جمع ہو۔ مگر یہ کام مجھ سے بے بضاعت اور عدیم الفرصت کی بساط سے کہیں سوا تھا اور گویا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا تھا اس لئے بار بار ہمت کرتا اور بیٹھ جاتا۔

میری حالت اس شخص کی سی تھی جو کہیں جانے کے ارادے سے کھڑا ہو مگر مذبذب

ہو، ایک قدم آگے ڈالتا اور دوسرا پیچھے ہٹا لیتا ہو۔ مگر دل جو بے چین تھا کسی طرح قرار نہ لیتا۔ آخر **اَلسَّعْیُ مِنِّی وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ** کہتا کمر ہمت چست کرتا اور **حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل** پڑھتا اٹھا اور ان جواہر نفیسہ کا ایک خوشنما ہار تیار کرنا شروع کیا۔ اور میں اپنے رب ﷻ کے کرم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس ہار کو ہی میری جیت کا باعث بنائے۔ ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ **وَاللّٰہ تَعَالٰی وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ وَ ھُوَ حَسْبِی وَ خَیْرُ رَفِیْقٍ۔ وَ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلٰی خَیرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ۔**

میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ کے ملفوظات جمع کروں مگر بے فرصتی آڑے آئی اور میں اپنے اس عالی مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے کیا۔ آگے قبول و اجر کا اپنے مولیٰ تعالیٰ سے سائل ہوں ۔ **وَ ھُوَ حَسْبِی وَ رَبِّی۔**

(تمہید الملفوظ حصہ اول)

امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی نے جمع ملفوظات کی خدمت پر اظہار مسرت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

میرے ملفوظ کچھ کئے محفوظ — مصطفی، مصطفی کا ہو ملحوظ
نام تاریخی اس کا رکھتا ہوں — زبرو بینہ میں الملفوظ ۱۳۳۸ھ

اعداد نکالنے کے عام طریقے سے الملفوظ کے ساتوں حروف کے اعداد ۱۰۹۷ھ ہوتے ہیں اور ہر حرف کو پورا (الف، لام وغیرہ) لکھ کر مجموعی اعداد ۱۳۳۸ ہوتے ہیں ۔ آخری مصرع میں یہی بات کہی گئی ہے۔

الملفوظ (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) کئی سال کی متفرق کاوشوں کا نتیجہ اور علوم و اسرار و حقائق کا گنجینہ ہے جس کا مطالعہ بیش قیمت معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ اور مجالس و محافل رضویہ تک اپنے آپ کو پہنچانے کا بہترین وسیلہ ہے۔ اس بزم رضا کی برکت و سعادت اور معارف رضا کی رنگارنگی دیکھ کر طبیعت مچل اٹھتی ہے اور روح پکار اٹھتی ہے کہ

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی — وہ اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں

علوم و معارف قرآن حکیم، عقائد و کلام، فقہ و افتاء، تصوف و تزکیہ، سیرت و تاریخ، احقاق حق و ابطال باطل، تحقیق و تردید، ہیئت و فلسفہ، واقعات و حکایات، متنوع مباحث و مسائل، تفصیلات اسفار، ان سب کا مجموعہ ہے یہ الملفوظ ۔ پہلے الرضا بریلی و تحفہ حنفیہ پٹنہ و یادگار رضا بریلی میں متفرق طور پر شائع ہوا۔ پھر حسنی پریس بریلی سے پہلی بار کتابی شکل میں اس کی اشاعت ہوئی۔ اس کے اکثر قدیم نسخے جو نقل در نقل ہوتے رہے ان میں کتابت کی غلطیاں بلکہ بعض تصرفات بھی نظر آتے ہیں ۔ اب یہ کوشش کی گئی ہے کہ تصحیح و اصلاح میں کوئی بے توجہی اور خامی نہ رہ جائے ۔ پھر بھی غلطیوں کا امکان باقی ہے اور اس سے کوئی مفر بھی نہیں ہے ۔

الملفوظ کے بعض مقامات عام قارئین کی فہم سے بالاتر ہیں اور بعض ایسے مقامات بھی ہیں جنہیں سمجھنے میں کچھ لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے ۔ اور ایسا بھی ہوا ہے کہ اہل سنت کے ایک حریف طبقے نے محض عناد و مخاصمت کے جذبات سے مغلوب ہو کر چند مقامات کو نشان طعن و تشنیع بنا کر اپنی تحریر و تقریر کے ذریعے غلط فہمی و بدگمانی پھیلانے کی ایک مسلسل اور مذموم حرکت کی ہے جس کا علمائے اہل سنت نے بار بار تحقیق و

الزامی جواب دیا ہے مگر وہ ابھی تک قبول حق کی صلاحیت سے اپنے آپ کو محروم اور نا اہل ثابت کرتا چلا آ رہا ہے۔

یہاں نہایت اختصار و اجمال کے ساتھ ہم بعض ان مقامات کی نشاندہی اور اہل سنت کے انہیں جوابات کا اعادہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ تفصیل کے لئے قارئین کرام علمائے اہل سنت کی کتب و رسائل بالخصوص تحقیقات از شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی سابق صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ، یوپی (متوفی ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء) کا مطالعہ فرمائیں۔

عرض و ارشاد کی شکل میں سوال و جواب تحریر کئے گئے ہیں۔ ملفوظات کا آغاز مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی قدس سرہ (متوفی ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء) کے سوال اور امام احمد رضا کے جواب سے اس طرح ہوتا ہے۔

حدیث نور کی تحقیق وتوضیح:

عرض: حضور! سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی گئی؟

ارشاد: حدیث میں ارشاد فرمایا گیا: "**یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ۔**"

اے جابر بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا فرمایا۔
(الملفوظ اول)

اس حدیث نور کو قدیم و مستند محدثین اور اجلہ علمائے کرام نے اپنی اپنی کتابوں مثلاً مصنف عبد الرزاق، مواہب لدنیہ، زرقانی علی المواہب، فتاویٰ حدیثیہ، سیرت حلبیہ، مدارج النبوۃ وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔

اس وقت میرے سامنے فضیلۃ الدکتور عیسیٰ بن عبد اللہ بن محمد بن مانع الحمیری

مدیر عام **دائرۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ بدبئی (الامارات العربیۃ المتحدۃ)** کی ایک سو پانچ صفحات پر مشتمل تازہ ترین کتاب (مطبوعہ ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء) "**الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف**" **للحافظ الکبیر ابی بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی** (المتولد سنۃ ۱۲۶ھ۔ المتوفی ۲۱۱ھ) ہے جس کے اندر حدیث نور اور اس سے متعلق مکمل تحقیق کے ساتھ شبہات و اشکالات کے اطمینان بخش جوابات بھی درج ہیں۔ شیخ عیسیٰ مانع سابق وزیر حج و اوقاف دبئی لکھتے ہیں:

ومن توفیق اللہ ﷻ اننا عثرنا فی ھذہ النسخۃ علی حدیث جابر مسندا۔ بل وتبیّن لنا ان النسخۃ المطبوعۃ قد سقط منہا عشرۃ ابواب، بعد اجراء المقابلۃ بین النسختین المطبوعۃ والمخطوطۃ۔ کما سیعرف القاری الکریم من المقارنۃ بین النسختین فی ھذا التحقیق ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وتبیّن لنا بعد ذلک صحۃ الحدیث الذی یرویہ عبد الرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر بن عبد اللہ الانصاری (قال: سألت رسول اللہ عن اول شئی خلقہ اللہ تعالی فقال: ھو نور نبیک یا جابر ---) الحدیث

فثبت لدینا بان سیدنا و مولانا محمدا صلی

اللّٰہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اول مخلوق فی العالم ای اول روح مخلوقۃ و آدم اول شبحیۃ مخلوقۃ اذأن آدم مظھر من مظاھرہ صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔ ولا بدّ للجوھر ان یتقد مہ مظھر۔ فکان آدم متقدماً بالظھور فی عالم التصویر والتدبیر۔ وسیدنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مقدماً فی عالم الامر والتقدیر۔ لانہ حقیقۃ الحقائق وسراج المشارق فی کل المغارب

(ص۸۰۷۔ الجزء المفقو دللدکتور عیسیٰ بن عبداللّٰہ بن محمد بن مانع الحمیری عمید کلیۃ الامام مالک للشریعۃ والقانون بدبی۔ الطبعۃ الاولی سنۃ ۱۴۲۵/ ۲۰۰۵م)

مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے الجزء المفقود میں حدیث نور کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر قال سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن اول شئی خلقہ اللّٰہ تعالیٰ؟ فقال: ھو نور نبیک یا جابر! خلقہ اللّٰہ، ثم خلق فیہ کل خیر، و خلق بعدہ کل شئی۔

اس حدیث نور میں نور محمدی کی متعدد تقسیمات کا ذکر ہے اور پھر اس کا آخری حصہ یہ ہے۔

فلما اخرج اللّٰہ النور من الحجب رکبہ اللّٰہ فی الارض فکان یضئی منھا ما بین المشرق والمغرب کالسراج فی اللیل المظلم، ثم خلق اللّٰہ آدم من الارض فرکب فیہ النور فی جبینہ، ثم انتقل منہ الی شیث، و کان ینتقل من طاھر الی طیب، و من طیب الی طاھر، الی ان اوصلہ اللّٰہ صلب عبداللّٰہ بن عبد المطلب، و منہ الی رحم امی آمنۃ بنت وھب۔

ثم اخرجنی الی الدنیا فجعلنی سید المرسلین، و خاتم النبیین، و رحمۃ للعٰلمین، و قائد الغر المحجّلین، و ھکذا کان بدء خلق نبیک یا جابر۔

(ص ۶۵، ۶۶۔ الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف، بتحقیق الدکتور عیسی مانع، المطبوع سنۃ ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵م)

مدت تخلیق زمین وآسمان کی بحث:

الملفوظ کے اندر مذکور حدیث نور سے متصل ایک عرض کے ارشاد میں تخلیق ارض و سماء کا مسئلہ ہے۔ قرآن حکیم میں **سورۂ حٰم، سورۃ البقرۃ، سورۃ نازعات، سورۂ یونس** وغیرہ میں تخلیق ارض وسماء کا ذکر ہے۔ کتب تفسیر و احادیث میں اس کی تشریح وتفصیل ہے کہ زمین وآسمان کی تخلیق میں کون متقدم اور کون متأخر ہے؟

اور مفسرین ومحدثین نے تطبیق واختلاف کی صورتیں بھی تحریر فرمائی ہیں کہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں کتنے دنوں میں اور کس طرح پیدا اور ظاہر ہوئیں؟

سورۃ اعراف آیت ۵۴، **سورۃ یونس** آیت ۳، **سورۃ ھود** آیت ۷، **سورۃ فرقان** آیت ۵۹، **سورۃ ق** آیت ۹ **سورۃ حدید** آیت ۴، **سورۃ سجدہ** آیت ۴ میں چھ دن میں تخلیق زمین وآسمان کا ذکر ہے۔ **سورۃ حٰمٓ السجدہ** آیت ۱۰، ۱۱ میں دو دن میں زمین دو دن میں آسمان اور دو دن میں ان کے درمیان کی چیزوں کی تخلیق کا ذکر ہے۔ اور آنے والی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمین اور اس کے بعد آسمان کی تخلیق ہوئی جس کی تائید بیہقی وحاکم وطبری کی ایک روایت سے ہوتی ہے اور ابن عباس وزمخشری اور اکثر مفسرین اسی کے قائل ہیں کہ زمین پہلے بنی۔ ترجمۂ آیات یہ ہے۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے اور پھر آسمان کی طرف استوا (قصد) فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۹)

کیا تم لوگ اس کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو؟ وہ ہے سارے جہان کا رب۔ اور اس میں اس کے اوپر لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں۔ یہ سب ملا کر چار دن میں، ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو۔ پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے۔ دونوں نے عرض کی ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے تو انہیں پورے سات آسمان کردیا دو دن میں اور ہر آسمان میں اسی کے کام کے احکام بھیجے۔ (**سورت حٰمٓ السجدہ** آیت ۹ تا ۱۲)

مقاتل وقتادہ وسدی وبیضاوی اس کے قائل ہیں کہ پہلے آسمان بنا اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔" اور اس کے بعد زمین پھیلائی اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو جمایا۔ (**سورۃ نازعات** آیت ۳۰ تا ۳۲)

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (متوفی ۷۱۰ھ) لکھتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ اللہ نے اتوار اور دوشنبہ کو زمین کی تخلیق کی۔ منگل کو پہاڑ اور بدھ کو پانی، آبادی، ویرانہ۔ اور جمعرات کو آسمان اور جمعہ کو چاند، سورج، فرشتے بنائے۔ آدم علیہ السلام کو جمعہ ہی کے دن آخری گھڑی میں بنایا۔ (ترجمہ ص ۸۹ جلد ۴ مدارک التنزیل)

استاذ محترم بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یوپی کا ایک تحقیقی مضمون اس موضوع پر اس وقت میرے سامنے ہے جو ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور صفحہ ۱۲ تا ۱۹ شمارہ مئی جون ۱۹۸۵ء میں شائع ہو چکا ہے، اس مسئلہ کی مزید تحقیق وتفصیل اس کے اندر دیکھی جا سکتی ہے۔ بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون میں ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا کا ارشاد قرآن و حدیث اور کتب تفسیر کے مطابق ہے۔ اور پہلے زمین بنی یا آسمان یا ان میں سے کس کا کب کس طرح ظہور ہوا اس کے بارے میں مفسرین کرام کے درمیان اختلاف ہے مگر کسی نے کسی مفسر و عالم دین کو مخالف قرآن و حدیث نہیں کہا۔ اس مضمون کے آخری حصہ میں آپ امام احمد رضا کے حوالے ہی سے یہ تحقیق نقل کرتے ہیں:

"نور احدیت کے پرتو سے نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنا۔ اور اس کے پرتو سے تمام عالم ظاہر ہوا۔ اول پانی پیدا ہوا پھر اس

میں دھواں اٹھا اس سے آسمان بنا۔ پھر پانی کا ایک حصہ منجمد ہو کر زمین ہو گیا اسے خالق ﷻ نے پھیلا کر سات پرت کر دیا۔ پھر اسی طرح آسمان کے سات طبقے کئے۔ یوں ہی پانی سے آگ بنی۔ ممکن ہے کہ پانی کسی قسم کی حرارت پا کر ہوا ہوا ہو۔ اور ہوا گرم ہو کر آگ یا جس طرح مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے چاہا۔ غرض پانی مادہ مخلوقات کا ہے۔

امام احمد، ابن حبان، و حاکم کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ **کل شیء خلق من الماء** ہر چیز پانی سے بنی ہے۔ (ص ۸۔ کشف الحقائق از امام احمد رضا)

الفاظ و معانی قرآن کی حفاظت کی بحث:

حفاظت الفاظ و معانی قرآن سے متعلق ایک سوال و جواب اس طرح ہے۔

عرض: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ**''۔

قرآن شریف کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا جب اس کے الفاظ محفوظ ہوئے تو معانی کی حفاظت ضرور کہ معانی الفاظ سے منفک نہیں ہو سکتے اور معانی قرآن کی صفت **تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ** ہے تو قرآن عظیم ہی سے **تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ** کا دوام ثابت ہو گیا۔

ارشاد: قرآن عظیم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا اگر چہ معانی ان الفاظ کے ساتھ ہیں لیکن ان معانی کا علم میں ہونا کیا ضرور؟ نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج

ہوتا ہے **ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ**۔ اور یہ ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو۔ **اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ**۔ (الملفوظ حصہ سوم)

اس جامع اور علمی و تحقیقی ارشاد پر معاندین و مخالفین نے بے جا اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا کہ اس کے اندر معاذ اللہ حفاظت قرآن کا انکار ہے۔ قرآن عظیم کی توہین ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بھی توہین ہے۔ جس کا بڑا ہی اطمینان بخش اور مسکت جواب علماء اہل سنت نے دیا جو مختصراً درج ذیل ہے:

''سائل کی دلیل کا پہلا مقدمہ یعنی الفاظ کی حفاظت معانی کی حفاظت کو مستلزم ہے درست تھا اس لئے کہ معانی الفاظ سے جدا نہیں ہو سکتے لیکن دوسرا مقدمہ کہ معانی کی حفاظت معانی کی صفت **تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ** کو مستلزم ہے درست نہیں۔ اس لئے کہ معانی **تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ** ہونا ان معانی کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ صرف محفوظ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سمجھ بھی لئے جائیں ورنہ لازم آئے گا کہ الفاظ کے علم میں آتے ہی تمام معانی کا بھی علم ہو جائے تعلیم الٰہی کی ضرورت نہ رہے حالانکہ ایسا نہیں۔

یعنی الفاظ قرآن کے علم کے بعد معانی مراد جاننے کے لئے بیان الٰہی کا محتاج ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے **ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ** یعنی قرآن پاک کو آپ کے سینے میں جمع کرنے کے بعد ہم پر اس کا بیان ہے تو واضح طور پر ثابت ہوا کہ الفاظ قرآن کی محفوظی اور **تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ** ہونے کی محفوظی کے درمیان ملازمہ نہیں اور جب ملازمہ نہیں تو اس دلیل سے سائل کا مدعیٰ یعنی قرآن کے **تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ** ہونے کا دوام ثابت نہیں۔ یہی بات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں افادہ فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں۔ قرآن کے الفاظ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا

گیا ہے۔ اگرچہ معانی ان الفاظ کے ساتھ ہیں لیکن ان معانی کا علم میں ہونا کیا ضرور؟ نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہوتا ہے۔ **ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ۔**

ظاہر ہے کہ جواب مذکور میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا نے نہ الفاظ قرآن کے محفوظ ہونے کا انکار کیا ہے نہ معانی کے محفوظ ہونے کا نہ **تِبْیَانًا لِکُلِّ شَیْئٍ** ہونے کا۔ بلکہ سائل کی پیش کردہ دلیل سے **تِبْیَانًا لِکُلِّ شَیْئٍ** ہونے کے دوام کے ثبوت کا انکار کیا ہے جو عقل ونقل کی روشنی میں درست ہے۔

عقلاً تو یوں کہ ملازمہ نہ ہونا واضح ہے اور نقلاً خود اسی آیت سے ثابت ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہے۔ **فللّٰہ الحجۃ السامیۃ۔**

رہا اس کے بعد یہ فرمانا کہ ''اور ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو'' دلیل مذکور سے مدعیٰ کے ثابت نہ ہونے پر دوسری تنبیہ ہے۔ یعنی جب بعض آیات کا نسیان ممکن ہے اور معانی الفاظ کے ساتھ ہیں تو معانی کا نسیان بھی ممکن۔ تو **تبیانا لکل شئی** کے دوام کا اس آیت سے کیسے اثبات ہوگا؟ ظاہر ہے کہ اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی توہین نہیں نہ قرآن کے محفوظ ہونے کا انکار ہے بلکہ نسیان ہونا تو خود قرآن سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَأْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا اَوْ مِثْلِھَا۔**

جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔

رہا یہ کہ محفوظ ہونے کا کیا مطلب ہے تو وہ یہ ہے کہ نسخ وانساء کے بعد جو بچا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متواتراً منقول ہے جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر حضرت عثمان

غنی رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا اور **ما بین الدفتین** آج تک موجود ہے وہ ہر قسم کی تبدیلی وتغیر سے محفوظ ہے اور رہے گا''۔

جواب مذکور جو علماء اہل سنت کی طرف سے شائع وذائع ہے وہ نہایت کافی وشافی ہے جس کی مکمل تائید قرآن وحدیث سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

ایک انصاری رات میں تہجد کے لئے اٹھے، سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورت ہمیشہ تلاوت کرتے تھے اس کو پڑھنا چاہا لیکن وہ بالکل یاد نہ آئی۔ صبح کو دوسرے صحابی سے ذکر کیا انہوں نے بتایا کہ میرا بھی یہی حال ہے۔ دونوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا! آج شب میں وہ سورت اٹھالی گئی۔ (بیہقی)

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

عَنْ قَتَادَۃَ فِی قَوْلِہٖ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا قَالَ کَانَ عَزَّوَجَلَّ یُنْسِی نَبِیَّہٗ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَشَاءُ وَیَنْسَخُ مَا یَشَاءُ۔ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّہٗ قَالَ فِی قَوْلِہٖ اَوْ نُنْسِھَا اَنَّ نَبِیَّکُمْ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ قُرآنًا ثُمَّ نَسِیَہٗ۔ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ کَانَ یَنْزِلُ عَلَی النَّبِی صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْوَحِیُ بِاللَّیْلِ وَیَنْسٰھَا بِالنَّھَارِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَأْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا اَوْ

مِثۡلِهَا ۔ (**صفحہ ۱۵۰،** **جلد** اوّل)

قتادہ رضی اللہ عنہ سے آیۃ کریمہ **مَانَنۡسَخۡ** کی تفسیر میں روایت ہے کہ اللہ عزوجل اپنے نبی کو جو چاہتا بھلا دیتا جو چاہتا منسوخ فرما دیتا۔ حسن بصری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ قرآن پڑھا پھر اسے بھول گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رات میں وحی نازل ہوتی اور دن میں بھول جاتے تو یہ آیت **مَانَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِنۡهَا اَوۡ مِثۡلِهَا** نازل ہوئی۔

حضرت ملا علی بن سلطان محمد ہروی (متوفی ۱۰۱۴ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

وَالۡمَنۡسُوخُ اَنۡوَاعٌ۔ مِنۡهَا التِلَاوَةُ وَاۡلحُكۡمُ مَعًا وَهُوَ مَا نَنۡسَخُ مِنَ اۡلقُرۡآنِ فِى حَيَاةِ الرَّسُولِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بِالۡاِنۡسَاءِ حَتّٰى رُوِىَ اَنَّ سُورَةَالۡاَحۡزَابِ كَانَتۡ تَعۡدَلُ سُورَةَ اۡلبَقَرة ۔ مِنۡهَا اۡلحُكۡمُ دُونَ التِّلَاوَة كَقَوۡلِه تَعَالىٰ لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنٌ۔ وَ مِنۡهَا التِّلَاوَةُ دُونَ اۡلحُكۡمِ كَاٰيَةِ الرَّجۡم ۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۵، جلد اول)

منسوخ کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔ یہ قرآن کا وہ حصہ ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری میں بھلا کر منسوخ کیا گیا یہاں تک

کہ روایت ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ بقرہ کے برابر تھی۔ ایک یہ کہ حکم منسوخ ہو تلاوت باقی ہو جیسے **لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡن**۔ ایک یہ کہ تلاوت منسوخ نہ کہ حکم جیسے آیت رجم۔

ایسا ہی شیخ احمد معروف ملا جیون امیٹھوی (متوفی ۱۱۳۰ھ) نے بھی تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے رب عزوجل قرآن حکیم میں ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ **سَنُقۡرِئُكَ فَلَاتَنۡسىٰ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه**۔

آیت **وَ مَا نَنۡسَخۡ مِنۡهَا** کا ترجمہ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے یہ کیا ہے۔

''ہم کسی کے حکم کو منسوخ کر دیتے ہیں یا اس آیت ہی کو ذہنوں سے فراموش کر دیتے ہیں تو اس آیت سے بہتر یا اس آیت کے مثل لاتے ہیں''۔

امکان نظیر محمدی کے اپنے خود ساختہ عقیدہ کا اثبات کرتے ہوئے شاہ اسماعیل دہلوی نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ

''بعد اخبار ممکن ہست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود۔ پس **قول با مکان مثل اصلاً منجر بتکذیب نصے از نصوص نگرد دو سلب قرآن بعد انزال ممکن است**''۔ (رسالہ یکروزی)

ترجمہ: ممکن ہے کہ یہ آیت (**ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین**) لوگوں کو بھلا دی جائے۔ تو اب یہ کہنا کہ حضور جیسا دوسرا ممکن ہے کسی نص کو جھوٹا کہنے کا موجب نہ ہوگا اور نازل کرنے کے بعد سلب قرآن ممکن ہے۔

ان حقائق و دلائل سے مذکورہ عبارت الملفوظ کا صرف بے غبار ہونا نہیں بلکہ اہل ایمان کا اس پر اجماع ہونا ثابت ہے اور قرآن حکیم جو متواتراً ہم تک منقول ہے اس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔

مسئلہ حیات انبیاء اور ایک شبہ کا جواب:

ایک عرض کے جواب میں امام احمد رضا قدس سرہ' فرماتے ہیں:

ارشاد: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے۔ ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں۔ ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا۔ ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں۔ وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں۔ بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ان کو حج کرتے ہوئے لبیک پکارتے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور اولیاء علماء شہداء کی حیات برزخیہ اگرچہ حیات دنیویہ سے افضل واعلیٰ ہے مگر اس پر احکام دنیویہ جاری نہیں۔ ان کا ترکہ تقسیم ہوگا ان کی ازواج عدت کریں گی۔ اور حیات برزخیہ کا ثبوت تو عوام کے لئے بھی ہے۔ الخ (الملفوظ حصہ سوم)

اس مسئلے میں بھی شور وغوغا مچایا جاتا ہے اور طرح طرح کی بے سروپا نکتہ آفرینیاں کی جاتی ہیں۔ اہل ایمان جانتے ہیں کہ موت طاری ہونے کے باوجود انبیاء کرام کا نکاح باقی رہنا ان کے خصائص میں سے ہے اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ مسلمانوں کو

جنت میں ان کی بیویاں ملیں گی جن سے وہ مجامعت ومباشرت کریں گے اور وہاں نکاح جدید کی روایت کہیں کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔

حضرت امام محمد بن عبدالباقی زرقانی (متوفی ۱۰۹۹ھ) لکھتے ہیں:

نَقَلَ السُّبْكِیُ فِیْ طَبْقَاتِهٖ عَنْ ابن فَوَرَكَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلاَمُ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهٖ عَلیٰ اَلْحَقِیْقَةِ لاَ عَلیٰ اَلمجَازِ۔ يُصَلی فِيْهِ بِاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ۔ قَالَ اِبْنُ عَقِیْلٍ وَ يُضَاجِعُ اَزْوَاجُهٗ وَ يَتَمَتَّعُ بِهِنَّ اَكْمَلَ مَنَ الدُّنْيَا۔ وَحَلَفَ عَلیٰ ذٰلِكَ وَهُوَ ظَاهِرٌ لاَ مَانِعُ عَنْهُ

۔

(زرقانی علی المواھب)

ترجمہ: امام سبکی نے اپنے طبقات میں ابن فورک سے نقل کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور میں حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں نہ کہ مجازی حیات کے ساتھ۔ وہ اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ ابن عقیل نے کہا اور اپنی ازواج کے ساتھ مضاجعت وشب باشی فرماتے ہیں۔ اور دنیا میں جس طرح ان سے تمتع حاصل کرتے تھے اس سے زیادہ تمتع حاصل کرتے ہیں۔ ابن عقیل نے اس پر قسم کھائی۔ اور یہ ظاہر ہے اس سے کوئی چیز مانع نہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ بات کہی گئی ہے مگر دیگر انبیاء کرام کی طرف اس کی نسبت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ کوئی بات جب ایک صنف یا کسی نوع کے ایک فرد یا چند افراد کے لئے ثابت ہو تو پوری صنف اور نوع کی طرف اس کی نسبت

درست ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔ **اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا** ۔ اور **وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا** ۔

مومن صالح کی قبر جب حد نظر تک وسیع کر دی جاتی ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **وَ يُفْسَحُ لَهُ فِيْهَا مَدَّ بَصَرِهٖ** ۔ (باب اثبات عذاب القبر مشکوٰۃ المصابیح)

حد نظر تک اس کی قبر کشادہ کردی جاتی ہے۔ پھر آپ اور دیگر انبیاء کرام کی قبر کی کشادگی کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟ اور عالم برزخ و آخرت کی باتوں کو دنیا کی باتوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

سفر معراج کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء سابقین کی امامت فرمائی جس سے واضح ہے کہ روح مع الجسم تھی اور انبیاء نے اپنی حیات جسمانی کے ساتھ نماز پڑھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ
اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِىُّ اللّٰهِ حَىٌّ يُرْزَقُ ۔
(ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے انبیاء کے اجسام کو کھانا حرام فرما دیا ہے تو اللہ کے نبی زندہ ہوتے ہیں جنہیں رزق دیا جاتا ہے۔

ابریز کی ایک عبارت پر شبہ کا جواب:

اسی ضمن میں اس بات کو سمجھ لینا بھی بہتر ہے جو ابریز از شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے الملفوظ حصہ دوم میں مذکور ہے کہ سید احمد سلجماسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی خواب گاہ میں ایک بیوی کی موجودگی میں اپنی دوسری بیوی سے ہمبستری کی یہ سوچ کر

کہ پہلی بیوی سو چکی ہے اور پھر جب آپ حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اس پر تنبیہ فرمائی۔ اور کہا کہ چوتھے بستر پر کون تھا؟ اسی سے ملتا جلتا ایک دوسرا واقعہ شیخ عبدالرحمٰن کا بھی ہے جو ابریز میں مذکور ہے۔ یہ دنیاوی واقعہ ہے مگر اس میں روحانی تصرف کار فرما ہے اور اس کا اس مزعومہ بے غیرتی و بے حیائی سے کوئی تعلق نہیں جس پر معاندین و مخالفین کی طرف سے واویلا ہوتا رہتا ہے۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ کراماً کاتبین ہر ایک کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور وہ ان کے سارے حالات و واقعات دیکھتے ہیں اور انہیں لکھتے بھی ہیں؟ اور کیا انہوں نے یہ نہیں پڑھا کہ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَ كَّلَ بِالرِّحَمِ مَلَكًا
يَقُوْلُ يَا رَبِّ نُطْفَةً يَا رَبِّ عَلَقَةً يَا رَبِّ مُضْغَةً
فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَقْضِىَ خَلْقَهٗ قَالَ هَلْ ذَكَرٌ اَمْ
اُنْثٰى شَقِىٌّ اَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْاَجَلُ قَالَ
فَيُكْتَبُ فِى بَطْنِ اُمِّهٖ ۔

(کتاب الانبیاء، کتاب القدر صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے۔ وہ کہتا ہے اے پروردگار! نطفہ ہے۔ اے پروردگار بستہ خون ہے۔ اے پروردگار! گوشت کا لوتھڑا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دیتا ہے اس کی پیدائش کا تو فرشتہ پوچھتا ہے مرد ہے یا عورت؟ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ اس کی روزی کتنی ہے؟ عمر کتنی ہے؟ یہ سب لکھ دیا جاتا ہے اور بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔

اِذَا اسْتَقَرَّتِ النُّطْفَةُ فِى الرِّحَمِ اَخَذَهَا الْمَلَكُ

بِکَفِہٖ وَقَالَ ایٖ رَبِّ اَذَکَرٌ اَوْ اُنْثیٰ۔ (ص ۴۰۸، **جلد** ۱۱، فتح الباری)

جب نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے فرشتہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھتا ہے اے رب مرد ہے یا عورت؟ اور کیا انہوں نے اس کا بھی کوئی جواب سوچا ہے کہ:

''ایک دفعہ حضرت گنگوہی جوش میں تھے۔ فرمایا! تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا''۔ (ص ۲۹۰، ارواح ثلثہ از تھانوی)

شہادت انبیاء سے متعلق شبہ کا جواب:

پیغمبروں کی شہادت سے متعلق ایک سوال کا جواب اس طرح ہے۔

عرض: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''**کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ**''۔ تو بعض انبیاء کیوں شہید ہوئے؟

ارشاد: رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا؟ انبیاء البتہ شہید کئے گئے۔ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ **یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖن** فرمایا گیا نہ کہ **یَقْتُلُوْن الرُسُل**۔ (الملفوظ چہارم)

بعض مطبوعہ نسخوں کے سوال میں **خَتَمَ اللّٰہ** ہے جو سائل کا تسامح ہے قرآن کی آیت **کَتَبَ اللّٰہ** ہے۔ **کَتَبَ اللّٰہ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ۔ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْز**۔ (سورۂ مجادلہ۔ آیت ۲۱)

اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول۔ بیشک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کتابت کی غلطی سے **کتب اللّٰہ** کی جگہ **ختم اللّٰہ** ہو گیا ہو۔

اس کا بھی امکان ہے کہ حضرت مجیب یا حضرت مرتب کی اس وقت اس جانب توجہ نہ ہوئی ہو۔ کتابت کی غلطی یا نقل و تلاوت میں سہو کوئی نادر بات نہیں۔ ایسے حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ معاندین ومخالفین کی کتب ورسائل میں خود اس طرح کے نمونے ملتے ہیں۔ جو تحقیقات از حضرت مفتی شریف الحق امجدی میں منقول ہیں۔

جواب میں رسولوں کی شہادت کا انکار ہے جو قرآن و تفاسیر کے مطابق ہے۔ نبی اصطلاحاً اس انسان کو کہتے ہیں جس کی جانب وحی کی جائے خواہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو یا نہ ہو۔ اور رسول وہ نبی ہے جو صاحب شریعت جدیدہ ہو۔ کتب تفسیر مثل بیضاوی ومدارک وغیرہ میں یہ اصطلاحی تعریف درج ہے۔ متعدد آیات میں رسول بمعنی نبی بھی وارد ہے۔ امام احمد رضا نے رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ مراد لیا ہے اور یہ امر متحقق ہے کہ رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ کوئی شہید نہیں ہوا اس لئے جواب مذکور بالکل صحیح اور برحق ہے اور اس کے خلاف شور وشر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مزید تحقیق کے لئے تحقیقات از حضرت مفتی شریف الحق امجدی کا مطالعہ کریں۔

اعلیٰ حضرت کے ایک خواب پر مخالفین کے واویلا کا جواب:

ایک عالم دین حضرت مولانا مولوی برکات احمد کے بارے میں امام احمد رضا نے اپنا واقعہ اور یہ خواب ذکر کیا ہے۔ جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا تو مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی۔ ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ! حضور کہاں تشریف لئے جاتے ہیں؟ فرمایا! برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے۔ الحمد للہ یہ جنازۂ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ الخ (الملفوظ حصہ

دوم)

اس پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ مولانا احمد رضا نے اپنے آپ کو امام اور حضور اکرم ﷺ کو مقتدی بنا دیا اور اپنی برتری ثابت کی۔ معاذ اللہ! خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز نہیں ادا کی تھی (صحیح بخاری) اور کیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس جماعت کے امام نہیں تھے جس میں خود رسول اکرم ﷺ شریک تھے؟

فَلَمَّا سَلَّمَ عَبدُ الرَّحْمٰنِ بنُ عَوفٍ قَامَ رَسُولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه تَعالىٰ عَلَيْهِ وَسَلم يَتِمُّ صَلوتَه۔ الى آخر الحديث۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے جب سلام پھیرا تو رسول اللہ کھڑے ہو گئے اور اپنی نماز پوری کرنے لگے۔

(صحیح مسلم)

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

فِيهِ دَلِيلٌ عَلىٰ جَوازِ اِقْتِدائِ اَلْاَفْضَلِ بِالمَفْضُولِ اِذاعَلِمَ اَرْكَانَ الصَّلوٰةِ۔ (ص ۳۶۲ جلد اول مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

اس میں اس پر دلیل ہے کہ افضل کو مفضول کی اقتداء کرنی جائز ہے جبکہ مفضول ارکان صلوٰۃ جانتا ہو۔

امام کا ہر مقتدی سے افضل یا مساوی ہونا ضروری نہیں۔ اور امام احمد رضا کا یہ کہنا کہ الحمد للہ یہ جنازۂ مبارکہ میں نے پڑھایا یہ بطور اظہار تشکر ہے کہ مجھے ایسی عظیم

سعادت میسر آئی۔ اور سرکار دو عالم ﷺ اپنے تصرف روحانی سے کسی کی نماز جنازہ میں شرکت فرمائیں یہ بھی کوئی محال و مستبعد نہیں کیونکہ وہ بحیات حقیقی جسمانی زندہ ہیں اور جہاں چاہیں وہاں تشریف لے جا سکتے ہیں۔ اور جہاں تشریف لے جائیں وہاں برکت ہی برکت اور خوشبو ہی خوشبو ہوتی ہے جو ظاہر و باہر ہے۔ ایسی صورت میں مولانا برکات احمد کی قبر میں وہی خوشبو رسول کونین ﷺ کی نوازش و کرم گستری سے محسوس کی گئی جو روضۂ انور کے قریب اہل دل اور اہل محبت محسوس کرتے ہیں اسی حقیقت کا اظہار امام احمد رضا نے اپنے ان الفاظ میں کیا ہے کہ ان کی قبر میں اترا تو مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی۔

معترضین کو کسی دوسرے پر حملہ و تیر اندازی سے پہلے اپنے گھر کی بھی خبر رکھنی چاہئے۔ ان کے عالم خلیل احمد انبیٹھوی کے تذکرہ وسوانح میں مذکور ہے کہ!

شیخ سعید تکرونی کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سرور عالم ﷺ تشریف فرما ہیں اور مجھ سے کسی نے کہا کہ یہ رسول اللہ ہیں اور ایک عالم ہندی خلیل احمد کا انتقال ہو گیا ہے ان کے جنازہ کی نماز میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔

(صفحہ ۳۰۴ تذکرۃ الخلیل، از عاشق الٰہی میرٹھی)

اور شیخ الاسلام نمبر الجمعیۃ دہلی جو مولانا حسین احمد کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہے اس میں ایک خواب لکھا ہے کہ:

''حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام گو یا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ جامع مسجد کے قریب بوجہ جمعہ مصلیوں کا بڑا مجمع ہے۔ مصلیوں نے

فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں۔فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا۔حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ ادا فرمائی۔فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا۔ (صفحہ ۱۶۴،کالم ۳،شیخ الاسلام نمبر الجمعیۃ دہلی)

ایک صحابی سے متعلق شبہ کا ازالہ:

امام احمد رضا قدس سرہٗ کو متہم ومطعون کرنے کے لئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک صحابی یا تابعی کی توہین کی ہے اور ثبوت میں یہ عبارت پیش کی جاتی ہے۔

ایک بار عبدالرحمن فزاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کے اونٹوں پر آ پڑا چرانے والوں کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا الخ (الملفوظ حصہ دوم)

یہ عبدالرحمٰن فزاری یقینا کافر وظالم وسرکش تھا جو محرم الحرام ۷ھ کے غزوۂ ذات القرد میں مقتول ہوا اور حضرت ابوقتادہ نے اسے قتل کیا۔ اور وہ عبدالرحمٰن بن عبد القاری جو بقول جمہور تابعی اور بقول واقدی صحابی ہیں ان کی ولادت ۹ھ اور وفات ۸۱ھ میں ہوئی اس لئے مذکور الصدر عبدالرحمن فزاری کو صحابی یا تابعی کہنا خود غلط اور خلاف واقعہ ہے بلکہ خلاف اسلام ہے۔ الملفوظ کے بعض قدیم نسخوں میں مجیب و مرتب نے نہیں بلکہ بعد کے کسی ناقل وکاتب نے فزاری کی بجائے قاری لکھ کر اسے بنی قارہ کا فرد بتا کر اپنے زعم میں تشریح واصلاح اور درحقیقت ایک غلطی کی جس سے مجیب ومرتب کا دامن پاک ہے۔عبدالرحمن کے اس واقعہ کا ذکر مشکوٰۃ المصابیح اور صحیح مسلم میں بھی ہے جہاں عبدالرحمن قاری نہیں بلکہ عبدالرحمن فزاری کا ذکر ہے اور اس

کے کافر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔

عبدالرحمن بن قاری جو تابعی ہیں ان کا مختصر حال یہ ہے۔

عَبدالرحمٰنِ بنُ عَبدِالقارِی یُقالُ اِنه وَلد علیٰ عَهدِ رسُولِ اللّٰه صَلی اللّٰه تعالیٰ علیه وَسَلم ولَیسَ لَه مِنه سِماعٌ وَلا رِوَایةٌ۔ وَعَدّه الوَاقِدیُ مِن الصَحابةِ فِی مَن وَلد علیٰ عهدِ النَّبِی صَلی اللّٰه تعالیٰ علیه وَسَلم۔ المَشهورُ اَنّهُ تَابِعیٌ وَهُو مِن جُملةِ تَابِعِی المَدینةِ وعُلماءِهَا۔ سَمِعَ عُمر بنُ الخطابِ۔ مَاتَ سَنة اَحدٍ وَ ثَمانِینَ وَلَه ثَمانٌ وسَبعونَ سَنَةٌ۔(الاکمال)

عبدالرحمن بن القاری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اور نبی کریم سے ان کو نہ سماع ہے نہ روایت۔ واقدی نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے جو عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔مشہور یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں۔یہ مدینہ کے علماء وتابعین میں سے تھے۔انہوں نے حضرت عمر بن خطاب سے حدیث سنی۔ ۸۱ھ میں وفات پائی اور آپ کی عمر ۷۸ سال کی تھی۔

نوشیرواں کو غیر عادل کہنے پر مخالفین کا شکوہ:

ایرانی بادشاہ نوشیرواں کو لاعلمی میں بہت سے لوگ سلطان عادل کہتے ہیں۔اس سلسلے میں ایک عرض وارشاد یہ ہے۔

عرض: نوشیرواں کو عادل کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد: نہیں! اور اگر اس کے احکام کو حق جان کر کہے کفر ہے ورنہ حرام ۔
(الملفو ظ حصہ چہارم)

اس ارشاد کے خلاف بھی انگشت نمائی کی جاتی ہے اور نوشیرواں کو عادل کہنے کے لئے یہ موضوع حدیث بطور ثبوت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

وَلدتُّ فِی زَمنِ المَلِکِ العَادِلِ ۔

میں بادشاہ عادل کے زمانہ میں پیدا ہوا۔

حضرت ملا علی قاری اس باطل وموضوع حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

قَال السَخاوِی لاَ اَصلَ لَہ۔ قَال الزرکَشِی کِذْبٌ بَاطِل۔ وَ قَال السیُوطِی قَال البَیْھقِی فِی شُعَبِ الْاِیمانِ تَکلم شَیْخنَا ابو عبدِاللّٰہ الحَافِظ بِفلان مَایَرویہِ بَعضُ الجُھلاء عنْ نبِینَا صَلی اللّٰہ تَعالیٰ عَلیہ وسَلم وَلدتُّ فِی زَمنِ اْلمَلِکِ العَادِلِ یعنی انوشیروان۔ (ص ۷۹، موضوعات کبیر)

علامہ ابوطاہر فتنی لکھتے ہیں۔

لاَ اصلَ لَہ وَلاَ یَجوزُ ان یُسمّیٰ مَن یَحکمُ بغَیر حُکم اللّٰہ عَادِلاً

(ص ۲۱۹، جلد خامس مجمع بحار الانوار)

اس کی کوئی اصل نہیں۔ جو شخص اللہ کے حکم کے خلاف حکم کرے اس کو عادل کہنا جائز نہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ونزد محدثین ایں صحیح نیست، و چوں درست باشد وصف مشرک بعدل وحال آں کہ شرک ظلم عظیم است۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ ان الشرک لظلم عظیم**۔ ومی گویند کہ مراد بعدل ایں جا سیاست رعیت و دادستانی وفریاد رسی است کہ اہل عرف آں راعدل می خوانند۔ اما جریان اسم عادل برزبان سیدا نبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ بعید است۔ (ص ۲۲۴، جلد دوم، مدارج النبوۃ)

اور سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ:

ایرانیوں میں اس (نوشیرواں) کی عدل پروری اب تک مشہور ہے مگر اس کو یہ مبارک لقب اپنے عزیزوں اور افسروں اور ہزاروں بے گناہوں کے قتل کی بدولت ملا۔

(ص ۱۶۴ جلد ۴، سیرۃ النبی)

کردار کشی کا جواب:

ایک مسئلہ بتاتے ہوئے امام احمد رضا نے فرمایا ’’امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نفس بچہ کی مثل ہے کہ اگر اس کو دودھ پلائے جاؤ جوان ہوجائے گا اور پیتا رہے گا اور اگر چھوڑ دو چھوڑ دے گا۔ میں نے خود دیکھا۔ گاؤں میں ایک لڑکی ۱۸ یا ۲۰ برس کی تھی۔ ماں اس کی ضعیفہ تھی اس کا دودھ اس وقت تک نہ چھڑایا تھا۔ ماں ہر چند منع کرتی وہ زور آور تھی پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی۔ (الملفو ظ حصہ سوم)

اس بات کو بداندیش معاندین چٹخارے لے کر بیان کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا

ایک جوان لڑکی کو اس طرح دودھ پیتے دیکھتے اور اسے بیان بھی کرتے ہیں۔ اور انہیں یہ سوچنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ یہ واقعہ امام احمد رضا نے اپنے بچپن میں دیکھا اور اسے اپنے دور جوانی یا بڑھاپے میں عبرت ونصیحت کے لئے بیان فرمارہے ہیں۔ یہ بد نصیب مخالفین کی شوشہ بازی اور کردار کشی کا ایک شقاوت آمیز اور شرانگیز نمونہ ہے۔

اشیاء میں قوت تسبیح اور مادۂ معصیت ہے یا نہیں:

امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ حیوانات ونباتات بھی اللہ کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں اور ان کے اندر بھی مادۂ معصیت ہے۔ اسی ضمن میں یہ بیان فرماتے ہیں:

جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کردیں، غزوۂ احزاب کا واقعہ ہے۔ رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی، شمالی ہوا کو حکم ہوا۔ جا اور کافروں کو نیست و نابود کردے۔ اس نے کہا۔ **اَلْحَلَائِلُ لَا یَخْرُجْنَ بِاللَّیْلِ**۔ بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں۔ **فَاَعْقَمَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی**۔ تو اللہ نے اس کو بانجھ کردیا۔ اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا۔ پھر صبا آئی اور اس نے کہا۔ **فَقَالَتْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا**۔ تو اس نے عرض کی، ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ وہ گئی اور کفار کو برباد کرنا شروع کیا۔

(الملفوظ حصہ چہارم)

اس پر یہ تبصرہ کہ بادشمالی پر اللہ کا حکم نہیں چلا اور اس سے پانی نہیں برستا جب کہ ہندوستان میں اس سے پانی برستا ہے۔ یہ نہایت لغو ولا طائل بات ہے۔

کسی پر حکم نہ چلنا اور کسی کا تعمیل حکم نہ کرنا یہ دونوں الگ الگ باتیں ہیں۔ امام احمد رضا نے ہرگز یہ نہیں فرمایا ہے کہ بادشمالی پر اللہ کا حکم نہیں چلا۔ بادشمالی نے حکم نہیں مانا یہ ابلیس جیسا اس کا عمل ہے کہ اللہ نے سجدۂ آدم کا حکم دیا اور سارے فرشتوں نے اس پر عمل کیا مگر ابلیس نے انکار وسرکشی کی جس کے نتیجے میں وہ راندۂ درگاہ ہوا۔ اور بادصبا نے تعمیل حکم کرکے فرشتوں کی اتباع کی اور سرخروئی حاصل کی۔ اسی طرح توحید و رسالت پر ایمان واقرار حکم الٰہی ہے جس کی تعمیل اہل ایمان کرتے ہیں اور اس سے تمرد وطغیان کرکے اہل کفر وشرک اپنے برے انجام کو پہنچتے ہیں۔

رہ گئی بات حیوانات ونباتات وجمادات میں مادۂ معصیت کی تو وہ صحیح ہے۔ جیسا کہ ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ **اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ اِنَّهٗ كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے گرگٹ کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام پر پھونک مارتا تھا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مَا صِيْدَ صَيْدٌ وَلَا عُضِدَتْ عَضَادَةٌ وَلَا قُطِعَتْ وَشَيْجَةٌ اِلَّا بِقِلَّةِ التَّسْبِيْحِ (تاریخ الخلفاء)

جو جانور بھی شکار کیا جاتا ہے جو درخت کاٹا جاتا ہے وہ تسبیح کی کمی کی وجہ سے۔

ایک روایت میں ہے:

مَا صِيْدَ صَيْدٌ وَلَا عَضَتْ مِنْ شَجَرَةٍ اِلَّا ضَيَّعَتْ

مِنَ التَّسْبِيحِ۔ (تاریخ الخلفاء)

کوئی جانور شکار نہیں کیا جاتا اور کوئی درخت نہیں کاٹا جاتا مگر یہ کہ وہ تسبیح ضائع کرے۔

امام سدی روایت کرتے ہیں:

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اصْطِيدَ حُوتٌ فِي الْبَحْرِ وَلَا طَائِرٌ يَطِيرُ إِلَّا بِمَا يَضِيعُ مِنْ تَسْبِيحِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۱۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سمندر میں کوئی مچھلی اور کوئی پرندہ شکار نہیں ہوتا مگر اس سبب سے کہ وہ تسبیح ضائع کرتا ہے۔

بادشمالی سے پانی نہ برسنے کی بات عرب کے تعلق سے کہی گئی ہے۔ ہندوستان کے موسم اور حالات کا عرب کے موسم اور حالات پر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟

ہولی دیوالی کی مٹھائی جائز ہے یا نہیں:

ایک عرض وارشاد اس طرح ہے۔

عرض: کافر جو ہولی دیوالی میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں، مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اس روز نہ لے۔ ہاں! اگر دوسرے روز دے تو لے لے۔ نہ یہ سمجھ کر کہ ان خبثاء کے تیوہار کی مٹھائی ہے بلکہ مال موذی نصیب غازی سمجھے۔ (الملفوظ

حصہ اول)

اس ارشاد پر بھی نکتہ چینی کی جاتی ہے جبکہ خاص تیوہار کے روز کافروں کی مٹھائی لینے سے منع فرمایا گیا ہاں دیگر ایام میں مال موذی نصیب غازی سمجھ کر لیا جاسکتا ہے۔ مخالفین کو پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے۔ دیوبندی قطب الاقطاب رشید احمد گنگوہی صاحب کا مسئلہ تو یہ ہے کہ:

مسئلہ: ہندو تیوہار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں، ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: درست ہے۔ فقط (ص ۱۰۷ حصہ دوم فتاویٰ رشیدیہ)

مرزا غلام قادر بیگ کا سوانحی خاکہ:

علاج چشم کے تعلق سے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں:

میرے استاد جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہ اصرار فرمایا کہ اسے (ڈاکٹر کو) آنکھ دکھائی جائے۔ علاج کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔

(الملفوظ حصہ اول)

امام احمد رضا کی اندھی مخالفت کرنے والوں نے حضرت مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کا ڈانڈا قادیانی کذاب مرزا غلام احمد سے ملا کر طوفان مچانا شروع کردیا کہ دیکھئے مولانا احمد رضا کے استاد مرزا قادیانی کے بھائی تھے۔ **العیاذ باللہ**

حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی امام احمد رضا قدس سرہ کے ابتدائی استاد تھے اور بعد میں انہوں نے امام احمد رضا سے بعض کتابیں بھی پڑھیں۔ اب آگے کے

حقائق کیا ہیں انہیں پڑھ کر آپ کو صحیح حالات معلوم ہو جائیں گے۔

حضرت مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمۃ کے پوتے مرزا عبدالوحید بیگ بریلوی نے مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کے بارے میں اپنا جو سوانحی مضمون تحریر کیا ہے اس کے چند اقتباسات افادۂ قارئین کے لئے درج ذیل ہیں:

"حضرت مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ میرے حقیقی دادا حضرت مولانا مرزا مطیع بیگ صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور میرے دادا حضرت حکیم مرزا احسن بیگ مرحوم مغفور لکھنوی کی بیاض کے مطابق حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۵/جولائی ۱۸۲۷ء مطابق یکم محرم الحرام ۱۲۴۳ھ کو پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی پیدائش محلہ جھوائی ٹولہ لکھنو میں ہوئی تھی۔ آپ کے والد مرحوم نے لکھنو کی سکونت ترک کر کے بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ لہٰذا آپ جامع مسجد بریلی کے شرق میں واقع مکان محلہ قلعہ میں رہتے تھے۔ آپ کا مکان آج بھی موجود ہے"۔ (ص ۶۱، ماہنامہ حجاز جدید دہلی، شمارہ اکتوبر ۱۹۸۸ء)

"ہمارا خاندان نسلاً ایرانی یا ترکستانی مغل نہیں ہے اور بیگ کے خطابات اعزاز شاہان مغلیہ کے عطا کردہ ہیں۔ اسی مناسبت سے ہمارے بزرگوں کے ناموں کے ساتھ مرزا اور بیگ کے الفاظ لکھے جاتے رہے ہیں۔ ہمارا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمۃ سے ملتا ہے۔ حضرت احرار علیہ الرحمۃ نسلاً فاروقی تھے"۔

(ص ۶۱، حوالہ مذکور)

"حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ کے اجداد کرام بھی شاہان مغلیہ سے وابستہ رہے ہیں۔ اسی زمانہ سے ہمارے اور امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے خاندان سے قریبی روابط رہے ہیں۔ یہ تعلق و روابط حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کی

حیات ظاہری تک برابر رہے حتی کہ میری دو ہمشیرگان بھی حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے خاندان میں بیاہی گئیں"۔ (ص ۶۱، حوالہ مذکور)

"ہمارے خاندان کا کبھی بھی کسی قسم کا کوئی واسطہ و تعلق مرزا غلام احمد قادیانی کذاب سے نہیں رہا حتی کہ ہمارے دور کے عزیزوں کا بھی نہیں"۔

(ص ۶۲، حوالہ مذکور)

"یہ الزام لگانا کہ حضرت مولانا غلام قادر بیگ صاحب علیہ الرحمۃ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کے بھائی تھے، انتہائی لغو، بے بنیاد اور کذب صریح ہے۔ غلام احمد قادیانی کذاب کا کوئی بھائی غلام قادر بیگ ہو تو یقیناً وہ دیگر شخص ہے۔ اس سے امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا استادی و شاگردی کا کوئی تعلق نہیں رہا ہے"۔ (ص ۲۷، حوالہ مذکور)

"حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمۃ کا وصال بریلی شریف میں ہوا۔ میرے والد مرحوم نے اپنی بیاض میں آپ کی تاریخ وفات ۱۸/اکتوبر ۱۹۱۷ء یکم محرم الحرام ۱۳۳۶ھ بعمر نوے سال لکھی ہے۔ آپ محلہ باقر گنج میں واقع حسین باغ (بریلی) میں دفن کئے گئے تھے۔ (ص ۶۲، ماہنامہ حجاز جدید دہلی اکتوبر ۸۸ء)

اگر اتنے تاریخی شواہد پر بھی کسی کو یقین نہ آئے اور وہ یہ الزام دہراتا رہے کہ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے تو ایسے لوگ اس الزام کے جواب میں کیا ثبوت پیش کریں گے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی یہودی النسل اور احسان الٰہی ظہیر نصرانی الاصل تھے؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے جہاں مرزا غلام احمد قادیانی کذاب و دجال کی تکفیر فرمائی ہے وہیں اس کے خلاف مندرجہ ذیل کتابیں بھی تحریر فرمائی

ہیں۔

(۱) :المبین ختم النبیین ۔(۲) :السوء والعقاب علی المسیح الکذاب ۔ (۳): جزاء اللّٰہ عدوہ با بائہ ختم النبوۃ ۔(۴):الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی ۔

علاوہ ازیں ردِّ قادیانیت میں بریلی شریف سے ایک مستقل رسالہ بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جاری فرمایا جس کا نام ہے **قھر الدیان علیٰ مرتد بقادیان**۔علم وفن اور متنوع رنگا رنگ معلومات کے جواہر پارے الملفوظ کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں جن کی جمع وترتیب کی خدمت انجام دے کر شہزادہ امام احمد رضا سیدی ومرشدی حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفی رضا قادری برکاتی بریلوی نے انہیں قوم کے سامنے پیش کیا ہے۔

مفتی اعظم ہند بھی اپنے والد ماجد کی طرح علم وفضل اور تدین وتقویٰ میں بے مثال تھے۔اپنے وقت کے جلیل القدر فقیہ ومفتی تھے۔ مرجع علماء وفقہاء تھے۔مقبول انام تھے اور آپ کی درجنوں تصانیف بھی موجود ہیں جن سے اہل علم استفادہ کرتے رہتے ہیں۔آپ کے تلامذہ وخلفاء پورے برصغیر اور اس سے باہر سرزمین حجاز تک پھیلے ہوئے ہیں ۔معتقدین ومریدین کی تعداد شمار سے باہر ہے۔آپ مدبر ومفکر، عالم و فاضل، مصلح،شاعر،متقی،سب کچھ تھے جس کی شہادت ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں خواص وعوام دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے۔الملفوظ میں آپ نے دین ودانش،فضل وکمال، شریعت وطریقت،حقائق ومعارف،اسرار ورموز کا ایک جہاں اور ایک دنیا آباد کردی ہے۔اب اس کے دیکھنے اور پڑھنے والوں پر منحصر ہے کہ اس سے وہ کس حد تک اپنا دامن بھرتے ہیں اور اپنی دنیا آباد کرکے عاقبت سنوارتے اور اسے قابل رشک

بناتے ہیں۔گویا

بیا ورید گرایں جا بود زباں دانے — غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد

لگا رہا ہوں مضامین نو کے میں انبار — خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

یٰسین اختر مصباحی

بانی وصدر دار القلم،قادری مسجد روڈ،ذاکر نگر،نئی دہلی ۔۲۵

ملفوظات میں ’’شب باشی‘‘ کے لفظ پر اعتراضات کا علمی وتحقیقی

جواب

[اس مقالے میں محقق نے شب باشی کے لفظ پر

اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا]

ازرشحات قلم

ابوالھمام محمد اشتیاق فاروقی مجدّدی

انجینئر محمد علی مرزا صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علماء کا نظریہ: بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ: ''انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔'' (اندھا دھند پیروی کا انجام ص ۴ رقم:۱۶)

وحی کا فیصلہ: **النبی اولی بالمؤ منین من انفسھم وازواجه امھاتھم**

(سورۃ الاحزاب آیت، ۶)

الجواب بعون الوھاب:

امام مجدّد اعلیٰ حضرت کے علمی جواہرات اور عقائد ونظریات کی حقانیت اس طرح روشن ہے کہ مخالفین بھی آپ کے سامنے سر جھکائے اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوئے ہیں۔ اکابر دیوبند بھی آپ کے نظریات اور عقائد کے مقلد نظر آرہے ہیں۔ مگر کچھ ایسے دیوبندی حضرات بھی ہیں جو اپنے اکابر کے باغی ہو کر ان نظریات اور عقائد کو جھٹلا کر اپنے ہی اکابر کو کٹہرے میں لاکر ان پر گمراہی کے فتوے دینے لگے ہیں۔ یعنی علماء دیوبند کے بعض فیض یافتہ حضرات اہل سنت حنفی مکتبہ فکر پر ایک الزام لگاتے آرہے ہیں کہ امام مجدد اعلیٰ حضرت احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ نے اپنے ملفوظات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے روضہ اطہر میں ''شب باشی'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں جو صحیح نہیں ہیں۔

یہ اعتراض کئی حضرات اپنی تصانیف میں کر چکے ہیں۔ اور علماء اہل سنت نے کئی بار اس کا جواب دیا ہے۔ یہاں فقیر) فاروقی (مخالفین کے ہی مصدقہ تصانیف وتراجم سے شب باشی پر تحقیق پیش کرتا ہے جو مخالفین کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

اس وقت میرے سامنے جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی کے شیخ مفتی زرولی خان صاحب کا کتابچہ بنام ''تعارف بریلویت'' موجود ہے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں) ملفوظات حصہ سوم سطر ۱۴۱،)۵۱۔

غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبروں تپر اور ان کی پاک بیبیوں پر کیسی ناروا تہمت باندھی گئی، جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ '**الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون**' یعنی انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں

نماز پڑھتے ہیں۔مگر بریلوی مذہب میں نماز کے بجائے جماع کرتے ہیں''۔(تعارف بریلویت،ص) ۴۱

اس اعتراض کے جواب سے پہلے آیئے امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ملفوظ کو پڑھتے ہیں۔امام مجدّد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

''انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات حقیقی حسی ودنیاوی ہے۔ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کیلئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے۔ پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا۔ ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم، ص) ۳۰۷

امام مجدد اعلیٰ حضرت نے حیات انبیاء پر دلائل پیش کر کے انبیاء کرام کے خصائص کا تذکرہ کیا ہے کہ نہ ترکہ بانٹا جائے گا،ازواج مطہرات نکاح میں ہیں ان پر عدت نہیں۔اور علامہ زرقانی کا قول پیش کر کے فرمایا کہ ''ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔یعنی رات گزارتے ہیں۔اس میں کونسی بات معیوب اور تہمت والی ہے۔یہ تو خصائص انبیاء سے ہیں۔

زرولی صاحب لکھتے ہیں کہ '' بریلوی مذہب میں نماز کے بجائے جماع کرتے

ہیں''نماز کے بجائے لکھ کر اپنی بددیانتی اور خیانت کا ثبوت دیا ہے۔حالانکہ عبارت میں صریح ذکرِ نماز موجود ہے۔''اپنی قبور میں کھاتے پیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں'' بلکہ دوسری بار بھی نماز کا ذکر موجود ہے''حج کرتے ہوئے اور لبیک پکارتے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا''اسکے بعد بھی مفتی زرولی خان صاحب کا یہ کہنا کہ ''نماز کے بجائے''قارئین کی آنکھوں میں دھول جھونکنا اور اپنی خیانت اور تحریف کا اعتراف کرنا ہے۔

زرولی خان صاحب کا حوالہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ''شب باشی'' کے معنی جماع سے کر کے اس سے تہمت ثابت کرر ہے ہیں۔ پہلے تو یہ بات سمجھنی چاہئے کہ ''شب باشی'' کے معنی کیا ہیں؟۔

''شب باشی'' کے معنی

چنانچہ آیئے فرہنگ آصفیہ کو اٹھا کر دیکھتے ہیں کہ شب باشی کا کیا معنی ومفہوم ہے۔

(''شب باش:)ف(اسم مذکر(۔مقیم،رات کا قیام،بسرام،شب گزاری،منزل گزینی،فروکش)''۔

(فرہنگ آصفیہ،ج ۳،ص ۶۶۱،س تا ے،مرتبہ۔مولوی سید احمد دہلوی۔اردو سائنس بورڈ ۲۰۰۱ پر مال لاہور۔طبع چہارم ۲۰۰۳ء)

اب فیروز اللغات میں شب باشی کا معنی دیکھ لیتے ہیں۔

''شب باش: رات رہنے والا۔۔''(فیروز اللغات)۸۱۰

شب باشی باہمی میلاپ کو مستلزم نہیں ہے۔شب باشی کا مطلب ومعنی جماع کے ہے ہی نہیں۔شب باشی کا مطلب رات گزارنا ہے۔

اگر علماء واکابر دیوبند کی تصانیف پر نظر کی جائے تو ہمیں اس میں ''شب باشی'' کے

متعلق کافی حوالے مل جائیں گے ۔ پھر وہاں کیا تاویل ہوگی؟ آیئے چند حوالے ملاحظہ کرتے ہیں ۔

"مدینہ منورہ میں روضہ مبارک کے پاس مسجد نبوی میں آپ نے)انور شاہ صاحب) درس حدیث دیا ہے۔ اہل مدینہ خصوصاً علماء بہت متوجہ ہوئے اکثر مسائل کا جواب آپ نے ان کو رسالوں کی شکل میں دیا ۔ جو علماء دیوبند ان دنوں وہاں رہتے تھے ۔انہوں نے کوشش کی کہ شب باشی آپ کی مسجد نبوی میں ہو "

(ملفوظات کشمیری ،ص ۵۷۲)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔

"محمد الحضرمی مجذوب چلانے والے عجیب وغریب حالات و کرامات ومناقب والے تھے کبھی کبھی چلاتے ہوئے عجیب عجیب علوم ومعارف پر کلام کرجاتے ۔ اور کبھی کبھی استغراق کی حالت میں زمین وآسمان کے اکابر کی شان پر ایسی گفتگو فرماتے کہ اس کے سننے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ آپ ابدال میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس (۳۰) شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے "۔

(جمال الاولیاء،ص ۳۵۲)

ایک وقت میں کئی کئی شہروں میں شب باشی کا کیا مطلب ہوگا جسے دیوبندی حکیم الامت بیان فرمارہے ہیں۔

چلو اب دار العلوم دیوبند کے بانی قاسم نانوتوی صاحب کی شب باشی بھی دیکھ لیتے ہیں ۔

"(قاسم نانوتوی صاحب(صبح کواڑ اتار کر باہر چلے جاتے تھے اور پھر کواڑ کو درست کردیتے تھے؛ اس مقفل مکان میں تنہا شب باشی، وشب گزاری کہ یہ عجیب وغریب صورت حال کب تک پیش آتی رہی ،صحیح طور پر تو اس کا بتانا دشوار ہے ،لیکن مصنف امام نے آگے جو یہ ارقام فرمایا ہے "چند ماہ اس ہو کے مکان میں گزر گئے "۔ (سوانح قاسمی ،جلد اول ص ۳۰۵)

کیا زرولی خان صاحب اس مقفل مکان میں شب باشی کی اس عجیب وغریب صورتحال کی تشریح کرسکیں گے؟ یا یہی فرمائیں گے کہ " صحیح طور پر اس کا بتانا دشوار ہے " یا شب باشی سے شب گزاری مراد لیں گے؟ ۔

یہاں ان چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ اگر علماء دیوبند کی تصانیف میں سے شب باشی کے واقعات نقل کئے جائیں تو ایک الگ کتاب بن جائے گی۔ لغت کی کتب اور علماء دیوبند کی تصانیف سے شب باشی کے معنی ومطلب تو آپ ملاحظہ کرچکے۔ اگر اس کے بعد بھی محض شب باشی کے الفاظ سے کوئی جماع تعبیر کرے تو وہ لغت کی کتابوں اور اپنے اسلاف کی تصانیف سے بالکل ناواقف ہے ۔ یہ تو عام زندگی میں "شب باشی "کے الفاظ کا استعمال تھا اب اگر عالم برزخ کی بات ہو تو عالم برزخ میں ارواح کا آپس میں ملاقات کرنا علماء دیوبند کی کتب سے بھی ثابت ہے ۔

جیسا کہ دیوبند کے علماء نور محمد تونسوی صاحب، مولوی محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادی خلیفہ اجل تھانوی صاحب، اور انیس احمد مظاہری صاحب لکھتے ہیں ۔

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو اچھے کپڑوں میں کفن دیا کرو بے شک اس پر وہ فخر کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں"۔

(قبر کی زندگی، ۶۲۳، ۳۲۳ ۷۔ نور الصدور، ص ۱۰۰۔ اصلاح مفاہیم مترجم، ص ۳۰۳)

"اصلاح مفاہیم" پر محمد مالک کاندھلوی صاحب، حامد میاں، محمد عبد اللہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، عبد الرحمٰن جامعہ اشرفیہ، محمد بن یوسف بنوری، عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب، عبد القادر آزاد، سید نفیس الحسینی صاحب، عبد القادر رائے پوری، جیسے اکابر دیوبند کی تقاریظ موجود ہیں۔

نور محمد تونسوی صاحب لکھتے ہیں۔

"حضرت قیس ابن قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بغیر وصیت کے مر گیا اس کو موتیٰ کے ساتھ کلام کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا موتیٰ کلام کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ایک دوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں"۔

(قبر کی زندگی، ص ۴۳۳)

محمد بن منکدر روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس گیا جب کہ ان کا آخری وقت تھا یعنی وہ دنیا سے کوچ فرمانے والے تھے۔ میں نے کہا کہ میری طرف

سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام دینا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم برزخ و قبر میں مردے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور ان کی دعا سلام بھی ہوتی ہے"۔ (قبر کی زندگی، ص ۳۰۸)

انور شاہ صاحب کشمیری کی تحقیقات جمع کرتے ہوئے ان کے داماد لکھتے ہیں۔

"منکرین توسل و طلب شفاعت جو مقبورین کو معطل و محبوس یا ان کی حیات کو بے حیثیت سمجھتے ہیں، ان کے لئے حضرت شاہ عبد العزیز کا مندرجہ ذیل ارشاد لائق مطالعہ ہے، آپ نے فرمایا کہ مقبور صالح کی قبر کو تنگ قید کی طرح نہ سمجھنا چاہئے، کیونکہ اس کیلئے وہاں فرش و لباس اور رزق سب اسباب راحت میسر ہوتے ہیں، وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا کر سیر بھی کرتا ہے اور اپنے پیشتر والے عزیزوں سے ملاقاتیں بھی کرتا ہے۔ اور وہ اس کو کبھی بطور ضیافت اور کبھی تفریح و مونست و تہنیت وغیرہ کیلئے اپنے مکانوں پر بھی لے جاتے ہیں۔ اس طرح ہر روز وہاں اس کی دل بستگی کا سامان مہیا کرتے ہیں تاکہ اس دار فانی کی یاد اس کے دل سے بھلا دیں"۔ (انوار الباری ۱۸، ج، ص ۲۵۰)

عالم برزخ میں شہداء کے پاس حوروں کی تشریف آوری کا ذکر تو احادیث کی کتابوں سے ثابت ہے۔

آیئے علماء دیوبند کی کتابوں سے اس کے حوالے پڑھتے ہیں۔

تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں۔

"اسود راعی جہاد خیبر میں شریک ہوئے ، جنگ کے بعد جب شہداء آنحضرت ﷺ کے سامنے لائے گئے تو ان میں اسود راعی کی لاش بھی تھی ،آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھ کر تھوڑی دیر کیلئے منہ پھیر لیا ،صحابہ کرام نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ اس وقت جنّت کی دو حوروں کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے کو حسین بنادیا ہے، اور جسم کو خوشبو سے مہکا دیا ہے۔"

(جہانِ دیدہ ص ۱۷۵)

نور محمد تونسوی صاحب دیو بندی لکھتے ہیں۔

"حضور اکرم ﷺ بچشم خود دیکھ رہے ہیں کہ شہید کے پاس جنت کی دو حوریں بیٹھی ہوئی ہیں اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ شہید کے اندر کسی قسم کی حیات نہیں ہے اور نہ ہی علم وشعور ہے اور نہ ہی کسی قسم کا ادراک وفہم ہے تو ایسے شخص کے پاس سپیشل دو حوریں بھیج دینے کا کیا فائدہ دولہا کو علم وخبر ہی نہیں اور دلہنیں اس کے پاس بیٹھی ہیں پس ثابت ہوا کہ شہید کے ساتھ جو حسن سلوک ہوتا ہے اور اس کی جو تعظیم وتکریم ہوتی ہے وہ اس سے باخبر ہوتا ہے ۔ان چیزوں کا اس کو پورا پورا ادراک وشعور ہوتا ہے۔"

(قبر کی زندگی ، ۳۰۰)

نور محمد صاحب نے تو یہاں شہید کیلئے دولہا اور حوروں کیلئے دلہن کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔کیا زرولی خان صاحب دولہے اور دلہن کے رشتے اور تعلق کی تشریح کرسکیں گے؟

یہی نہیں بلکہ بجنوری صاحب نے شب باشی کے خاص مکان کا بھی ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"پھر اہل نجات کیلئے وہاں چار قسم کے مکانات ہوتے ہیں۔ ایک تو اپنے رہنے اور شب باشی کا خاص مکان دوسرا اپنے وابستگان وعقیدت مندوں سے ملاقات کا درباری دیوان ،تیسرے سیر وتماشا وتفریح کے مقامات جیسے آب زمزم مساجد متبرکہ اور دوسری دنیا وعالم برزخ کی نزہت گاہیں ۔ چوتھے دوستوں اور ہمسایوں سے ملاقات کرنے کے دیوان خانے اور لان وغیرہ ۔اور جب تک کسی کیلئے اس کی بودوباش کا مکان مہیا نہیں کرادیا جاتا ،اس کو دنیا سے نہیں لے جاتے ،یعنی یہ سب مکانات اس کی آخری عمر میں تیار کرائے جاتے ہیں،اس پوری تفصیل کے بعد یہ خیال صحیح نہ ہوگا کہ یہ سب مکانات اس تنگ قبر کے اندر ہیں ۔ بلکہ یہ تو ان مکانات کیلئے داخل ہونے کا دروازہ ہے ۔جبکہ بعض ان مکانوں میں سے آسمان وزمین کی درمیانی فضا میں ہیں،بعض آسمان دوم وسوم میں ہیں، اور شہیدوں کیلئے عرش کے ساتھ لٹکے ہوئے بڑے پرنور قندیلوں میں ہیں"۔

(انوار الباری ۱۸،ج ص ۲۵۰)

بجنوری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہاں قوم کے بزرگ یہاں سے گئے ہوئے کنواروں کے رشتے بھی کرواتے ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں۔

"لوگ وہاں عالم برزخ میں ذکر وتلاوت ، نماز و زیارت مکانات متبرکہ میں مشغول رہتے ہیں، اور قوم کے بزرگ یہاں سے گئے ہوئے کنوارے بچوں کی نسبتیں اور رشتے طے کرتے ہیں تاکہ یوم آخرت میں ان کی شادیاں کی جائیں وہاں (عالم برزخ میں) بجز لذت جماع کے ساری لذتیں موجود ہیں اور سوائے روزہ کے سب قسم کی عبادتیں ہیں، وہ لوگ اوقات متبرکہ کی مانند شب قدر شب جمعہ میں آکر اپنے دنیائے خاص عزیزوں کے ساتھ وقت بھی گزارتے ہیں۔ اور ان کو زندہ عزیزوں کے احوال بھی فرشتوں کے ذریعہ معلوم ہوتے رہتے ہیں؛ وغیرہ "فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۰"۔

(انوار الباری ۱۸، ج ص)۲۵۰

اس کے بعد صاحب انوار الباری کا تبصرہ بھی سنیئے۔

"غور کیا جائے کہ جب یہ سہولتیں اور راحتیں عالم برزخ میں عام مؤمنوں کیلئے ہیں، تو اولیاء و انبیاء کے واسطے پھر خاص طور پر سرور انبیاء اول الخلق وافضل الخلق ﷺ کیلئے کیا کچھ نہ ہوں گی "

(انوار الباری ۱۸، ج ص)۲۵۰

خواہ مخواہ اپنی رائے سے الفاظ کے معنی بدل کر بے ادبی والے الفاظ خود جوڑ کر اپنے تنگ نظریے اور تنقیدانہ سوچ سے کسی پر الزام لگانا کسی مفتری کا کام تو ہوسکتا ہے مفتی کا ہرگز نہیں۔ تنقید برائے اصلاح اچھی کاوش ہے مگر تنقید اگر بے علمی یا کم فہمی میں ہو تو یہ

اپنی عقل اور نفس کی تابعداری ہے۔ اور اپنی عقل اور نفس کی خواہش کی تکمیل کیلئے اپنے خیالات کو کسی کے اوپر لاگو کرنا اور حقیقت سے منہ چرانا یقیناً تحریف ہے۔ اور اسی بے بنیاد تنقید کی زدّ میں اپنے اکابر کو ہی چوراہے میں کھڑا کرنا ہے ۔ جیسا کہ اوپر انوار الباری کے حوالے میں گزر چکا ہے ۔یعنی انور شاہ صاحب کشمیری کی تحقیق کہ "پھر اہل نجات کیلئے وہاں چار قسم کے مکان ہوتے ہیں، ایک تو اپنے رہنے اور شب باشی کا خاص مکان" اگر شب باشی کا مطلب و معنی جیسا کہ خالد محمود صاحب اور زرولی صاحب نے جماع مراد لیا ہے اگر یہی معنی مراد لئے جائیں تو کیا قبر میں جماع کیلئے خاص مکان ہوتا ہے؟ اس کا جواب ضرور دیں تاکہ وہ اشکال اور الجھن ہی ختم ہو جائے جسے مفتی صاحب تہمت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یقیناً مفتی صاحب یہی جواب دیں گے کہ شاہ صاحب کی تحقیق بزبان بجنوری صاحب یہی ہے کہ وہاں عالم برزخ میں بجز جماع کے ساری لذتیں موجود ہوتی ہیں ۔

تو شب باشی کا مطلب جماع نہیں ہے کیونکہ شاہ صاحب کی تحقیق کے مطابق تو یہ لذت وہاں میسر ہی نہیں۔ تو جب شب باشی کا مکان قابل اعتراض نہیں تو پھر ملفوظات میں علامہ زرقانی کے قول پر اعتراض کیوں؟

حالانکہ امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے امام زرقانی کا قول پیش کیا ہے اور شب باشی کے الفاظ استعمال کئے ہیں جس کا معنی و مفہوم لغت کی کتابوں سے واضح ہے کہ رات گزارنا۔ یعنی اعلیٰ حضرت کے نزدیک حضور ﷺ کی پاک بیبیاں اور ہماری مائیں حضور ﷺ سے ملاقات فرماتی ہیں اور ساتھ رات گزارتی ہیں۔ جیسا کہ اکابر دیوبند کی کتب سے ثابت ہوا کہ عام مؤمنین کو بھی یہ سہولت میّسر ہے کہ وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں ۔ اور شہداء کے پاس حوروں کا آنا ثابت ہے ۔ اب اگر زرولی خان

صاحب اس کو جماع سے تعبیر کریں تو بھی زرولی خان صاحب کا پاک بیبیوں پر تہمت کا گمان غلط ہے۔

حالانکہ امہات المؤمنین ہماری مائیں ہیں جواب بھی انبیاء کرام کی ازواج مطہرات ہیں اور انبیاء کرام کے نکاح میں ہیں۔قبر مبارک میں ساتھ ہونا، جنت میں ساتھ ہونا، اس طرح ہی ہے جس طرح اس دنیا میں ساتھ تھے۔کیا اس دنیا میں ساتھ رہنا ان کے لئے معیوب اور تہمت والی بات تھی ؟

فقیر فاروقی نے ساتھ رہنے والے الفاظ اس لئے استعمال کئے ہیں کہ "شب باشی" کے معنی رات گزارنے کے ہیں۔ جب اس دنیا میں ساتھ رہنا کوئی معیوب اور تہمت والی بات نہیں اور جنت میں بھی ساتھ رہنا کوئی معیوب اور تہمت والی بات نہیں تو مرقد انور مبارک میں ملاقات اور ساتھ رہنا کیسے معیوب اور تہمت والی بات ہو گئی؟۔کیا قبور انبیاء **روضة من رياض الجنة** نہیں ہیں؟ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ شب باشی کے الفاظ سے ہٹ کر اگر اکابرِ دیوبند کی تصانیف سے تحقیق کی جائے کہ آیا قبر میں انبیاء علیہم السلام کو لذّت جماع میسّر ہے یا نہیں تو اس میں اختلاف ضرور ہے ۔بعض علماء جواز کے قائل ہیں اور بعض علماء نے اختلاف کیا ہے ۔جن علماء نے اختلاف کیا ہے وہ اختلاف اس وجہ سے نہیں کہ یہ تہمت کا باعث ہے۔ بلکہ اسے دنیا کی حد تک لذّت مانا ہے ۔اور دونوں طرف کے علماء نے اپنے اپنے دلائل دیئے ہیں۔

آیئے علماء دیوبند کی تصدیق شدہ تصنیف سے اس کے جواز اور اختلاف کو نقل کرتے ہیں۔

"انبیاء کے نکاح کے سلسلے میں جو اختلاف ہے وہ اس بنیاد پر

ملفوظات اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کا علمی وتحقیقی جائزہ

ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وفات کے بعد انبیاء نکاح ہم بستری نہیں کرتے ۔یعنی اس ارشاد کی جو حکمت بیان کی گئی ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء اس لذت سے لطف اندوز نہیں ہوتے۔ وہ ارشاد یہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔" تمہاری دنیا میں سے مجھے جو چیزیں محبوب اور پسندیدہ ہیں وہ عورتیں اور خوشبو ہیں "اس ارشاد میں آپ نے نہ تو یہ فرمایا کہ اپنی دنیا میں سے اور نہ یہ فرمایا کہ اس دنیا میں سے ۔کیونکہ آپ نے اس لفظ تمہاری سے یہ ارشاد فرمایا کہ عورتیں اور خوشبو لوگوں کی دنیا میں سے ہیں کیونکہ وہ ان دونوں چیزوں کو اپنے لطف وعیش اور سرمستی کیلئے حاصل کرتے ہیں ۔جبکہ رسول اللہ ﷺ لطف وعیش کی تمنا سے پاک اور بری ہیں۔آپ عورتوں کو اس لئے پسند فرماتے تھے کہ وہ ہر وقت کی شریک حیات ہونے کی وجہ سے آپ کی خوبیوں آپ کے باطنی معجزات اور پوشیدہ احکام کو امت تک پہنچاسکیں ۔کیونکہ عام حالات میں ان صفات اور خوبیوں سے بیویوں کے علاوہ دوسرے لوگ واقف نہیں ہو سکتے تھے۔اسی طرح بیویوں کے ذریعے دوسرے دینی فائدے بھی لوگوں کو حاصل ہوتے تھے ۔اور خوشبو اس لئے پسندیدہ تھی کہ آپ فرشتوں سے ملاقات فرماتے تھے اور فرشتے خوشبو کو پسند کرتے ہیں اور بدبو سے نفرت کرتے ہیں"۔

(سیرت حلبیہ اردو، جلد ۴، ص ۴۰)

یہی وہ وجہ اختلاف ہے جس کی وجہ سے بعض علماء نے اس لذّت کے میسّر ہونے پر اختلاف کیا ہے۔ اس کا جواب جواز کے علماء نے یوں دیا ہے۔

"اب وہ علماء کہتے ہیں کہ حقیقی اکرام اور اعزاز کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کو برزخ میں وہی لذتیں اور خوشیاں حاصل ہوں جو دنیا میں حاصل تھیں تا کہ برزخ میں بھی آپ کے حالات وہی رہیں جو دنیا میں تھے" (سیرت حلبیہ اردو، جلد ۴، ص ۴۰)

اختلاف رکھنے والوں کا ردّ کرتے ہوئے جواز کے علماء نے یہ جواب دیا ہے۔

" ادھر ایک اشکال یہ ہے کہ یہ حکمت آپ کے اس قول کے مطابق نہیں رہتی جس میں ہے کہ مجھے چار چیزوں میں لوگوں پر فوقیت حاصل ہے۔ ان چار چیزوں میں آپ نے کثرت جماع کا بھی ذکر فرمایا ہے"۔ (سیرت حلبیہ اردو، جلد ۴، ص ۴۰)

امام شیخ رملی کا فتویٰ کہ اس میں اختلاف ہے کہ لذّت جماع میسّر ہے یا نہیں یعنی بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض جواز کے قائل نہیں۔

آیئے علماء دیوبند کی مستند سیرت سے دیوبندی عالم کا ترجمہ ملاحظہ کرتے ہیں۔

"پھر میں نے اس سلسلے میں شیخ شمس رملی کا فتویٰ دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء اپنی قبروں میں کھاتے پیتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔ البتہ اس بارے میں اختلاف ہے آیا یہ حضرات نکاح یعنی ہم بستری بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ کرتے

ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ نہیں کرتے۔ نیز یہ کہ ان حضرات کو



ان کے نماز، روزے اور حج کا ثواب اور جزاء بھی ملتی ہے۔



پاکستان میں عرب شیوخ کی تشریف آوری

اگرچہ وہ اب ان فرائض کے مکلف نہیں ہیں۔یعنی ان پر اس کی پابندی اور ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ موت نے ان پر سے یہ پابندی ختم کردی ہے۔لیکن ان کی ان عبادتوں کا ثواب ان کے اعزاز اور درجات کی بلندی کیلئے ملتا ہے۔یہاں تک شیخ رملی کا فتویٰ ہے۔" (سیرت حلبیہ اردو،جلد ۴،ص ۳۹)

جو لذّت جماع کے قائل نہیں وہ ظاہری معنی میں تاویل کرتے ہیں اور ظاہری معنی کو چھوڑ کر ایک دوسرے اور دراز کار معنی پیدا کر رہے ہیں اس کا اظہار علماء دیوبند کے مستند سیرت نگار ان الفاظ میں کر رہے ہیں۔

آیئے قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے زیرِ نگرانی ہونے والا ترجمہ پڑھتے ہیں۔

"حق تعالیٰ نے شہیدوں کے متعلق بتلایا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور کھاتے پیتے ہیں۔علماء نے اس بات کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے یعنی اسی زندگی کو حقیقی زندگی تسلیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ حقیقت میں کھاتے پیتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں اور جو شخص اس کے خلاف معنی لیتا ہے۔یعنی کہتا ہے کہ کھانے پینے اور نکاح سے حقیقت میں کھانا پینا اور ہم بستری کرنا مراد نہیں بلکہ اس سے وہ لذت مراد ہے جو کھانے پینے اور ہم بستری کرنے سے حاصل ہوتی ہے تو وہ شخص بلا وجہ آیت کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر ایک دوسرے اور دور از کار معنی پیدا کر رہا ہے۔ جبکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (سیرت حلبیہ اردو،جلد ۴،ص ۳۹)

اس عبارت میں لذّت جماع کی تصریح موجود ہے۔

چنانچہ سرفراز صفدر صاحب بھی تمام لذّتوں کے جواز کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لذتوں اور عبادتوں سے متمتع ہیں" (تسکین الصدور،) ۸۴۲

ان تمام لذتوں سے کون کون سی لذتیں مراد ہیں؟

صفدر صاحب اس کی تشریح کرسکیں گے؟ کیونکہ یہاں لفظ "تمام" کا استعمال ہوا ہے۔ صفدر صاحب کے پاس کسی لذّت کے انکار کی گنجائش نہیں کیونکہ کسی ایک لذّت کے انکار سے اپنی ہی عبارت میں ترمیم کرنی پڑے گی اور لفظ "تمام" کو ہٹانا پڑے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ محض خیال وسوچ میں لذّت نہیں ہوگی بلکہ حقیقی لذت دنیا نصیب ہوگی۔ شہداء کو عالم برزخ میں لذّت جماع میسّر ہوتی ہے۔

چنانچہ محمد اسلم قاسمی صاحب سیرت حلبیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"واضح رہے کہ شہداء کو رزق پہنچائے جانے یعنی انکے کھانے پینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہم بستری بھی کرتے ہیں کیونکہ ہم بستری سے بھی لذت حاصل ہوتی ہے جیسے کھانے اور پینے سے لذت ملتی ہے"۔ (سیرت حلبیہ اردو، جلد ۴، ص ۹۳)

یہ حوالے خالد محمود مانچسٹروی اور مفتی زرولی صاحب اور دوسرے ان حضرات کیلئے لمحۂ فکریہ ہیں جو اعلیٰ حضرت امام مجدد قدس سرہ کے ملفوظ پر تہمت کا الزام لگا رہے ہیں۔ یہ حضرات یا تو سلف وصالحین اور اپنے اکابر کی کتب سے ناواقف ہیں یا عداوت میں اتنے آگے نکل چکے ہیں کہ سلف وصالحین وعلماء اہل سنت حتی کہ اپنے اکابر کے بھی باغی ہو گئے ہیں۔ سیرت حلبیہ کا ترجمہ بانی دارلعلوم دیوبند قاسم نانوتوی صاحب کے

پوتے قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند کی زیر سرپرستی میں قاری طیب صاحب کے صاحبزادے محمد اسلم قاسمی فاضل دیوبند نے ہی کیا ہے۔ جس عبارت پر مفتی زرولی صاحب تہمت کا الزام لگا کر امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو قصوروار ٹھہرا رہے ہیں۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت کی عبارت میں تو صرف شب باشی کے الفاظ ہیں جن کا مطلب و معنی ہم بستری کے ہیں ہی نہیں۔ علماء دیوبند اور لغت کی کتابوں سے واضح کردیا گیا ہے۔ مگر قاری طیب صاحب کے صاحبزادے نے تو صریحاً ہم بستری کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس پر زرولی خان صاحب کیوں خاموش ہیں؟ اور قاری طیب صاحب کو کیوں کٹھرے میں نہیں لاتے؟ جو ان عبارات کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔

وہ لوگ جو اس شب باشی کو غلط رنگ دیکر لوگوں میں افتراق وانتشار پیدا کرنے کی مذموم سعی میں لگے رہتے ہیں ان کو پہلے اپنے گھروں کی خبر لینی چاہئے کہ ان کے اپنے علماء نے یہی لفظ کہاں کہاں استعمال کئے ہیں۔ سب سے پہلے غیر مقلد قاضی اسلم سیف فیروز پوری کی ایک تحریر جس میں اس نے "پاکستان میں عرب شیوخ کی تشریف آوری" کو اپنا موضوع سخن بناتے ہوئے ان کی مختلف مقامات پر مختلف غیر مقلدین سے ملاقاتوں کا تذکرہ کیا ہے، اس میں وہ لکھتا ہے کہ:

"نماز عشاء کے بعد عرب شیوخ کا یہ وفد مولانا ثناء اللہ اور مولانا حافظ عبد الرحمن مدنی کی قیادت میں منصورہ میں میاں طفیل محمد، امیر جماعت اسلامی پاکستان کے پاس پہنچا اور میاں صاحب سے ان کے دفتر میں ایک لمبی نشست میں خوب تبادلۂ خیالات ہوا، مختلف مسائل پر شرح وبسط سے میاں صاحب سے گفتگو ہوئی ترجمانی کے فرائض جناب فیض الرحمن صاحب سرانجام

دے رہے تھے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے وہاں سے فارغ ہوکر وفد ماڈل ٹاؤن پہنچا۔عرب شیوخ کی **شب باشی** کا انتظام ۔۱۱۱۔ملتان روڈ پر کیا گیا تھا۔

(ہفت روزہ الاسلام لاہور ،۲۳ربیع الاول ۱۴۰۴ھ)

اگر شب باشی کا ایک ہی معنی ہے جو وہ مصنفین و واعظین مراد لیکر واویلا کرتے ہیں تو انہیں پہلے اپنے بزرگوں سے سوال کرنا چاہئے تھا کہ ہم تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اس کی وجہ سے اعتراض کرر ہے ہیں، آپ بتائیں کہ آپ نے ان نجدی عرب شیوخ کی شب باشی کے لئے کیا کچھ انتظام کیا تھا؟۔

اور یہ بھی سوال کریں کہ ان کے نظریئے کے مطابق جو شب باشی کا معنی وہ مراد لے رہے ہیں اس کا انتظام کرنے والے ہمارے علاقائی پیشے کے مطابق کیا بنتے ہیں؟

اسی طرح غیر مقلد فیض عالم صدیقی نے اپنی کتاب ''صدیقہ کائنات'' میں دو مقامات پر یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''آپ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) اس خیال سے قافلہ کی **شب باشی** کے مقام پر بیٹھ جاتی ہیں کہ مجھے کوئی تلاش کرنے کیلئے ضرور آئے گا''۔ (صدیقہ کائنات،ص۱۱۷)

دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ:

''سب سے پہلے قابل توجہ بات یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات ساتھ ساتھ تھے اور پھر مسجد نبوی سے فارغ ہوکر نبی علیہ السلام کا اکثر یہ معمول تھا کہ چند لمحات کیلئے ہر زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہن

کے ہاں تشریف لے جاتے۔اور جہاں آپ ﷺ کی شب باشی کی باری ہوتی وہاں کچھ وقت کیلئے سب جمع ہوجاتیں۔

(صدیقہ کائنات،ص۱۵۰)

اسماعیل سلفی نے خود اپنے''فتاوی'' میں یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''چنانچہ رات کے دھندلکے میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے اپنا منہ لپیٹا ہوا تھا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''تم رات کو آئے ہو حالانکہ اپنے ہمسایہ قبیلہ کیساتھ تمہارے تعلقات کافی ناخوشگوار ہیں''۔اسعد نے عرض کیا کہ: ''حضرت جناب کی آمد کی خبر پا کر صورت حال کچھ بھی ہو مجھے خدمت گرامی میں پہنچنا تھا۔چنانچہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ وہیں شب باش ہوئے اور صبح واپس چلے گئے۔

(فتاوی سلفیہ ص۹۴)

ہفت روزہ الاسلام لاہور، ٹائٹل

ہفت روزہ الاسلام لاہور، عکس ۲

ملفوظات پر وھابیوں کے چند اعتراضات کے جوابات

از قلم

خلیل احمد رانا

(جہانیاں منڈی)

اعتراض: ایک اعتراض یہ کیا کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے پیر بھائی کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں حضور ﷺ نے شمولیت فرمائی۔

جواب: مولانا برکات احمد کے جنازے میں شمولیت کا معاملہ ایسا ہے کہ اس کی نظیر دور صحابہ وتابعین میں موجود ہے، چنانچہ تابعی حضرت ربیع بن حراش نے وفات کے بعد فرمایا

''ان ابا القاسم ﷺ ینتظر الصلاۃ علیّ فعجلوا بی ولا تؤخرونی''

(دلائل النبوۃ، ابو نعیم اصبہانی، حدیث نمبر ۵۳۶۔ شرح الصدور، امام سیوطی)

یعنی بے شک نبی پاک ﷺ میری نماز جنازہ پڑھنے کے لئے انتظار فرما رہے ہیں اس لئے جلدی کریں دیر نہ لگائیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس معاملے کی تردید نہ کی بلکہ تصدیق فرمائی، اور کسی سے بھی اُن کے جنازہ کا امام مقرر کرنے پر اعتراض منقول نہیں، یونہی حضرت ابوعبیدہ بن جرّاح کو نبی کریم ﷺ نے خواب میں فرمایا کہ ''میں نے ابوبکر کے جنازہ میں جانا ہے (**فتوح الشام، ج ۱، ص ۴۵**) حضرت ابوبکر صدیق کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی، حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے کوئی اعتراض نہ کیا، امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری رسوم میں نبی کریم

ﷺ کی شرکت وموجودگی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔(مشکوٰۃ ص ۵۷۰۔ ۵۷۲)، اور قبر میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کے ثبوت کے لئے وہی حدیث کافی ہے جس میں ہے **ما کنت تقول فی هذا الرجل** ''تو اِس مرد کے بارے میں کیا کہتا تھا،(اور ہم جیسے گنہگار تو اسی ''**هذا**'' کے انتظار میں عمریں گزار دیتے ہیں) وہ خوش قسمت بھی ہیں جنہیں وفات سے پہلے بیداری میں زیارت ہوتی ہے، اور اس کا ثبوت بھی حدیث سے ملتا ہے کہ **من رأ نی فی المنام فسیرانی فی الیقظة (مشکوٰۃ،بخاری،مسلم)** جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا، جب نبی پاک ﷺ کا بعض مومنوں کے لئے قبل وفات سے لیکر نکیرین کے سوال وجواب تک تشریف لانا اور موجود ہونا ثابت ہے تو روضہ پاک والی خوشبو کی حقیقت بھی واضح ہوگئی اور اسی لئے امام سیوطی نے لکھا **وحضور الجنازة علی من مات من صالحا متہ فان هذه الامور من جملة اشغاله فی البرزخ کما وردت بذلک الاحادیث والآثار (الحاوی للفتاوی،ج ۲،ص ۱۸۴،۱۸۵)** یعنی اُمت کے نیک لوگوں کے جنازے میں تشریف آوری وغیرہ ایسے امور نبی کریم ﷺ کے افعال برزخیہ میں سے ہیں جیسا کہ احادیث وآثار میں وارد ہوا۔

ان تمام باتوں کو گستاخی وہی قرار دے گا جو نبی کریم ﷺ کی قبر میں حیات کا منکر ہوگا، اسی طرح پاکان اُمت کے پیچھے نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھنے پر گستاخی کا فتویٰ لگانا رافضیت ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی مگر رافضی اس بات کو نہیں مانتے اور گستاخی قرار دیتے

ہیں، حالانکہ یہ معاملہ گستاخی کا نہیں بلکہ سرکار ﷺ کی کرم نوازی ہے کہ وہ جس کو جیسے چاہیں نوازدیں۔

عالم رؤیا اور عالم دنیا:

یہ دو مختلف عالم ہیں۔عالم رؤیا کو عالم دنیا پر قیاس کرنا سراسر باطل ہے۔عالم رؤیا کے حالات و واقعات پر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے۔جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''**قال رسول اللّٰہ رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتیٰ یستیقظ و عن الصبی حتیٰ یحتلم و عن المجنون حتیٰ یعقل**''۔ (ابوداؤد شریف صفحہ نمبر ۲۵۶ جلد ۲ ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان)

''جناب رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔تین شخص مرفوع القلم ہیں سوتا ہوا جب تک بیدار نہ ہو اور نابالغ جب تک بالغ نہ ہو۔اور مجنون جب تک ہوش درست نہ ہو''۔

☆امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ماہ رمضان میں ایک دن میں نے سخت مشقت کی جس کی وجہ سے مجھ پر سخت کمزوری طاری ہوگئی۔قریب تھا کہ میں اس بنا پر افطار کر دیتا اور فضیلت صوم کے فوت ہوجانے کا مجھے بہت غم ہوتا اس اندوہ میں مجھے اونگھ آگئی۔ میں نے آنحضرت کو خواب میں دیکھا آپ نے بہت لذیذ خوشبودار کھانا جسے ہندی زبان

میں زردہ پلاؤ کہتے ہیں عنایت فرمایا۔ میں نے سیر ہو کر کھایا۔ پھر بہت ہی لطیف ٹھنڈا پانی عنایت فرمایا۔ میں نے سیر ہو کر پیا۔ پھر میں بیدار ہو گیا بھوک اور پیاس تمام زائل ہو چکی تھی اور سیر شکمی حاصل ہو گئی تھی۔ میرے ہاتھ میں ابھی تک زعفران کی خوشبو باقی تھی۔ بعض عقیدت مندوں نے اسے احتیاط سے دھو کر رکھ لیا۔ اور برکت اور تبرک کے طور پر اس سے روزہ افطار کیا''۔

(انفاس العارفین صفحہ نمبر ۱۷ مطبوعہ لاہور از حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی)

دیکھئے خواب میں حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھایا، پانی پیا، مگر ان کے روزے پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور انہوں نے وقت مقررہ (یعنی سورج غروب ہونے) پر روزہ افطار کیا۔

مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

☆ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''النظر فی اعمال امته والاستغفار لهم من السیئات ۔ والدعآء بکشف البلاء عنهم والتردد فی اقطار الارض لحلول البرکة فیها وحضور الجنازة من مات من صالح امته فان هذه الامور من جملة اشغاله فی البرزخ کما وردت بذلک الاحادیث والآثار''۔ (الحاوی للفتاویٰ صفحہ

نمبر ۱۸۴، ۱۸۵ جلد دوم مطبوعہ ملتان)

اپنی امت کے اعمال نگاہ میں رکھنا ان کیلئے گناہوں سے استغفار کرنا ان سے دفع بلا کی دعا کرنا، اطراف زمین میں آنا جانا اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مرجائے تو اس کے جنازہ میں جانا یہ چیزیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشغلہ ہیں۔ جیسے کہ اس میں احادیث اور آثار آئے ہیں۔

☆ صاحبِ تفسیر روح البیان فرماتے ہیں:

''قال الامام الغزالی والرسول علیہ السلام له الخیار فی طواف العالم مع ارواح الصحابة لقد رأه کثیر من الاولیاء''۔

(تفسیر روح البیان صفحہ نمبر ۹۹ جلد ۱۰ مطبوعہ الریاض)

امام غزالی نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے۔ آپ کو بہت سے اولیاء نے دیکھا ہے۔

☆ حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

بہت دفعہ لوگوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ خواب میں دیکھا کہ ان کی روحوں نے کافروں اور ظالموں کے لشکروں کو شکست دے دی۔ پھر اس کا ظہور بھی ہوا۔ ٹڈی دل لشکر نہتے کمزور اور تھوڑے سے مسلمانوں سے شکست کھا گیا۔ (کتاب الروح صفحہ نمبر ۱۲۶ مطبوعہ کراچی)

تین مستند واقعات:

ا......حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے رونے کا کیا باعث ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں اس حال میں دیکھا کہ آپ کا سر مبارک اور ریش مبارک پر گرد پڑی ہوئی ہے اور آپ ﷺ رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کے رونے کا کیا باعث ہے؟ آپ نے فرمایا :''میں حسین کے قتل کی جگہ گیا تھا''۔ (ترمذی شریف صفحہ نمبر ۲۱۸ جلد ۲)

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اس حدیث کے تحت لکھتا ہے:

''روح کا بعد مفارقت عالم دنیا کے گو اصل مقام دوسرا ہے۔ لیکن اگر باذن الٰہی کسی وقت پر بطور خرق عادت کے اس عالم میں آجائے تو ممکن ہے جیسا کہ حضور ﷺ کی روح مبارک کا میدان قتال میں تشریف لانا دیکھا گیا۔ اور چونکہ اس کے امتناع کی کوئی دلیل نہیں لہٰذا اس میں تاویل اور صرف الی المجاز کی ضرورت نہیں محمول حقیقت پر ہوگا''۔

(التکشف صفحہ نمبر ۳۶۴،۳۶۵ طبع کراچی)

۲......حضرت شاہ عبدالرحیم محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک روز سید عبداللہ اور ان کے استاد صاحب دونوں قرآن مجید کا ورد کررہے تھے کہ کچھ لوگ عرب صورت سبز پوش گروہ در

ملفوظات اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کا علمی وتحقیقی جائزہ

گروہ ظاہر ہوئے ان کے سردار نے مسجد کے قریب کھڑے ہو کر ان قاریوں کی قرأت کو سنا اور کہا'' **بارک اللّٰہ ادیت حق القرآن** '' اور مراجعت فرمائی۔ ان عزیزوں کی عادت تھی کہ قرآن مجید پڑھتے وقت آنکھیں بند کرلیتے تھے اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ جب سورۃ ختم کرلی تو سید عبداللہ سے پوچھا کہ ''وہ کون لوگ تھے ان کی ہیبت سے میرا دل کانپ اٹھا لیکن قرآن مجید کے احترام کی وجہ سے میں کھڑا نہ ہوا''۔ سید عبداللہ نے کہا کہ ''اس قسم کے لوگ تھے جب ان کا سردار پہنچا تو میں بیٹھا نہ رہ سکا میں نے اٹھ کر ان کی تعظیم کی''۔ اسی گفتگو میں تھے کہ ایک اور آدمی اسی وضع کا آیا اور کہا:''گزشتہ رات آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے مجمع میں تشریف فرما تھے اور اس حافظ کی جو اس جنگل میں ٹھہرا ہوا ہے تعریف فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ علی الصبح میں اس سے ملوں گا اور اس کی قرأت سنوں گا آپ تشریف لائے تھے یا نہیں اور اگر تشریف لائے تھے تو کہاں گئے'' ان دونوں نے جب یہ بات سنی تو دائیں بائیں بھاگے۔ لیکن کوئی نشان نہ ملا۔ راقم الحروف (حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) کا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ'' اس واقعے کے بعد مدت دراز تک اس جنگل سے خوشبو آتی رہی''۔

(انفاس العارفین صفحہ نمبر ۲۴، ۲۵ مطبوعہ لاہور)

۳......حضرت ابوعبیدہ بن الجراح جب دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ تو قلعہ

فتح نہ ہوتا تھا۔ ایک دن عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ فرما رہے ہیں:

"تفتح المدینۃ ان شاء اللہ تعالٰی فی ھذہ اللیلۃ"۔

"اے ابو عبیدہ! آج رات شہر فتح ہو جائے گا"۔

پھر حضور جلد ہی واپس تشریف لے جانے لگے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ جلد واپس جا رہے ہیں کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ: "میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنازے میں جانا ہے۔ (فتوح الشام صفحہ نمبر ۴۵ جلد اوّل مطبوعہ مصر)

جواب دو:

مولوی برکات احمد کی نماز جنازہ مولانا احمد رضا نے پڑھائی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باطنی طور پر اس میں شمولیت کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باطنی طور پر اس میں شمولیت کی۔

اگر مولوی برکات احمد صاحب کی نماز جنازہ پڑھانے کی وجہ سے مولانا احمد رضا مورد طعن ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیوں نہیں ....؟

آپ کے فہم کے مطابق اگر مولوی برکات احمد کے واقعے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مقتدی اور امام احمد رضا" تو...............!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کردہ واقعے سے بھی تو آپ کے خود ساختہ قاعدہ کے مطابق یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مقتدی اور امام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مگر!

آج تک علامہ واقدی کے نقل کردہ واقعے سے کسی محدث، مفسر، فقیہ اور عالم دین نے یہ مطلب نہیں نکالا۔

خدارا...............! بہتان تراشی، دروغ گوئی چھوڑیئے۔

خدا کے حضور توبہ کیجئے، ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے....................

"معترض" سے چند سوال:

اوّل:

☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکیم برکات احمد کی نماز جنازہ میں شرکت باطنی طور پر ہے۔ آپ بتائیں اگر کوئی مر جائے اور خواب میں کسی نے دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھنے کیلئے جا رہے ہیں تو مسلمانوں پر اس کی نماز جنازہ پڑھنی فرض ہے یا نہیں؟

☆ اگر اس کی نماز جنازہ مسلمان نہ پڑھیں اور یونہی دفن کر دیں تو فرض کفایہ کے تارک ہو کر گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

☆ اور اگر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے تو بغیر جماعت اور امام کے یا امام کے ساتھ؟

☆ اگر کوئی امام بنایا جائے تو یہ امام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقتدی ہوگا یا امام؟ (**بینوا توجروا**)

ثانی:

☆ کسی امتی کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کرنا کفر ہے یا فسق یا مکروہ یا ان میں سے کچھ نہیں......؟

☆ کیا محض امامت سے امام کا مقتدی سے افضل ہونا لازم ہے؟

☆ کیا افضل کی موجودگی میں مفضول کا امام ہونا کفر ہے یا فسق یا مکروہ ہے۔

اگر..................!

ان تین سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو الملفوظ کی اس عبارت پر اعتراض سوائے فساد انگیزی کے اور کچھ نہیں ۔ اور اگر ان سوالوں کا جواب اثبات میں ہے تو اس حدیث کی کیا تاویل ہوگی جو حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے۔

فرماتے ہیں:

غزوۂ تبوک میں ایک دن حضور ﷺ نماز فجر سے پہلے قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے میں پانی ساتھ لے کر گیا۔ ضرورت سے فارغ ہو کر آنحضرت ﷺ نے وضو فرمایا۔ جس میں موزوں پر مسح فرمایا۔ جب پڑاؤ پر واپس لوٹے تو جماعت ہو رہی تھی ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف امام تھے۔ ایک رکعت ہو چکی تھی ۔ آگے کے الفاظ یہ ہیں:

''فادرک رسول اللّٰہ ﷺ احدی الرکعتین فصلی مع الناس الرکعة الآخرة فلما سلم عبدالرحمن بن عوف قام رسول اللّٰہ ﷺ یتم صلٰوته فافرغ ذلک المسلمین فاکثروا التسبیح فلما قضی النبی ﷺ صلٰوته اقبل علیهم ثم قال احسنتم او قال قد اصبتم''۔

(مسلم شریف صفحہ نمبر ۲۲۶ جلد اوّل (مترجم) مطبوعہ لاہور)

رسول خدا ﷺ کو صرف ایک رکعت ملی اور آپ نے اخیر ہی کی رکعت جماعت کے ساتھ پڑھی ۔ عبدالرحمن بن عوف نے جب سلام پھیرا تو رسول خدا کھڑے ہو گئے

اور اپنی نماز پوری کرنے لگے۔ اس پر لوگ گھبرا گئے اور کثرت سے تسبیح پڑھنے لگے جب آنحضور ﷺ نماز پوری کر چکے تو فرمایا تم نے اچھا کیا یا یہ فرمایا تم نے ٹھیک کیا ۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتدا میں نماز ادا کی ہے اور یہ دو مرتبہ ہوا ایک بار ابوبکر کی اقتدا کی اسی قسم کا واقعہ ہے جو عبدالرحمن میں گزرا لیکن مرض اخیر میں جو نماز ادا کی اس وقت امام آنحضور ﷺ ہی تھے اور ابوبکر آنحضور ﷺ کے مقتدی تھے جیسا کہ اپنے محل میں محقق ہے۔

(مدارج النبوۃ صفحہ نمبر ۷۱۷ حصہ دوم مطبوعہ کراچی)

مسلم شریف ہی کی دوسری روایت میں یہ زائد ہے:

''فاردت تاخیر عبدالرحمن بن عوف فقال النبی ﷺ دعه''۔ (صفحہ نمبر ۲۲۷ جلد اوّل (مترجم) مطبوعہ لاہور)

میں نے عبدالرحمن بن عوف کو پیچھے کرنا چاہا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''رہنے دو''۔

مشکوٰۃ شریف میں تھوڑے تغیر اور اختصار کے ساتھ اتنی زیادتی ہے:

''فلما احس بالنبی ﷺ ذهب یتاخر فاومأ الیه''۔

''اب بتائیں ....!

☆ان کے نزدیک کسی امتی کا آنحضور ﷺ کی امامت کرنی قابل اعتراض ہے تو عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

☆آنحضور ﷺ نے ان کو پیچھے نہیں آنے دیا بلکہ ان کی تحسین فرمائی بتایئے حضور اکرم ﷺ کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

☆مذکورہ حدیث کے تحت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''فیه دلیل علی جواز الاقتداء الافضل بالمفضول اذا علم ارکان الصلوٰۃ''۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ)

☆شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

افضل کے ہوتے ہوئے غیر افضل کی امامت جائز ہے۔

(اشعۃ اللمعات صفحہ نمبر ۴۲۲ جلد ۲ مطبوعہ لاہور)

☆مولوی مفتی عزیز الرحمن دیوبندی لکھتے ہیں:

فاضل کی نماز مفضول کے پیچھے درست ہے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند جلد ۳ صفحہ نمبر ۲۳۳)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وضاحت:

''**الحمد للہ**'' یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔

یہ الفاظ بطور تشکر مولانا احمد رضا بریلوی نے فرمائے ہیں: ''اس نیک بخت انسان کی نماز جنازہ پڑھانے پر جس کی نماز جنازہ میں باطنی طور پر رحمت دو عالم ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا نہ کہ حضور ﷺ کے مقتدی ہونے پر''۔

پردہ اٹھتا ہے ذرا........سنبھلئے:

منصف مزاج اور حق شناس انسان کا فرض ہے کہ دوسروں پر طعن وتشنیع کرنے سے پیشتر اپنے گرد وپیش کے حالات و واقعات کا جائزہ لے اور سوچے کہ جن وجوہات کی بنا پر میں دوسروں پر کیچڑ اچھال رہا ہوں انہی سے میرا اپنا دامن تو داغدار نہیں۔ تاکہ بعد میں شرمندگی اور خجالت کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔

آیئے..........! ذرا گھر کی خبر لیجئے...............!

اور حق پرستی کا ثبوت دیجئے..........!

خواب نمبر ۱: مولوی رشید احمد صدیقی کلکتوی لکھتے ہیں:

الحمد للہ! آج شب یکشنبہ بوقت دو ساعت ۲۳ رشعبان المعظم ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۷/اپریل ۱۹۵۵ء اس روسیاہ، سراپا عصیاں کو عالم رؤیا میں حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرے میں تشریف فرما ہیں..........جامع مسجد میں بوجہ جمعہ مصلیوں کا مجمع بڑا ہے۔ مصلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں۔ فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا تو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نمازِ جمعہ پڑھائی۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولانا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا۔

(روز نامہ ''الجمعیۃ''(ا) دہلی، شیخ الاسلام نمبر صفحہ نمبر ۳۲۵،۳۲۶ مطبوعہ پاکستان (گوجرانوالہ)

دیکھئے مجمع میں امام الاوّلین والآخرین کے جد کریم ابوالانبیاء حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ فرما ہیں۔ مگر دیوبندیوں کو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بجائے اپنے مولوی حسین احمد کو امام بنانے کا شوق ہے۔ یہ کتنی بڑی جسارت ہے اور مولوی صاحب کی شیخی دیکھئے کہ بڑھ کر امام بھی بن جاتے ہیں۔

''شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی واقعات وکرامات کی روشنی میں'' صفحہ نمبر ۳۰۹ طبع کراچی ازمولوی سید رشید الدین حمیدی دیوبندی، ''شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے حیرت انگیز واقعات'' صفحہ نمبر ۴۵ طبع کراچی از مولوی ابوالحسن بارہ بنکوی دیوبندی (ابوالجلیل فیضی غفرلہٗ)

اگر کسی امتی کا کسی نبی کی امامت کرنا لائق اعتراض ہے تو ''مصنف رضا خانی مذہب'' بتائیں یہاں کیا ارشاد ہے یہاں تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولانا کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ ملفوظات کی عبارت میں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقتدی ہونے کا شائبہ تک نہیں اس پر اتنا چیخنا چلانا شور مچانا گلے پھاڑنا اور یہاں حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقتدی ہونے کی تصریح کے باوجود خاموش رہنا۔ کیا یہ!...... شخصیت پرستی نہیں!

خواب نمبر ۲: شیخ سعید تکرونی کہتے ہیں کہ:

''میں نے خواب میں دیکھا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور مجھ سے کسی نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور ایک عالم ہندی خلیل احمد کا انتقال ہوگیا ہے ان کے جنازہ کیلئے تشریف لائے ہیں''۔

(تذکرۃ الخلیل صفحہ نمبر ۴۲۷ طبع کراچی مؤلف مولوی عاشق الٰہی میرٹھی)

اعتراض ۲: اسی طرح ایک اور ملفوظ پر اعتراض کیا، ملفوظات اعلیٰ حضرت کی عبارت کو دیکھئے:

اس ملفوظ میں شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ (قاہرہ مصر) کے اشعار کے ترجمہ کے بعد لکھا ہے کہ ''بفرضِ محال اگر عالم ناسوت میں کوئی صورت الوہیت فرض کی جاتی تو وہ نہ ہوتی مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ بریلی، بھارت، حصہ دوم ص ۶۶)

جواب: اس عبارت پر اعتراض کا جواب ملفوظ کے اندر ہی موجود ہے، ملفوظ میں (بفرض محال) کے الفاظ موجود ہیں ان کا کیا مطلب ہے؟ اعلیٰ حضرت احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے وقوع نہیں مانا، امکان کا قول نہیں کیا، صراحۃً محال کہا ہے، تو اس میں اعتراض کی کون سی بات رہ گئی ہے، اس قسم کے تعلیق بالمحال والے جملہ قرآنیہ آیات واحادیث میں بے شمار ہیں، کیا وہ بھی کسی غلو کی نشان دہی کرتے ہیں؟ مثلاً ''اگر اللہ کے علاوہ اور خدا ہوتے تو ارض وسماء تباہ ہوجاتے''۔ (سورۃ الانبیاء، آیت ۲۲)

''فرمادیجئے اگر رحمن کا کوئی بیٹا ہوتا تو اُس کا پہلا پوجنے والا میں ہوتا''۔

(سورہ زخرف، آیت ۸۱)

اعتراض ۳: ایک اعتراض جو ملفوظ پر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوندِ عرب کہہ دیا، اُس کی اصل عبارت یہ ہے:

سوال: حضور اقدس ﷺ کو اے خداوند عرب کہہ کر نداء کر سکتے ہیں؟

جواب: کر سکتے ہیں، خداوند عرب کے معنی (ہیں) مالک عرب ۔

(ملفوظات، حصہ اوّل، ص ۱۱۸، مطبوعہ بریلی)

جواب: خداوند عرب کا مطلب مالک عرب یا عرب کے آقا ہے، جیسا کہ ملفوظات میں لکھا ہے، اب اس پر کیا اعتراض رہ گیا؟ ۔ آپ دھوکے سے بھولے بھالے مسلمانوں کو کیوں دھوکہ دے رہے ہیں؟

اعتراض ۴: نبی کریم ﷺ کی برزخی ازدواجی زندگی پر اعتراض کا جواب

: جب دنیا میں اور آخرت میں انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی ازواج مطہرات سے الحاق وملاپ ثابت ہے اور گستاخی نہیں، تو برزخ میں یہ بات ماننا گستاخی کیسے بن گیا؟ اور اگر برزخ میں یہ فعل ماننا گستاخی ہے تو پھر دنیا و جنت میں بھی یہ فعل ماننا گستاخی قرار پائے گا، معترض کا اس فعل پر اعتراض انبیاء کرام کی ازدواجی زندگی پر حملہ ہے اور سادات کرام کے نسب پر حملہ ہے، اس سے بڑھ کر انبیاء کرام علیہم السلام کی اور گستاخی کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: جہاں تک برزخی زندگی میں اکٹھے دن رات گزارنے کا تعلق ہے تو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ **اسرعکن لحوقا بی اطولکن یدا** (مشکوٰۃ، ص ۱۶۵۔ مسلم، حدیث نمبر ۶۳۱۶۔ بخاری، حدیث نمبر ۱۴۲۰) یعنی ''تم میں سب سے پہلے مجھ سے برزخ میں وہ الحاق وملاپ کرے گی جس کا ہاتھ صدقہ وخیرات میں سب سے لمبا ہوگا'' اس حدیث سے تمام ازواج مطہرات کا نبی کریم ﷺ سے شرفِ الحاق سے مشرف ہونا ثابت ہوتا ہے، اگرچہ پہلے اور بعد کا فرق بھی ساتھ ہی نظر آرہا ہے، اسی طرح حضرت

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومنوں کی اولاد جنت (برزخ) میں ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ اُن کی کفالت کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ بروز قیامت اُن کو اُن کے ماں باپ کے سپرد کر دیں گے (**مسند احمد، مستدرک حاکم، بیہقی، ابن داؤد بحوالہ بشری الکئیب بلقاء الحبیب از امام سیوطی**) اس حدیث سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کا اکٹھے دن رات گزارنا ثابت ہوتا ہے، کیا یہ حدیثیں ماننا گستاخی ہے؟ **معاذاللہ**

اعتراض ۵: ایک اعتراض یہ کیا کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے پیر بھائی کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں حضور ﷺ نے شمولیت فرمائی۔

جواب: مولانا برکات احمد کے جنازے میں شمولیت کا معاملہ ایسا ہے کہ اس کی نظیر دور صحابہ و تابعین میں موجود ہے، چنانچہ تابعی حضرت ربیع بن حِراش نے وفات کے بعد فرمایا

'' ان ابا القاسم ﷺ ینتظر الصلاۃ علیّ فعجلوا بی ولا تؤخرونی ''

(**دلائل النبوۃ، ابو نعیم اصبہانی**، حدیث نمبر ۵۳۶۔ شرح الصدور، امام سیوطی)

یعنی بے شک نبی پاک ﷺ میری نماز جنازہ پڑھنے کے لئے انتظار فرما رہے ہیں اس لئے جلدی کریں دیر نہ لگائیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس معاملے کی تردید نہ کی بلکہ تصدیق فرمائی، اور کسی سے بھی اُن کے جنازہ کا امام مقرر کرنے پر اعتراض منقول نہیں، یونہی حضرت ابوعبیدہ بن جرّاح کو نبی کریم ﷺ نے خواب میں

فرمایا کہ ''میں نے ابوبکر کے جنازے میں جانا ہے''۔(فتوح الشام، ج ا،ص ۴۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی، حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے کوئی اعتراض نہ کیا، امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری رسوم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت وموجودگی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔(مشکوٰۃ،ص ۵۷۰۔۵۷۲)

اور قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے ثبوت کے لئے وہی حدیث کافی ہے جس میں ہے **ماکنت تقول فی ھذا الرجل** ''تو اِس مرد کے بارے میں کیا کہتا تھا، (اور ہم جیسے گنہگار تو اسی ''**ھذا**'' کے انتظار میں عمریں گزار دیتے ہیں) وہ خوش قسمت بھی ہیں جنہیں وفات سے پہلے بیداری میں زیارت ہوتی ہے، اور اس کا ثبوت بھی حدیث سے ملتا ہے کہ **من راٰنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ** (مشکوٰۃ، بخاری، مسلم) جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا، جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض مومنوں کے لئے قبل وفات سے لیکر نکیرین کے سوال وجواب تک تشریف لانا اور موجود ہونا ثابت ہے تو روضہ پاک والی خوشبو کی حقیقت بھی واضح ہوگئی اور اسی لئے امام سیوطی نے لکھا

وحضور الجنازۃ علی من مات من صالحا متہ
فان فھذہ الامور من جملۃ اشغالہ فی البرزخ
کما وردت بذلک الاحادیث والآثار (الحاوی للفتاویٰ، ج ۲،ص ۱۸۴،۱۸۵)

یعنی اُمت کے نیک لوگوں کے جنازے میں تشریف آوری وغیرہ ایسے امور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال برزخیہ میں سے ہیں جیسا کہ احادیث وآثار میں وارد ہوا۔

ان تمام باتوں کو گستاخی وہی قرار دے گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کا منکر ہوگا، اسی طرح پاکان اُمت کے پیچھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے پر گستاخی کا فتویٰ لگانا رافضیت ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی مگر رافضی اس بات کو نہیں مانتے اور گستاخی قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ معاملہ گستاخی کا نہیں بلکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازی ہے کہ وہ جس کو جیسے چاہیں نواز دیں۔

اعتراض ٦: ایک ملفوظ پر اعتراض کیا کہ مزار کے حجرے میں کیا ہوا؟

جواب: نمبر ا۔ اس واقعہ میں چند مسئلے ہیں، پہلا مسئلہ نامحرم عورت پر اچانک نظر پڑنا ہے، اس کے شرعاً جائز ہونے پر ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے۔

نمبر ۲۔ کنیز ہبہ کرنا، تاجر نے خادم مزار کو اور خادم مزار نے شیخ کے مرید کو کنیز ہبہ کی، اس سلسلے میں بخاری شریف، کتاب الھبہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے کہ ''اگر تو اپنی لونڈی (کنیز) کو (آزاد کرنے کی بجائے) اپنے ماموں کو ہبہ کر دیتی تو اس کا اجر بہت ہی زیادہ ہوتا'' لہٰذا اس حدیث کی رو سے یہ مسئلہ بھی ہمارا اور آپ کا اتفاقی ہوا۔

نمبر ۳۔ لونڈی (کنیز) سے بغیر نکاح کئے مجامعت کرنا قرآن پاک کی رو سے جائز ہے۔(سورۃ مومنون، آیت ٦۔ سورۃ المعارج، آیت ۳۰)

''اپنی زوجہ یا لونڈی (کنیز) سے جماع کرنے والے پر کچھ ملامت نہیں''، مگر آپ لوگ ہماری کتابوں میں زوجہ سے شب باشی یا کنیز پر حجرے میں خلاصی پڑھ لیتے ہو تو ہم پر ملامت کرتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **غیر ملومین** یعنی ان پر ملامت نہ کی جائے، جس فعل کے متعلق اللہ فرمائے کہ اُس پر ملامت نہ کرو،

وہابی بے چارہ اُسی پر ملامت کرتا ہے، اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ مولوی غلام رسول غیر مقلد (قلعہ میاں سنگھ) کے سوانح حیات میں اُس کی پہلی کرامت بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ آپ کی کرامت سے ایک شخص ایک عورت کے ساتھ تین دن رات زنا کرتا رہا۔

(سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص۹۹، ۱۰۰)

حالانکہ کرامت تو تب ہوتی کہ زنا سے روکا جاتا، زنا کرانا کرامت نہیں، یہ تو شیطانیت ہے، مگر آپ کے ہم مسلک مصر ہیں کہ اسے بھی اہل حدیث کی کرامت تسلیم کیا جائے، زوجہ سے شب باشی اور لونڈی سے بغیر نکاح خلاصی کے سوا جتنے طریقے ہیں وہ لائق ملامت ہیں، مگر آپ کے بعض غیر مقلد متعہ کے جواز کے قائل ہیں اور بعض مشت زنی واجب ہونے کے قائل ہیں اور اُن کے حوالوں پر ہم ملامت کرتے ہیں تو آپ کے مناظر جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں، عجیب اُلٹا مذہب ہے کہ جائز اور کار ثواب فعل پر ملامت کرتا ہے، مگر لائق ملامت باتوں کے جواز اور وجوب کا قول کرتا ہے۔

اعتراض ۷: سید احمد سجلماسی کی دو بیویاں تھیں۔ سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہمبستری کی یہ نہیں کرنا چاہیے۔ عرض کیا ''حضور! اس وقت وہ سوتی تھی'' فرمایا ''سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال دی تھی'' عرض کیا ''حضور کو کس طرح علم ہوا'' فرمایا ''جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا؟'' عرض کیا ''ہاں! ایک پلنگ خالی تھا''۔ فرمایا ''اس پر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے''۔

(ملفوظات حصہ دوم صفحہ نمبر ۵۰ مطبوعہ لاہور)

جواب نمبر ۱: فریق مخالف کے جید عالم مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی اس واقعے کے تحت لکھتے ہیں: ''چونکہ ان واقعات میں کشف ہی نہیں بلکہ ارشاد واصلاح ہے ان مخفیات کی جن پر نہ کوئی مطلع ہوتا ہے نہ اس کے متعلق شرعی حکم یا نور وظلمت کا سوال کیا جاتا ہے اس لئے یہ چند قصے بیان کر دیئے، ان کو گندا کہہ کر اعتراض نہ کرنا۔

(اردو ترجمہ ابریز، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی صفحہ نمبر ۴۶ مطبوعہ کراچی)

خدارا! ہماری نہیں...... اپنے بڑوں کی تو مانو...... تعصب اور ضد کو چھوڑو...... راہ حق تلاش کرو...... اولیائے کرام کے حق میں بدگمانی کا انجام برا ہے......!

☆ امام ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''بندہ جب خدا سے روگردانی کا خوگر ہوجاتا ہے تو اولیاء اللہ کی بدگوئی اس کی مونس بن جاتی ہے''۔ (طبقات الکبریٰ، صفحہ نمبر ۲۳ (اردو) علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱)...... مولوی عاشق الٰہی دیوبندی لکھتے ہیں: قدوۃ العلماء زبدۃ الفضلاء امام ہمام علامہ احمد بن مبارک سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ۔ (ابریز (اردو) صفحہ نمبر ۳)

(۲)...... مولوی عاشق الٰہی دیوبندی لکھتے ہیں: غوثِ زماں سید عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ (ابریز (اردو) صفحہ نمبر ۳)

☆...... شیخ الاسلام حضرت ابویحییٰ زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''(اولیاء اللہ) سے خوش اعتقادی سعادت اور بد اعتقادی شقاوت ہے''۔

(طبقات الکبریٰ صفحہ نمبر ۲۳)

جواب نمبر ۲: ملفوظات کی نقل کردہ عبارت میں امام احمد رضا بریلوی اس کے ناقل ہیں۔ اور ناقل کی ذمہ داری ہے کہ حوالہ دکھا دے چنانچہ یہ واقعہ علامہ احمد بن مبارک

رحمۃ اللہ علیہ نے ''الابریز'' عربی مطبوعہ مصر کے صفحہ نمبر ۳۴ پر نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کشف کا معاملہ ہے اور معتزلہ اگرچہ اولیاء کاملین کیلئے کشف کے منکر ہیں۔ مگر اہل سنت اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء کیلئے بے شمار اشیاء کو منکشف فرما دیتا ہے اور بسا اوقات ان کے حصہ دار کا دخل نہیں ہوتا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) ارشادِ باری تعالیٰ ''**وکذلک نری ابراہیم ملکوت السمٰوٰت والارض** (الآیۃ) کی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ:

''جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت سماوی و ارضی کا مشاہدہ کرایا تو انہوں نے ایک شخص کو بدکاری میں مصروف دیکھا۔ آپ نے اس کے خلاف دُعا فرمائی تو وہ ہلاک ہو گیا، پھر دوسرے کو اسی حالت میں دیکھا اس کے خلاف دعا فرمائی تو وہ بھی ہلاک ہو گیا پھر تیسرے شخص کو دیکھا اور اس کے خلاف دعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا ''ابراہیم! تم مستجاب الدعوۃ ہو، میرے بندوں کے خلاف دعا نہ کرو''۔

(تفسیر مظہری، جلد ۳ صفحہ نمبر ۲۵۷ مطبوعہ انڈیا)

(۱)......مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

''**الابریز**'' فی مناقب سیدی عبدالعزیز دباغ مؤلفہ ابن مبارک فاسی جن کی تالیف ۱۱۲۹ھ میں شروع ہوئی تھی ......غرض یہ چالیس سے کچھ زائد کتابیں ہیں جن کی نقل بھروسے کی نقل ہے اور پھر ان کے مؤلفین بھی ایسے ایسے اکابر

اولیاء اور بڑے بڑے علماء ہیں کہ آفاقِ عالم میں ان کے مقبول ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے۔

(جمال الاولیاء صفحہ نمبر ۴۰۵ مطبوعہ لاہور)

مصنف رضاخانی مذہب بتائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیا کہا جائے گا ذرا یہ حکایت بھی پڑھیے!

''شاہ ولی اللہ صاحب جب بطن مادر میں تھے تو ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقب ہوئے اور ادراک بہت تیز تھا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہاری زوجہ حاملہ ہے اور اس کے پیٹ میں قطب الاقطاب ہے اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا''۔ (حکایات اولیاء صفحہ نمبر ۲۷ مطبوعہ کراچی از اشرف علی تھانوی)

اسی کتاب میں نانوتوی صاحب کے حوالے سے شاہ عبدالرحیم ولایتی کے مرید عبداللہ خان کے بارے میں لکھا ہے:

''ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا تو آپ فرما دیا کرتے تھے کہ تیرے گھر لڑکی ہوگی یا لڑکا اور جو آپ بتلا دیتے وہی ہوتا تھا''۔

(حکایات اولیاء صفحہ نمبر ۲۰۰ مطبوعہ کراچی)

اگر......!

مخالفین کو غوثِ زماں سیدی عبدالعزیز دباغ کے کشف پر اعتراض ہے حالانکہ ان

کا مقصد ایک غیر شرعی عمل سے منع کرنا تھا (چنانچہ سید احمد سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بے شک مفتی بہ قول یہی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔ (ابریز صفحہ نمبر ۴۶)۔

اظہار کشف مقصود نہ تھا۔ وہ عبداللہ خاں کے عورتوں کے رحموں میں جھانک کر لڑکا یا لڑکی معلوم کرنے پر معترض کیوں نہیں ہوتے ......؟ پھر یہ عمل ایک یا دو مرتبہ کا نہ تھا ''آپ فرما دیا کرتے تھے'' کے الفاظ تو تسلسل اور تواتر کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی

رحمۃ اللہ علیہ

پر ایک الزام کا جواب

از قلم

ابواُسامہ ظفر القادری بکھروی

(واہ کینٹ)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک الزام کا جواب

اعتراض: مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ''ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ نمبر ۷۴'' میں عبد الرحمن قاری (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر فتویٰ کفر لگایا ہے۔

جواب: قارئین محترم! گزارش یہ ہے کہ عبد الرحمن قاری نام کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی صحابی نہیں ہے۔ کیونکہ اسماء الرجال اور خاص کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جتنی بھی کتب لکھی گئیں ہیں اس نام کے کسی صحابی کا ذکر موجود نہیں۔ اور اگر معترضین اپنے دعوے میں سچے ہیں تو کتب معتبرہ میں سے اس نام کے صحابی کے حالات زندگی اور اس کا سن پیدائش و وفات پیش کریں۔

مخالفین کی چال بازی:

مخالفین عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ایک نام پیش کرتے ہیں جن کا نام ''عبد الرحمن

بن عبد القاری‘‘ ہے۔کیا عبد الرحمن قاری اور عبد الرحمن بن عبد القاری میں کوئی فرق نہیں۔یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ دعویٰ کیا اور دلیل کیا۔اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں جس عبد الرحمن قاری کا تذکرہ ہے وہ کوئی اور شخص ہے اور عبد الرحمن بن عبد القاری کوئی اور ہیں۔تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس عبد الرحمن کا ذکر ملفوظات اعلیٰ حضرت میں موجود ہے وہ عبد الرحمن قاری قبیلہ بنی قارہ سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالنے والا ہے۔یہ واقعہ امام بخاری (صحیح بخاری باب غزوہ ذی القرد ۲ / ۶۰۳ و مترجم بخاری ۲ / ۶۵۲ طبع لاہور) کے مطابق غزوہ خیبر سے صرف تین روز پہلے پیش آیا۔اسی طرح یہ بات (صحیح مسلم باب غزوہ ذی القرد ۲ / ۱۱۳ و فتح الباری شرح بخاری ۷ / ۴۶۰ وشرح صحیح مسلم للسعیدی ۵ / ۵۹۷) میں بھی موجود ہے۔اسی غزوے میں عبد الرحمن قاری صحابہ کرام کے ہاتھوں قتل ہوا۔اور یہ غزوہ ۷ ہجری کا ہے۔اس غزوے کے ہیرو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے جو روایات مروی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

’’حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی سواری کے اونٹ اپنے غلام رباح کے ہمراہ چرنے کے لئے بھیجے تھے اور میں (سلمہ بن اکوع) بھی ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) کے گھوڑے سمیت ان کے ساتھ تھا کہ اچانک صبح عبد الرحمن فزاری (جس کا ذکر ملفوظات اعلیٰ حضرت میں کیا گیا ہے) نے اونٹوں پر چھاپہ مارا اور ان سب کو ہانک کر لے گیا اور چرواہے کو قتل کر دیا۔میں نے کہا ’’رباح یہ گھوڑا لو اور اسے ابوطلحہ تک پہنچا دو اور رسول اللہ ﷺ تک خبر دو‘‘ اور خود میں نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر مدینہ کی طرف رخ کیا اور یا صباحاہ!! تین مرتبہ پکارا پھر میں حملہ آوروں کے پیچھے چل نکلا اور ان پر تیر برساتا جاتا اور یہ رجز پڑھتا جاتا:

انا ابن الاکوع　　　الیوم یوم الرضع

ترجمہ: میں اکوع کا بیٹا ہوں۔اور آج کا دن دودھ پینے والے کا دن ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا میں انہیں مسلسل تیروں سے چھلنی کرتا رہا۔جب کوئی سوار پلٹ کر میری طرف آتا تو میں کسی درخت کی اُوٹ میں بیٹھ جاتا۔پھر اسے تیر مار کر زخمی کر دیتا یہاں تک کہ یہ لوگ پہاڑ کے تنگ راستے میں داخل ہوئے تو میں پہاڑ پر چڑھ گیا اور پتھروں سے ان کی خبر لینے لگا۔اس طرح میں نے مسلسل ان کا پیچھا کئے رکھا۔یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے جتنے اونٹ تھے میں نے ان سب کو اپنے پیچھے کر لیا۔اور ان لوگوں نے میرے لئے ان اونٹوں کو آزاد چھوڑ دیا۔لیکن میں نے پھر بھی ان کا پیچھا جاری رکھا۔اور ان پر تیر برساتا رہا۔یہاں تک کہ بوجھ کم کرنے کے لیے انھوں نے تیس سے زیادہ چادریں اور تیس سے زیادہ نیزے پھینک دیئے‘‘۔

حاصل کلام یہ کہ اس لڑائی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عبد الرحمن کو قتل کر ڈالا۔رسول اللہ ﷺ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

’’آج ہمارے سب سے بہتر شہسوار ابو قتادہ اور سب سے بہتر پیادہ سلمہ (بن اکوع) ہیں۔اور آپ ﷺ نے مجھے دو حصے دیئے ایک پیادہ کا اور ایک شہسوار کا اور مدینہ واپس ہوتے (یہ شرف بخشا) کہ عضباء نامی اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار فرما لیا‘‘۔

(ماخوذ بخاری ومسلم، مدارج النبوت، زرقانی، سیرت ابن ہشام، زاد المعاد وغیرہ)

قارئین محترم! ذرا غور فرمائیں کہ یہ عبد الرحمن جس کا ذکر ملفوظات اعلیٰ حضرت میں کیا گیا ہے ۷ ہجری کے معرکے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہاتھوں قتل ہوا، اور

رہا عبدالرحمن بن عبدالقاری تو اس کی تفصیل یہ ہے:

اکثر محدثین نے عبدالرحمن بن عبدالقاری کو تابعی تسلیم کیا ہے۔صرف علامہ واقدی انھیں صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اِن کو اُن لوگوں میں شمار کیا ہے جو عہدِ رسالت میں پیدا ہوئے مگر انہیں حضور ﷺ سے سماع حدیث کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ان کی وفات ۸۱ ہجری میں ہوئی جبکہ ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔اس حساب سے انکی پیدائش ۳ ہجری ہے۔تو کیا وہ چار سال کی عمر میں لڑنے گئے تھے؟ جیسا کہ ''**اکمال فی اسماء الرجال**'' میں ہے:

''عبد الرحمن بن عبد القاری یقال ولد علی عهد رسول اللّٰہ ﷺ ولیس له منه سماع ولا رؤیة وعده الواقدی من الصحابة فیمن ولد علی عهد رسول اللّٰہ ﷺ المشهور انه تابعی وهو من جملة تابعی المدینة وعلمائها سمع عمر بن خطاب مات سنة احد و ثمانین وله ثمان وسبعون سنة''۔

(مشکوٰۃ مع اکمال فی اسماء الرجال (اردو) ۳/ ۳۷۳ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ: ان کا نام عبد الرحمن بن عبد القاری ہے۔کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئے لیکن نہ حضور ﷺ سے حدیث کی سماعت کی نہ ہدایت بیان کی۔مؤرخ واقدی نے اُن صحابہ کے ذکر میں جو آنحضرت (ﷺ) کے زمانہ میں پیدا ہوئے اِن کا بھی شمار کیا ہے۔لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں۔مدینہ کے تابعین اور وہاں کے علماء میں سے ہیں۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی۔۸۱ھ میں

بعمر ۷۸ سال وفات پائی۔

(۲)......ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''عبد الرحمن بن عبد القاری من ولد القارة بن الدیش یقال له صحبة وقیل بل ولد علی عهد النبی ﷺ وقیل اتی به الیه وهو صغیر روی عن عمر و ابی طلحة وابی ایوب وابی هریرة۔۔۔قال ابن معین ثقة۔۔۔ وقال ابن سعد توفی بالمدینة **سنة** ۸۵ ھ فی خلافت عبد الملک وهو ابن (۷۸)سنة۔۔۔من جلة تابعی اهل المدینة وعلمائهم۔۔۔وقال العجلی مدنی تابعی ثقة و ذکره مسلم وابن سعد وخلیفة فی الطبقة الاولی من تابعی اهل المدینة''۔(تهذیب التهذیب ۷/ ۲۲۳ مطبوعه بیروت)

(۳)...... اسی طرح علامہ ابن اثیر نے **اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ** ۳/ ۳۷۷،۳۷۸ مطبوعہ دارالفکر میں لکھا ہے۔علاوہ ازیں درج ذیل کتب میں بھی عبدالرحمن بن عبدالقاری کے متعلق تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں:

(۴) طبقات ابن سعد ۵/ ۵۷

(۵) طبقات خلیفہ ۲۳۶

(۶) ثقات العجلی ص ۳۳

(۷) تاریخ البخاری الکبیر ۵/ الترجمہ ۹۸۸

(۸) علل احمد ۱/ ۲۵۷

(۹) معرفۃ التاریخ ۱/ ۳۷۰

(۱۰) شذرات الذہب ۱/ ۸۸

(۱۱) خلاصۃ الخزرجی ۲/ الترجمہ ۴۱۷۶

(۱۲) معرفۃ التابعین صفحہ ۲۶

(۱۳) تہذیب التہذیب ۲/ ۲۱۸

(۱۴) تہذیب الکمال ۱۷/ ۲۶۳ (۱۵) تاریخ الاسلام ۳ / ۱۸۶
(۱۶) سیر أعلام النبلاء ۴ / ۱۴، ۱۵ (۱۷) تجرید أسماالصحابۃ ۱ / الترجمہ ۳۰۷۲
(۱۸) الکاشف ۲ / الترجمہ ۳۲۹۷ (۱۹) العبر ۱/ ۹۲
(۲۰) ثقات ابن حبان ۵ /۷۹ (۲۱) الجرح والتعدیل/ الترجمہ ۱۲۳۳

ان تمام کتب کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عبدالرحمن بن عبدالقاری تابعی ہیں۔لہٰذا ملفوظات اعلیٰ حضرت میں جس عبدالرحمن کا ذکر ہے وہ یہ نہیں ہیں۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ چلو صحابی نہ سہی تابعی کو کافر کیوں کہا؟

اس ضمن میں عرض ہے کہ ملفوظات اعلیٰ حضرت میں موجود عبدالرحمن کا ذکر تو عہد نبوی ﷺ سے ہے تو پھر وہاں تابعی کہاں سے آ گیا؟ بہر حال تابعی ہو یا صحابی یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس عبدالرحمن کو کافر کہا ہے یہ وہ شخص ہے۔اور جس کے کفری کارنامے ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم میں موجود ہیں۔چند باتیں قارئین کی وضاحت کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)...... یہ عبدالرحمن اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور ﷺ کے اونٹوں پر آ پڑا۔
(۲)......حضور ﷺ کے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا۔
(۳)......حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب کیا۔
(۴)......اس عبدالرحمن کو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔

گزارش دل:

☆......کیا حضور ﷺ کے اونٹوں کو لوٹنے والا صحابی یا تابعی ہوگا؟
☆......کیا حضور ﷺ اور انکے صحابہ سے جنگ کرنے والا صحابی یا تابعی ہوگا؟
☆......کیا حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کسی صحابی کا تعاقب کیا؟
☆......کیا حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کسی صحابی یا تابعی کو قتل کیا؟

ہر ذی عقل و ذی فہم ان سوالات کے جوابات کے بارے میں یہی کہے گا کہ ہرگز نہیں۔غزوہ ذی قرد کے حالات و واقعات پڑھ کر سب کا یہی فیصلہ ہوگا کہ یہ عبدالرحمن ضرور بضرور اللہ اور اس کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخت دشمن اور بدترین کافر تھا۔

ایک غلط فہمی اور اسکا ازالہ:

ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم میں عبدالرحمن کے نام کے ساتھ جو واقعات تفصیلاً مذکور ہیں وہ واقعی طور پر اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ یہ عبدالرحمن بن عبدالقاری ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔اگرچہ اس کافر عبدالرحمن کی نسبت سامع یا جامع کی غلطی کی وجہ سے بدل گئی ہے۔فزاری کی جگہ قاری ہوگیا ہے۔صرف نسبت بدلنے سے مسمی نہیں بدلتا۔اور ملفوظات میں صاحب ملفوظات کی عبارت بعینہٖ منقول نہیں ہوتی بلکہ یہ روایت بالمعنی ہوتی ہے اور سامع سے غلطی کا صادر ہو جانا ممکن ہے جیسا کہ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔**واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ پر

۹۶

[illegible]

الجواب

[illegible]

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد و آلہ و [illegible]

اللہ کی بیوی ہونے کا اعتراض اور اس کا تحقیقی جائزہ

از قلم

فیصل خان، راولپنڈی

حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کا تحقیقی جائزہ

اعتراض نمبر ۱ : الملفوظ پر کئے جانے والے اعتراضات میں سے ایک مشہور اعتراض یہ ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا جو خود کو اللہ کی زوجہ ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور ساتھ ہی انہیں صاحب تحقیق لکھا یہ شریعت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان رشتوں سے پاک ہے۔ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو لکھنے کے بعد حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کو صاحب تحقیق لکھا۔ (غیر مقلدین کے مناظر طالب الرحمن نے راولپنڈی کے مناظرہ میں مفتی حنیف رضوی صاحب پر یہ اعتراض بھی کیا تھا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

نے حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کو صاحب تحقیق لکھا یعنی حضرت موسیٰ سہاگ نے یہ بات تحقیق کر کے کی تھی کہ اللہ کسی کا خاوند ہو سکتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

عرض: حضور مجذوب کی کیا پہچان ہے؟۔

ارشاد: سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔ حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ مشہور مجاذیب سے تھے احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں زنانہ وضع رکھتے تھے۔ ایک بار قحط شدید پڑا۔ بادشاہ و اکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کیلئے گئے انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی التجا و زاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے۔ یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اُمڈیں اور جل تھل بھر دیئے۔ ایک دن نمازِ جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے۔ ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہنئے اور نماز کو چلئے اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتارا اور مسجد کو ساتھ ہو لئے۔ خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی فرمایا اللہ اکبر میرا خاوند حی لایموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور مجھے یہ بیوہ کئے دیتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس۔ اور وہی چوڑیاں، اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کے بعض مجاوروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں کڑے جوشن پہنتے ہیں یہ گمراہی ہے۔ صوفی صاحب تحقیق اور ان کا مقلد زندیق

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ نمبر ۸۳، ۸۴ مطبوعہ کراچی)

اس ملفوظ پر غالی غیر مقلد زبیر علی زئی سے متأثر لا مذہب نے جو اعتراض کئے وہ

ملاحظہ کریں:

اس سے معلوم ہوا کہ بریلوی مذہب کے اعلیٰ حضرت کے نزدیک:

۱......سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کا بہت مقام و مرتبہ ہے اور جن کی زیارت کو اپنا شرف تسلیم کرتے ہیں۔

۲......سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ مرد ہونے کے باوجود زنانہ وضع رکھتے تھے۔

۳......یہ جب اللہ کو اپنا سہاگ واپس لینے کا واسطہ دیتے تھے تو اللہ بارش برسا دیتا تھا۔

۴......بریلوی مذہب کے یہ معتبر بزرگ برسر عام اللہ کو اپنا خاوند اور حی لایموت قرار دیتے تھے۔

۵......اس بیان سے یہ بھی کھل کر سامنے آتا ہے کہ بریلوی حضرات نے کیسے کیسے لوگوں کو اپنا ولی مان کر ان کے مزار تعمیر کر رکھے ہیں۔ (اس جاہل معترض کو یہ نہیں معلوم کہ ان کا مزار بریلویوں نے نہیں بنایا بلکہ بہت قدیم مزار ہے)۔

الجواب بعون الوہاب:

اس واقعے کو پیش کر کے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنا دراصل معترضین کی جہالت اور علمی خیانت کا منہ بولتا ثبوت ہے ہم اس اعتراض کا تفصیلی جواب پیش کرتے ہیں تاکہ عوام الناس جان سکیں کہ معترضین کے اس اعتراض کی حقیقت بیت العنکبوت سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔

اولاً: جیسا کہ آپ نے الملفوظ کی مکمل عبارت ملاحظہ کی سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سچے مجذوب کی پہچان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا اس کے بعد موسیٰ

سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کیا جس کا مقصد اپنے اسی دعوے کی دلیل دینا تھا کہ جب موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کو قاضی شہر نے امر بالمعروف کیا کہ آپ کے لئے زنانہ وضع حرام ہے مردانہ لباس پہنئے ......الی آخرہ تو آپ نے ان سے مقابلہ نہیں کیا بلکہ ان کے کہے پر عمل کیا۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کے بظاہر غیر شرعی افعال و اقوال کی تعریف یا توصیف نہیں کی بلکہ سخت تردید کرتے ہوئے فرمایا: 'ان کا مقلد زندیق' اگر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان اقوال و افعال کو صحیح سمجھتے تو کیا ان کی پیروی کرنے والے کو زندیق (بے دین) قرار دیتے؟ لیکن کیا کریں تعصب کا کہ اس کے باوجود بھی انہیں پر اعتراض کیا جارہا ہے۔

جہاں تک بات ہے صوفی کو صاحب تحقیق کہنے کا معاملہ تو عرض ہے اعتراض سے قبل لفظ تحقیق کی کچھ تحقیق ہی کرلی ہوتی تو آج شرمندگی نہ اٹھانی پڑتی۔ اردو لغت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ تحقیق کا معنی حق کو پہنچا ہوا بھی ہے۔ لہٰذا غیر مقلد طالب الرحمن کا یہ اعتراض لایعنی ہے کہ بقول اعلیٰ حضرت، حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق کے بعد ایسے الفاظ کہے۔

عرض یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنا جہالت اور عوام الناس کے سامنے مزے لے لے کر پیش کرنا علمی بد یانتی ہے۔ اور اس بد یانتی کا اظہار اکثر غیر مقلدین حضرات کرتے رہتے ہیں۔ اب اس اعتراض کے جوابات کے چند اہم پہلو ہیں جس سے اس اعتراض کا بیت العنکبوت تار تار ہوجائے گا۔ کیونکہ الزامی جواب کی بجائے تحقیقی جواب زیادہ اہم ہے۔

جواب نمبر ۱: عرض یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ نقل کیا۔ اور سچے

مجذوب کی پہچان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس ملفوظ کو نقل کرنے کے بعد اس قسم کے افعال کی پیروی کرنے والے کو زندیق لکھا۔ اگر اس قسم کے افعال کو اعلیٰ حضرت صحیح سمجھتے تو پیروی کرنے والے کو زندیق نہ لکھتے۔ اعلیٰ حضرت کا مقلد کو زندیق کہنا ہی اس قسم کے خیالات پر رد تھا۔ اور جہاں تک اس ملفوظ میں صوفی کو صاحب تحقیق لکھنے کا معاملہ ہے تو حیرانی ہے ایسے لوگوں پر جو اس پر اعتراض کرتے ہیں اور لغت اردو کا کچھ معلوم نہیں۔ اگر اردو ڈکشنری میں دیکھ لیا ہوتا تو انہیں یہ صاف ملتا کہ تحقیق کا مطلب حق کو پہنچا ہوا بھی ہے۔ اور اس سے تو کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ سچے مجذوب حق کو پہنچے ہوئے ہیں۔ لہذا طالب الرحمن غیر مقلد کا یہ اعتراض تو رفع ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کو تحقیق کے بعد ایسے الفاظ کہنے والے بیان کیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ کی عبارت:

جواب نمبر ۲: اس بارے میں تحقیق بڑی اہم ہے کہ کیا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کے حالت جذب میں وارد شدہ الفاظ کو عین شریعت قرار دیا یا کہ خلاف شریعت؟

اوّل تو خود ملفوظ میں اعلیٰ حضرت نے مقلد کو زندیق لکھ کر ایسے افعال پر شدت سے تنقید کی۔ پھر اعلیٰ حضرت نے ایک فتوے میں اس مسئلے کو مزید واضح کر دیا۔ جس سے اعتراض کی بیخ کنی کردی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ جلد ۲۱ ص ۵۹۹ مسئلہ ۱۸۹ کے تحت ایک سوال کے جواب میں فتویٰ دیا۔ پہلے سوال اور پھر اعلیٰ حضرت کا جواب اور فتویٰ ملاحظہ کریں۔

مسئلہ: گذارش یہ ہے کہ قادریہ میں سے سدا سہاگن ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو کیا چیز پہننے کا حکم ہے؟ فقط

الجواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی اس مرد پر کہ عورتوں کی وضع بنائے، قادریہ چشتیہ کسی فرقہ کا کوئی شخص سدا سہاگن نہیں پہن سکتا سب کو حرام ہے۔ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم عام ہے۔ بعض مجذوبین قدست اسرارہم نے جو کچھ بحال جذب کیا وہ سند نہیں ہوسکتا، مجذوب عقل وہوش دنیا نہیں رکھتا۔ اس کے افعال اس کے ارادہ واختیار صالح سے نہیں ہوتے وہ معذور ہیں۔

ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے۔

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے وضع قطع اختیار کرنے کو حرام کہا ہے۔ اور مزید یہ کہا کہ ایسے مجاذیب سے حالت جذب میں ان کی زبان سے جو قول یا الفاظ نکلتے ہیں وہ قابل حجت اور سند نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ عقل و ہوش نہیں رکھتے۔ اور یہی فتویٰ ابن تیمیہ کا بھی جسے آپ آگے ملاحظہ کریں گے۔

اب چند لوگوں کا یہ اعتراض کہ اگر ایسے اقوال خلاف شریعت ہیں تو پھر فتویٰ کیوں نہیں لگایا تو اس اعتراض کا بھی اعلیٰ حضرت نے قلع قمع کر دیا ہے کہ وہ شریعت کی روشنی میں معذور ہیں، ان پر کوئی فتویٰ نہیں لگ سکتا۔ اور یہی فتویٰ غیر مقلدین کے مسلمہ بزرگ ابن تیمیہ کا بھی ہے جس کی وضاحت آگے آرہی ہے۔ مجذوب شرعی پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا اس بارے میں بہت سی مرفوع ،مرسل اور صحیح روایات موجود ہیں، جن کو محدثین کرام نے اپنی کتب میں درج کیا ہے۔

قارئین کرام! اس فتوے کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال وافعال کو ہرگز قابل تقلید قرار نہیں دیا بلکہ حرام بتایا اور

سختی سے ان کی تردید فرمائی اور جو لوگ مجاذیب کے اقوال وافعال کو سند بناتے ہیں ان کا بھی رد کیا کہ چونکہ مجذوب سے ایسے اقوال و افعال بے اختیاری میں سرزد ہوتے ہیں اور وہ ہوش میں نہ ہونے کے سبب مرفوع القلم ہیں اس لئے ان پر ایسے اقوال و افعال کے سبب کوئی شرعی گرفت نہیں لیکن کوئی دوسرا عاقل بالغ ایسا کرے گا تو شریعت کے قلم کی زد میں ضرور آئے گا یہاں ان لوگوں کے اعتراض کا بھی قلع قمع ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ اگر یہ اقوال و افعال غیر شرعی تھے تو پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ پر فتویٰ کیوں نہ لگایا ؟ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کر دیا کہ یہ لوگ شریعت کی نظر میں معذور ہیں ان پر کوئی فتویٰ نہیں لگ سکتا اور سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نہ صرف صحیح روایات کی روشنی میں درست ہے بلکہ خود معترضین کی مسلمہ شخصیات کا بیان کردہ ہے جس کی تفصیل آئندہ ملاحظہ کیجئے۔

اس تمام تر وضاحت کے باوجود ''الملفوظ'' میں بیان کردہ اس واقعہ پر اعتراض کرنا علمی بد دیانتی تو ہوسکتی ہے مگر تحقیق نہیں اس پر اعتراض کرنا مسلکی تعصب کا ثبوت تو ہوسکتا ہے مگر حقیقت نہیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۱ ص ۵۹۹ کا عکس

حالات و واقعات و ملفوظات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

القولُ الجلی

فی

ذکرِ آثارِ الولی

(اُردو)

مؤلف

حضرت مولانا محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا محمد تقی انور علوی

مسلم کتابوی — لاہور

[illegible]

مجذوب کون ہوتا ہے؟

آئندہ سطور میں ہم یہ ثابت کریں گے کہ یہ واقعہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا گھڑا ہوا نہیں بلکہ اور تو اور خود معترضین کے مسلمہ بزرگوں نے اس واقعہ کو بیان کیا۔ہم یہ بھی بتائیں گے کہ مجذوب کی اصطلاح بھی کوئی نئی ایجاد کردہ نہیں بلکہ وہ معنی جو سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا،معترضین کے مسلمہ بزرگوں یہاں تک کہ ابن تیمیہ نے بھی مجذوب کی وہی تعریف بیان کی اور ان کے وہ اقوال و افعال جو شریعت کے خلاف ہیں ان کا وہی حکم بیان کیا جو سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔آیئے ملاحظہ کیجئے:

۱......امام جرجانی رحمۃ اللہ علیہ مجذوب کی تعریف کچھ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

المجذوب من الصطفاه الحق لنفسه و اصطفاه بحضرة انسه اطلعه بجناب قدسه ففاز بجميع المقامات و المراتب بلا كلفة المكاسب و المتاعب۔(التعریفات)

ترجمہ:۔مجذوب وہ ہوتا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے چنا ہوتا ہے اور جسے اپنی محبت کے لئے خاص کر دیتا ہے اور اسے اپنے معاملات پر مطلع فرما دیتا ہے جس سے وہ جمیع مقامات و مراتب کو بغیر کسی تکلیف و پریشانی کے حاصل کر لیتا ہے۔

۲......غیر مقلد مولوی ابوبکر غزنوی لکھتے ہیں:

اس نظریے میں کسی شخص کو بھی کوئی اختلاف نہیں کہ مجاذیب اللہ کے ولی ہوتے ہیں۔اور قابل عزت،ہاں چونکہ مرفوع القلم ہوتے ہیں اس لئے ان کی تقلید اطاعت جائز نہیں۔ (تعلیم وتزکیہ ص ۳۵)

۳۔علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ مجاذیب کے بارے میں لکھتے ہیں:

فالمجذوب من الخواص اجتباه ربه سبحانه فی الازل

وسلكه فی مسلک من يحبهم و اصطنعه سبحانه لنفسه جل شانه و جذبه تعالٰی عن الدارين بجذبته توازی عمل الثقلين فهو فی مقعد صدق عندمليک مقتدر۔

(روح المعانی ج ۲۵ ص ۶۱)

ترجمہ:مجذوب اللہ کے خاص بندوں میں سے ہوتا ہے اللہ نے اسے ازل سے چنا ہوتا ہے اور اسے اپنے محبوبوں کی راہ پر چلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی ذات کے لئے چن لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہانوں سے بے پرواہ کر دیتا ہے پس وہ قدرت حق والے بادشاہ کے حضور مجلس حق میں بیٹھنے والے ہیں۔

اس حوالے کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اغیار کس منہ سے اعتراض کرتے ہیں۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مجاذیب کو اللہ کا خاص بندہ اور مجلس حق میں بیٹھنے والا لکھا۔اگر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کو صاحب تحقیق لکھ دیا تو آگ لگ گئی؟اعتراض کرنے والے تو جاہلانہ اعتراض کرتے ہیں مگر بھولے بھالے عوام الناس میں نہ تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سمجھنے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی اعتراض کرنے والے کی مکاری کو جانچنے کا سلیقہ۔جن لوگوں کو اردو عبارت سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ لگ پڑتے ہیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے۔

حضرت سہاگ رحمۃ اللہ علیہ پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ کیوں نہیں لگایا؟

مجاذیب پر شرعی حکم کیا ہے؟اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ رضویہ میں صاف لکھتے ہیں۔

بعض مجذوبین قدست اسرارہم نے جو کچھ بحال جذب کیا وہ سند

نہیں ہوسکتا، مجذوب عقل وہوش دنیا نہیں رکھتا۔ اس کے افعال
اس کے ارادہ واختیار صالح سے نہیں ہوتے وہ معذور ہیں
(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۱ ص ۵۹۶ مسئلہ ۱۸۹
)

مجاذیب پر فتویٰ لگانے کی تفصیل کافی ہے مگر سمجھنے والوں کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

مجاذیب پر شرعی حکم:

اس مقام پر مناسب ہوگا کہ اہل دیوبند اور فرقہ غیر مقلدیت کے مسلمہ اکابر سے حوالے پیش کر دیئے جائیں تاکہ یہ تسلی ہو سکے کہ جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجاذیب کے بارے میں لکھا وہ بالکل صحیح ہے۔ اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ کی تائید خود مخالفین کے اکابرین نے کی ہے۔

ابن تیمیہ کی تحقیق:

ابن تیمیہ حالت سکر اور مجاذیب کے بارے میں لکھتے ہیں:

وتسلیم الحال فی مثل هذا اذا عرف انه معذور۔

(فتاوی ابن تیمیہ جلد ۵ ص ۳۸۶)

ترجمہ: جب اس طرح کے لوگوں میں کیفیت سکر کا پایا جانا معلوم ہوجائے تو انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ وہ معذور ہیں۔

ابن تیمیہ مزید لکھتے ہیں:

فتسلیم الحال بمعنی عدم اللوم قد یراد به الحکم بانه

معذور۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۵ ص ۳۸۶)

ترجمہ: یعنی تسلیم الحال انہیں ان کے حال پر چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ ان کو کسی قسم کی ملامت نہ کی جائے اور اگر کبھی حکم وارد کیا بھی گیا تو یہی حکم دیا جائے گا کہ وہ معذور ہیں۔

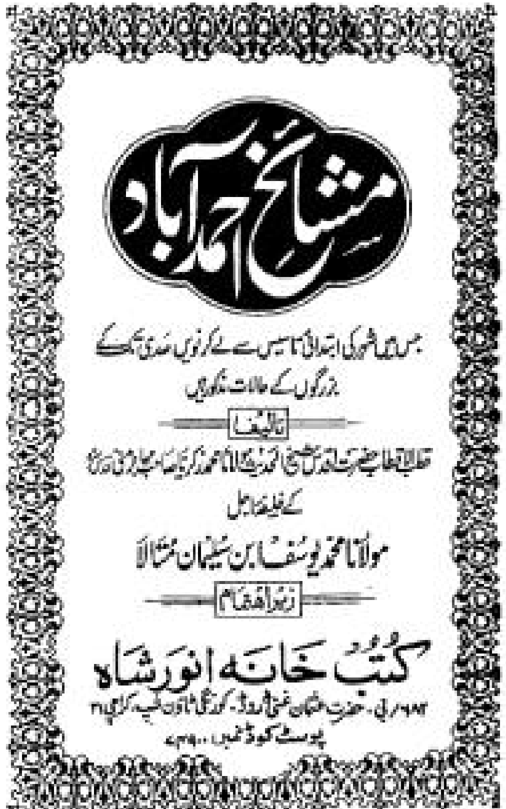
ایک اور مقام پر داڑھی منڈانے پر مجاذیب کے بارے میں لکھتے ہیں:

وربما اتبعوا فیه حال شیخ مغلوب فیه مثل ما یروی عن الشبلی۔۔۔۔۔ کان ربما یجن ۔۔۔ و یحلق لحیته وله اشیاء من هذا النمط التی لا یجوز الاقتداء به فیها و ان کان معذورا او ماجورا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۵ ص ۴۸۱)

ترجمہ: اور کبھی کبھی لوگوں نے اس مسئلے میں مغلوب الحال لوگوں کی اتباع کی جیسے کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ ۔ کبھی کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ پر دیوانگی طاری ہوتی تھی ۔۔۔ اور داڑھی کو منڈوا دیتے اور اسی طرح ان سے اس طرح کی کئی باتیں صادر ہوتی تھیں کہ جن میں ان کی اقتدا جائز نہیں اگرچہ وہ عنداللہ معذور و ماجور (اجر دیے ہوئے) ہیں۔

میں اس مقام پر قارئین کرام سے پوچھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کو صاحب تحقیق لکھا یعنی حق کو پہنچے ہوئے اور ابن تیمیہ نے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ماجور یعنی اجر دیئے ہوئے لکھا ہے۔ تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیوں؟ کیا یہ مسلکی تعصب نہیں؟ کیا بغض اہل سنت و جماعت نہیں؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر فتویٰ بازی اور ابن تیمیہ کی تعریف، کیا یہ علمی بد دیانتی نہیں؟ کیا یہ لوگوں کو مسلک اہل سنت سے متنفر کرنے کی چال نہیں؟ ہمارا مقصد

اس مقام پر حقائق کو منظر عام پر لانا ہے اور نتیجہ اخذ کرنے کا اختیار پڑھنے والے پر



مشائخ احمد آباد

جس میں شہر کی ابتدائی تاسیس سے لے کر نویں صدی ہجری تک کے بزرگوں کے حالات مذکور ہیں

تالیف

قطب الاقطاب حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ اجل

مولانا محمد یوسف ابن سلیمان متالا

زیر اہتمام

کتب خانہ انور شاہ

۱۳۹۰ ربی، حضرت عثمان غنی روڈ، کورنگی ٹاؤن شپ، کراچی ۳۱

پوسٹ کوڈ نمبر ۷۴۹۰۰

چھوڑا جاتا ہے کہ وہ اپنے ایمان سے بتائیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر بے جا اعتراض



مشائخ احمد آباد ۲۰۹

کسی قسم کا نذرانہ قبول نہ کرتے تھے نہ اپنے پاس کسی چیز کا اندوختہ رکھتے۔ ایک مرتبہ قلب پر قبض کی سی کیفیت طاری ہوئی تو کاوش پر معلوم ہوا کہ بی بی صاحبہ نے ایک روٹی کا ٹکڑا بچا رکھا تھا جسے بچے کیلئے دودھ میں بھگو دیا۔ جب شیخ کو اس بات کا علم ہوا تو بی بی صاحبہ کو حکم دیا کہ دودھ میں بھیگا ہوا روٹی کسی کو دیدیں اور آئندہ کبھی گھر میں کسی قسم کا اندوختہ جمع نہ رکھیں (گلزار ابرار)

شیخ کے پانچ فرزند تھے (۱) سعد اللہ (۲) رحمت اللہ (۳) حسن سرست (۴) نصر اللہ (۵) شمس اللہ۔ مولانا محمد غلام سرور نے خزینۃ الاصفیاء میں جو آپ کا سن رحلت ۱۰۰۲ھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ آپ حافظ ابن حجر عسقلانی کے ہمعصر ہیں۔

شاہ موسیٰ سہاگ

م ۸۵۳ھ — ۱۴۴۹ء

حضرت شاہ موسیٰ سہاگ بڑے کامل تھے۔ شاہ سکندر بودھ کے مرید تھے۔ سدا سہاگ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ہیجڑوں کے ہمراہ محفل سماع کیا کرتے اور گاتے تھے۔[1]

آپ کی کرامتوں کا شہرہ بہت تھا۔ ایک مرتبہ احمد آباد میں بارش نہیں ہو رہی تھی بادشاہ نے شہر کے قاضی کو دعا کرنے کے لئے کہا تو قاضی نے کہا کہ میرے دعا کرنے سے کچھ نہ ہوگا۔

آپ شاہ موسیٰ سہاگ سے دعا کرائیے۔ وہ دعا کریں گے تو ضرور بارش ہوگی۔ بادشاہ اور قاضی دونوں حضرت کے مکان پر حاضر ہوئے اور آپ سے التجا کی کہ دعا کریں کہ بارش ہو اور خشک سالی دور ہو۔ آپ نے فرمایا تم دونوں کو دھوکہ ہوا ہے۔ شاہ موسیٰ تو

[1] تذکرہ اولیائے گجرات ... تذکرہ صوفیائے گجرات ص ...

کیوں؟

[illegible] احمد آباد ۳۱۰

کوئی اور ہو گئے ان کے پاس جاؤ وہ ان سے دعا کراؤ میں تو ایک گنہگار ہیجڑا ہوں اور یہاں لوگوں میں بگڑا ہوا زندگی گزار رہا ہوں۔ بادشاہ اور قاضی برابر اصرار کرتے رہے چنانچہ آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے آپ نے دعا کی کہ اے میرے خاوند اگر تو نے میری دعا قبول نہ کی اور پانی نہ برسایا تو میں اپنا سہاگ چھوڑ دوں گی۔ یہ کہہ کر اپنی چوڑیاں توڑنے لگے کہ آسمان پر ابر نمودار ہوا اور زور کی بارش ہوئی۔ ۱؎

آپ زنانہ لباس پہنتے تھے۔ احمد آباد کے علماء نے ایک وقت آپ کو جامع مسجد بلوایا آپ وہاں گئے۔ علماء نے آپ کی مرضی کے خلاف آپ کا زنانہ لباس اتروایا اور آپ کو سفید لباس پہنایا۔ وضو کر کے آپ نماز میں شریک ہوئے اور اللہ اکبر کہتے ہی وہ سفید لباس سرخ ہو گیا۔ نماز کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرا میاں کہتا ہے کہ تو سہاگن رہ اور یہ مولوی کہتے ہیں رانڈ ہو جا۔ میں تو میاں کے کہنے پر چلوں گی۔ یہ کرامت دیکھ کر علماء متعجب ہو گئے اور آپ کو آپ کے حال پر چھوڑ دیا۔

شاہ موسیٰ سہاگ کی وفات [illegible] ھ میں ہوئی۔ مدفن احمد آباد گجرات ہے۔ ۲؎

مرزا محمد نے آپ کے متعلق لکھا ہے کہ:

مشہور ہے کہ آپ بھی سلسلہ چشتیہ سے ارادت کا تعلق رکھتے تھے اور ہاتھوں میں چوڑیاں پہنتے تھے اور رقاصہ اور گانے والوں کے حلقہ میں رہتے تھے۔ اور زنانہ لباس میں رہ کر اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا چاہتے تھے۔

وفات شاہی میں لکھا ہے کہ میاں موسیٰ درویش جو موسیٰ سہاگ کے نام

۱؎ [illegible] ۲؎ [illegible]

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی تحقیق:

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی ایک حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''عفوا ز اہل سکر عقل کا مغلوب ہوجانا جیسا کبھی احوال جسمانیہ سے ہوتا ہے ایسے ہی کبھی احوال نفسانیہ سے بھی ہوتا ہے اور یہ اطبا کے نزدیک بھی ثابت ومسلم ہے۔ منجملہ احوال نفسانیہ کے وہ احوال بھی ہیں جن سے سکر کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل مغلوب ہوجاتی ہے۔ سوجس طرح مجنون ومعتوہ شرعاً معذور ہے اسی طرح صاحب سکر و مغلوب الحال (یعنی مجذوب) بھی اپنے اقوال شطحیہ اور اپنے افعال ترک واجب یا ارتکاب محرم میں معذور ہے''۔

(التکشف عن مہمات التصوف صفحہ نمبر ۴۰ ۳ طبع کراچی از مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی
(

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

غیر مقلدین حضرات کے مسلمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مجذوب کے بارے میں لکھتے ہیں:''جذب سے مراد یہاں وہ کیفیت نہیں جس میں سالک کا دل عالم غیب کی طرف یکسر متوجہ ہوجاتا ہے۔ اس کے دماغ سے اِدھر اُدھر کے خیالات بالکل نکل جاتے ہیں۔ اس کی عقل اپنا کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ اور وہ شریعت کے احکام اور آدابِ معاشرت سے بالاتر ہوجاتا ہے''۔

(لمعات صفحہ نمبر ۳۸ ،از شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی)

غیر مقلد مولوی ابوبکر غزنوی کی تحقیق:

غیر مقلد مولوی ابوبکر غزنوی مجذوب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

دوستو! میں بتانا چاہتا ہوں کہ مجذوب بیچارہ معذور ہوتا ہے اس کی لوح دماغ چیخ جاتی ہے وہ معذور آدمی ہے وہ کسی کی تربیت کرنے کے قابل نہیں ہوتا اس لیے تمام اولیاء اللہ کا اتفاق ہوا کہ مجذوب کے پاس مت بیٹھو وہ غیر ذمہ دار ہے۔ مرفوع القلم ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں۔۔۔ حدیث میں آتا ہے کہ جونہی ایک انسان مجنون ہوتا ہے فرشتہ اس کا نامہ اعمال اٹھا کر لے جاتا ہے ان کی ڈیوٹی ختم ہو جاتی ہے یہی معنی ہیں مرفوع القلم ہونے کے۔ اس نظریئے میں کسی شخص کو بھی کوئی اختلاف نہیں کہ مجاذیب اللہ کے ولی ہوتے ہیں۔ اور قابل عزت، ہاں چونکہ مرفوع القلم ہوتے ہیں اس لئے ان کی تقلید اطاعت جائز نہیں۔

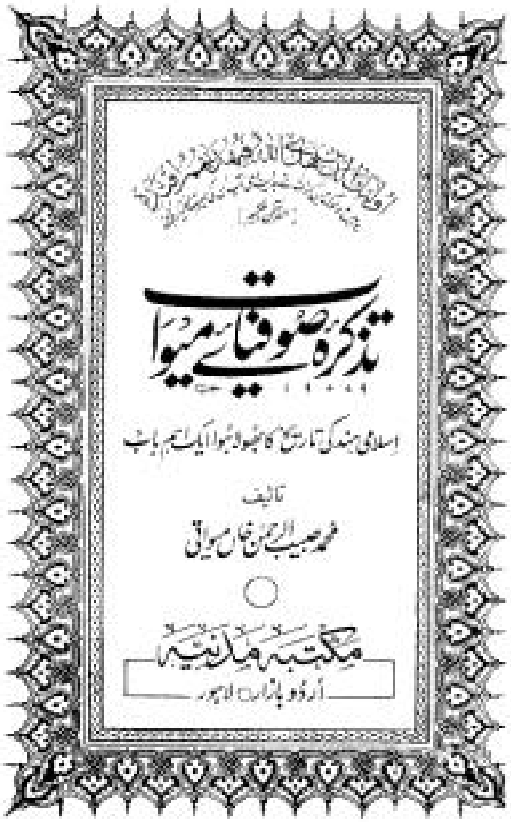
(تعلیم وتزکیہ ص ۳۵)

ان حوالہ جات کے بعد مجاذیب پر اعتراض کرنا کم عقلی اور کم علمی کا بین ثبوت ہے۔ کیونکہ غیر مقلد عالم تک نے مجذوب کو اللہ کا ولی لکھا ہے۔ اور اگر اللہ کا ولی صاحب تحقیق نہیں تو اور پھر کون ہوتا ہے؟

جواب نمبر ۳: اگر حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل کرنے سے کسی کو مطعون کیا جا سکتا ہے تو پھر جناب آپ لوگوں کی زبان شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ کہنے سے چپ کیوں ہے؟

حضرت شاہ موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا وہ ملاحظہ کیجئے۔


تذکرہ صوفیائے میوات

اسلامی ہند کی تاریخ کا بھولا ہوا ایک اہم باب

تالیف

محمد حبیب الرحمٰن خاں میواتی

مکتبہ مدنیہ

اردو بازار لاہور

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احمد آباد سے گزرتے

تک کے روادار نہیں مجلس سماع اپنی مجلس شرائط کے باوجود ان کے نزدیک جائز ہے۔ پھر ایسے خانوادہ میں ایسے غیر متشرع اور رند مشرب کو کیوں اور کیسے روا رکھا گیا۔ شاید اسی خیال سے سید احمد خاں صاحب مرحوم نیچری نے تذکیر فریدیہ میں لکھا ہے کہ وہ فرقہ رسول شاہیوں کا نہیں ہے وہ اور ہے مگر اس کا پتہ نشان نہیں لکھا۔ جب یہ صورت ہے تو ناچار اسی فرقہ کو رسول شاہی ماننا پڑا۔ کیا عجب کہ ظاہری اطوار اس فرقہ نے سنت موسیٰ ہونے کے سبب اختیار کرتے ہوں، جو ظاہر بینوں کی آنکھوں میں ایسے ہی نظر آتے ہوں یا اس کا کوئی خاص واقعہ اور سبب ہو جس کا علم ہم کو نہیں جیسا کہ "سدا سہاگ" کے فرقہ کے حضرت شاہ صاحب کا واقعہ گزرا ہے

شواہد نظامی نامی کتاب میں لکھا ہے کہ:

"ایک دن حضرت شیخ شاہ موسیٰ احمد آبادی [illegible] کے مزار کی زیارت کو آئے۔ [illegible]

وقت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جانا ہوا جو ایک مشہور بزرگ

[illegible]

تھے۔ان کے تمام متبعین عورتوں کی شکل میں تھے اور اس تشبہ

[illegible]

آپ نے فرمایا: اب میں اس وضع اور لباس کو ترک نہیں کروں گا کیونکہ جو کچھ مجھے ملا ہے اسی کی بدولت ملا ہے۔

اور تب سے آپ سرمست سرشار فرقۂ سدا سہاگ سہروردیہ قرار دیے گئے۔

بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات [illegible] ھ میں ہوئی، مرقد احمد آباد گجرات ہے۔

[illegible]

میں انہی کے مقتدی تھے۔انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار احمد آباد میں شدید قحط پڑا اور عوام وخواص نے موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور وہ پانی کی طلب کرنے (دعا) کیلئے نکلے اور اس مقام پر جہاں نماز استسقاء پڑھی جاتی تھی اس طرح پر جو ادب کے منافی تھا آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور ایک ڈھیلا لے کر آسمان کی طرف مخاطب ہوکر یہ کہا اگر بارش نہ ہوئی تو میں یہ لباس سہاگ اتار پھینکوں گا اور اس کو اس پتھر سے ریزہ ریزہ کر ڈالوں گا لوگ بیان کرتے تھے کہ اسی دن بارش ہوئی، اور لوگوں نے قحط سے نجات پائی۔(القول الجلی فی ذکر آثار الولی (مترجم) صفحہ نمبر ۴۴۸ طبع لاہور ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء از حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

اس حوالے کو نقل کرنے کے بعد شاید کوئی چال باز یہ کہنے کی کوشش کرے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ دیوبندی حضرات تو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمہ اکابر مانتے ہیں۔مگر غیر مقلدین حضرات بھی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا اکابر ماننے میں فخر کرتے ہیں۔

القول الجلی کے ٹائٹل کا عکس
القول الجلی کے اندر کے صفحے کا عکس

مجاذیب

کی

پُراسرار دنیا

زیرِ نظر کتاب میں مجذوب کیا چیز ہے؟ اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
اور مجاذیب کے اقسام اور پھر مجاذیب کے کچھ حیرت انگیز واقعات کا ذکر ہے
تاکہ پڑھنے والوں کیلئے روحانی تفریح کا سامان بھی ہوجائے۔

تالیف

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

ناشر: مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ
شاہ فیصل کالونی نمبر ۳ کراچی پاکستان
فون 021 4594144 موبائل 0334 3432345



شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلدین کے بھی مسلمہ اکابر:

اس بارے میں چند حوالہ جات علماء غیر مقلدین کی کتابوں سے پیش خدمت ہیں۔

۱۔ثناءاللہ امرتسری غیر مقلد لکھتا ہے:

غیر مقلدین شاہ ولی اللہ ہی کے سلسلے کے لوگ ہیں۔(فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۴۱۲)

۲۔مولوی اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتا ہے:

شاہ ولی اللہ اہل حدیث تھے۔

(تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۱۰۶)

۳۔مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی غیر مقلد لکھتا ہے:

آپ بلانزاع بارہویں صدی کے مجدد تھے نیز امام الائمہ اور تاج المجتہدین گنے جاتے۔(تاریخ اہل حدیث ص ۴۶۲)

۴۔ارشادالحق اثری نے اپنی کتاب اہل حدیث کی خدمات حدیث ص ۶۹ پر آپ کو اہل حدیث ائمہ میں شمار کیا ہے۔

۵۔قاضی محمد اسلم سیف غیر مقلد لکھتا ہے:

امام شاہ ولی اللہ ہرگز ہرگز مقلد نہ تھے۔اور آپ کو حجۃ اللہ فی الارض لکھا۔

(تحریک اہل حدیث ص ۱۸۱)

۶۔مولوی اسحاق بھٹی غیر مقلد نے:

شاہ ولی اللہ دہلوی کو اہل حدیث امام لکھا۔(اہل حدیث کی برصغیر میں آمد)

۷۔مولوی عبد الرحمن منیر راجووالوی غیر مقلد نے:

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو اپنا مسلک مانا۔

(حقانیت مسلک اہل حدیث ص ۲۸۹)

۸۔شاہ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے:

قطب المحققین فخر العرفاء المکملین۔(صراط المستقیم ص ۴)

۹۔عبدالمجید سوہدری غیر مقلد نے اپنی کتاب سیرت ثنائی ص ۳۰۰ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو اکابرین امت میں لکھا۔

۱۰۔بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے اپنی کتاب ہدایۃ المستفید کے مقدمے میں

شاہ ولی اللہ دہلوی کو امام الہند اور عقیدہ توحید کے محافظ لکھا ہے۔

اگر ان حوالہ جات کے بعد بھی کوئی غیر مقلد شاہ ولی اللہ دہلوی کو اپنا مسلمہ اکابر نہ مانے تو یہ اس کا دجل اور فریب ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی محمد یوسف متالا دیوبندی:

۲۔اس واقعے کو دیوبندی حضرات کے عالم جناب مولوی محمد یوسف متالا (خلیفہ اجل مولوی زکریا صاحب) اپنی کتاب مشائخ احمد آباد ص ۲۰۹۔۲۱۰ پر لکھتے ہیں۔

> حضرت شاہ موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ مرد کامل تھے آپ کی کرامتوں کا بڑا شہرہ تھا۔ایک مرتبہ احمد آباد میں بارش نہیں ہو رہی تھی بادشاہ نے شہر کے قاضی کو دعا کرانے کا کہا قاضی نے کہا کہ میرے دعا کرنے سے کچھ نہ ہوگا۔آپ شاہ موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کرائیے وہ دعا کرینگے تو ضرور بارش ہوگی۔بادشاہ اور قاضی دونوں حضرت کے مکان پر حاضر ہوئے اور آپ سے التجا کی کہ دعا کریں کہ بارش ہو اور خشک سالی دور ہو۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم دونوں کو دھوکا ہوا ہے۔شاہ موسیٰ تو کوئی اور ہونگے ان کے پاس جاؤ اور ان سے دعا کراؤ میں تو ایک گنہگار بندی ہوں اور یہاں لوگوں میں رہ کر گزر ارا کرتی ہوں۔بادشاہ اور قاضی برابر اصرار کرتے رہے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ راضی ہو گئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی کہ:'' اے میرے خاوند! اگر تو نے میری التجا قبول نہ کی اور پانی نہ

ملفوظات اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کا علمی وتحقیقی جائزہ

> برسایا تو میں اپنا سہاگ چھوڑ دونگی''۔یہ کہہ کر اپنی چوڑیاں توڑنے لگے کہ آسمان پر ابر نمودار ہوا اور زور کی بارش ہوئی۔(مشائخ احمد آباد ص۲۰۹)

جناب محمد یوسف متالا صاحب دیوبندی مزید لکھتے ہیں:

> آپ زنانہ لباس پہنتے تھے۔احمد آباد کے علماء نے ایک دفعہ آپ کو جامع مسجد بلایا آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں گئے۔علماء نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مرضی کے خلاف آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زنانہ لباس اتروایا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سفید لباس پہنایا۔وضو کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز میں شریک ہوئے اللہ اکبر کہتے ہی وہ سفید لباس سرخ ہو گیا۔نماز کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ'' میرا میاں کہتا ہے کہ تو سہاگن رہ اور یہ موئے کہتے ہیں رانڈ ہو جا میں تو میاں کے کہنے پر چلونگی''۔یہ کرامت دیکھ کر علماء متعجب ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے حال پر چھوڑ دیا۔ (مشائخ احمد آباد ص ۲۱۰)

اس حوالہ کے بعد تو اگر علمی غیرت باقی ہو تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے لاکھ مرتبہ سوچیئے گا۔مگر اعتراض برائے اعتراض کرنے والے میں نہ تو دینی غیرت ہوتی ہے اور نہ ہی شرمندگی کا احساس۔اگر کوئی شخص چالاکی کرتے ہوئے یہ کہے کہ ہم تو نہیں جانتے کہ محمد یوسف متالا صاحب کون ہیں؟تو ایسے شخص کو صرف مدرسہ دیوبند کا فتویٰ پیش کر دیجئے گا۔

دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ پر ایک سوال ۲۰ جون ۲۰۰۹ کو آیا،اس سوال کا دوسرے حصہ کچھ یوں ہے۔

کیا آپ مجھ کو برطانیہ کے کچھ اچھے شیخ کے نام دے سکتے ہیں جن سے میں بیعت ہو جاؤں؟

فتویٰ: حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب دارلعلوم العربیۃ الاسلامیہ ہولکمبری انگلینڈ (ب) حضرت مولانا محمد ہاشم حسن پٹیل صاحب ہولکمبری انگلینڈ ان دونوں حضرات میں سے کسی سے بیعت ہو جائیں۔ دارالافتاء دارلعلوم دیوبند فتویٰ ۱۴۴۱۔

کسی صاحب نے فتویٰ دیکھنا ہوتو دارالعلوم دیوبند کے انٹرنیٹ ایڈریس پر دیکھ سکتا ہے۔

مشائخ احمد آباد کتاب کے ٹائٹل کا عکس

مشائخ احمد آباد ص ۲۰۹ کا عکس

مشائخ احمد آباد ص ۲۱۰ کا عکس

سدا سہاگن بننے کا سبب:

جواب نمبر ۴: حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ والے اس واقعے کو دیوبندی عالم محمد حبیب الرحمن میواتی نے اپنی کتاب تذکرہ صوفیاء میوات میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

جناب محمد حبیب الرحمن میواتی صاحب دیوبندی حالات زندگی میں ان کے سدا سہاگن بننے کے واقعے اور سبب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ایک دن حضرت شاہ موسیٰ احمد آبادی حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سلطان المشائخ کے مزار کی زیارت کو آئے۔ اتفاقاً اس وقت کچھ گانے والی عورتیں بھی کسی منت کے پورا ہونے کی نذر میں مع باجہ وغیرہ کے گانا گا رہیں تھیں۔ چونکہ یہ نہایت متقی و پرہیز گار، پابند شریعت تھے، انکو عورتوں کا یہ فعل برا معلوم ہوا اور ساتھ ہی آپ کے دل میں یہ بھی خطرہ گزرا کہ شاید محبوب الٰہی کو بھی یہ فعل پسند ہے جو ایسے لوگ آکر ایسی ناشائشہ حرکتیں انکے مزار پر کرتے ہیں، اگر آپ کو پسند نہ ہوتا تو ہرگز یہ نہ آسکتے تھے اور نہ ایسی حرکت کرتے گویا اس خطرے سے ایک نوع کا سوءِ ظن حضرت محبوب الٰہی کی طرف سے آپ کے دل میں پیدا ہوا۔ اس کے کچھ عرصے بعد آپ حج کو تشریف لے گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کا قصد کیا تو آپ کو خواب میں کسی بزرگ کی صورت نے مدینہ جانے سے منع کیا۔ مگر آپ وسوسہ شیطانی سمجھ کر چل پڑے۔ پھر شب کو اسی طرح سے مدینہ منورہ جانے سے روکا اور ان بزرگ نے کہا اگر تو مدینہ جائے گا تو تیرا ایمان سلب ہو جائے گا۔ اس وقت یہ بہت حیران ہوئے، اور قافلے میں ایک بزرگ تھے ان سے رجوع کیا، ان بزرگ نے مراقبہ کر کے روحِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آپ کی بابت استفسار کیا، جواب ملا کہ اس شخص نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا مگر

ہندوستان میں جو ہماری امت کے اولیاء اللہ ہیں ان میں سے شیخ نظام الدین مشہور محبوب الٰہی کی روح کسی وجہ سے اس شخص سے ناراض ہے، اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ جو شخص ہمارے اولیاء اللہ میں سے کسی کا معتوب ومغضوب ہووے وہ ہمارے مزار پر حاضر ہووے اس سے کہو کہ ان سے اپنا قصور معاف کرائے، ان بزرگ نے یہ سب قصہ شاہ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے از روئے کشف بیان کیا، وہ بہت حیران ہوئے کہ حضرت محبوب الٰہی کی روح مجھ سے کیوں ناراض ہے؟ غرض بعد تامل بسیار واقعہ مذکورہ یاد آیا اور انھوں نے ان بزرگ سے سارا ماجرا من وعن بیان کیا، ان بزرگ نے فرمایا: میری رائے ہے کہ تم فوراً ہندوستان جاؤ اور جس فعل کے اعتراض کی وجہ سے ان کی روح تم سے ناراض ہوئی ہے وہ فعل تم خود حضرت محبوب الٰہی کے مزار پر جاکر کرو۔ غرض آپ (شاہ موسیٰ) بموجب ہدایت ان بزرگ کے ہندوستان کو واپس آئے اور چار ابرو یعنی داڑھی مونچھیں صفا کرا کے زنانہ لباس پہن کر گلے میں ڈھولکی ڈال کر گاتے ہوئے حضرت محبوب الٰہی کے مزار پر چاروں طرف طواف کرنا شروع کر دیا، اثناء طواف بیہوش ہوکر گر پڑے اور حضرت محبوب الٰہی کے الطاف کریمانہ سے قلب کے پردے کھل گئے، اور اس فعل کی بدولت مقبول وخاصانِ خدا تعالیٰ سے ہوئے۔ جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے زنانہ لباس ترک کرنے کے واسطے کہا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اب میں اس وضع اور لباس کو ترک نہیں کروں گا کیونکہ جو کچھ مجھے ملا ہے اسی کی بدولت ملا ہے۔ اور پھر تب سے آپ سر منشاء فرقہ سدا سہاگن سہروردیہ قرار دیئے گئے۔ (تذکرہ صوفیائے میوات ص ۶۶۰ تا ۶۶۲، طبع مکتبہ مدینہ، اردو بازار، لاہور)

تذکرہ صوفیاء میوات کے ٹائٹل کا عکس

تذکرہ صوفیاء میوات ص ۶۶۰ کا عکس

تذکرہ صوفیاء میوات ص ۶۶۱ کا عکس

تذکرہ صوفیاء میوات ص ۶۶۲ کا عکس

مولوی روح اللہ نقشبندی دیوبندی اور اللہ کی بیوی کا ذکر:

دیوبندی عالم مولوی روح اللہ نقشبندی اسی طرح اللہ کی گھر والی کے بارے میں ایک مجذوب کا واقعہ لکھتے ہیں:

''ہندوستان کے کسی شہر میں ایک شخص زنانہ لباس پہن کر گھومتا، ایک دفعہ صورت حال یہ ہوئی کہ گرمی شدید پڑی، بارش نہیں ہو رہی تھی، فصلیں تباہ ہوگئیں، کنویں خشک ہو گئے، جانور تک بلبلا اٹھے، لوگ دعائیں مانگتے، نماز استسقاء پڑھتے مگر سماں نہ بدلا۔ آخر شہر کے کچھ نمازی علاقے کے عالم دین اور متقی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی حضرت کیا بنے گا، گرمی اور قحط کی آفت کیسے ٹلے گی۔ آپ بزرگ ہیں دعا فرمائیں، کچھ تدبیر بتائیں۔ ان لوگوں کی فریاد سن کر انہوں نے مہر خاموشی توڑی اور فرمایا، تمہیں یقین نہیں آئے گا مگر میں اصل بات بتا دیتا ہوں۔ جب تک یہ اوباش نوجوان اللہ کی گھر والی کو ستانا نہیں چھوڑیں گے اور تم معززین ان سے معافی نہیں مانگو گے یہ مصیبت دور ہونے کی نہیں ہے۔ چاہے سارا علاقہ بھسم ہو جائے اور تمام لوگ مرہی کیوں نہ جائیں۔ اللہ میاں ناراض ہیں۔ ان کی ناراضگی اللہ کے گھر والی کو راضی کر کے ہی دور ہوسکتی ہے۔ ایک ثقہ اور عالم دین بزرگ کے منہ سے یہ بات سن کر وہ لوگ حیرت میں گم ہو گئے۔ ان کا ارشاد سن کر وہ لوگ اللہ کے گھر والی کی تلاش میں لگ گئے۔ بات مشہور ہوگئی۔ ایک ہجوم ساتھ ہولیا، یہ سن کر اس نے ایک دل

سوز آہ بھری اور کہا، ہائے ظالم نے میرا راز فاش کر دیا۔ پھر چیخ چیخ کر روئی، اے اللہ! انہیں معاف فرما اور بارش برسا۔ نہیں تو میں اپنا دوپٹہ اتار دوں گی، مانگ اجاڑ دوں گی، چوڑیاں توڑ دوں گی اور کہہ دوں گی میرے سائیں نے مجھے چھوڑ دیا ہے، یہ کہہ کر لرز گئی۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ پتا نہیں اتنے میں بادل اُمنڈ اُمنڈ کر کہاں سے آ گئے اور گرجنے لگ گئے۔ (یہ واقعہ مولوی روح اللہ نقشبندی دیوبندی صاحب نے عطاءاللہ شاہ بخاری سے بھی ایک محفل میں سنا۔) (مجاذیب کی پرسرار دنیا ص ۹۲۔ ۹۳)

مجاذیب کی پرسرار دنیا کے ٹائٹل کا عکس

مجاذیب کی پرسرار دنیا ص ۹۲۔ ۹۳ کا عکس

غیر مقلدین اور ایک مجذوب کا واقعہ:

اب غیر مقلدین حضرات بھی ایک حوالہ ملاحظہ کریں اور اس پر غور و فکر کریں۔

غیر مقلد کے مستند عالم عبدالمجید سوہدری اپنی کتاب کرامات اہلحدیث ص ۲۰ پر لکھتا ہے۔

قاضی عبدالرحمان صاحب پٹیالوی کا بیان ہے کہ نابعہ میں ایک مستانہ فقیر تھا جو بالکل ننگ دھڑنگ اور مجذوب تھا کسی نے قاضی صاحب سے اس کا ذکر کیا آپ نے اس سے ملنے کا ارادہ فرمایا، فرمایا کل چلیں گے کچھ کھانا بھی لے جائیں گے جب آپ چلے ابھی اسٹیشن سے اترے ہی تھے کہ اس نے کہنا شروع کر دیا کپڑے لاؤ بزرگ آرہے ہیں ۔(مجذوب کو گھر بیٹھے ہی معلوم ہو گیا کہ کون آرہا ہے۔ مگر جب یہ ہی بات اہل سنت کی کتابوں میں لکھی جائے تو اعتراض کا طوفان کھڑا کر دیتے ہیں جبکہ خود غیر

مقلدین حضرات کے نزدیک یہ عقیدہ مشرکانہ ہے۔)

مجذوب نے کہا: کپڑے لاؤ بزرگ آرہے ہیں ، مجھے حیا آتی ہے۔ قاضی جی کے پہنچنے سے پہلے ہی اس نے کپڑے اوڑھے جب آپ پہنچے ،نہایت تکریم سے آپ سے پیش آیا اور دیر تک آپ سے علم وسلوک کی باتیں کرتا رہا۔ پھر اس مجذوب نے کھانا کھایا اور کہنے لگا جو مزہ آج آیا کبھی نہیں آیا۔ جب آپ تشریف لے گئے اسی طرح پھر کپڑے اتار کر پھینک دیئے اور مستانہ ہو گیا۔

(کرامات اہلحدیث ص ۲۰ ،بسوانح عمری، مولوی عبداللہ غزنوی ص ۹۲)

خلیفۂ مجاز رشید احمد گنگوہی دیوبندی

مولوی وارث حسن دیوبندی کے خلیفہ

شاہ سید محمد ذوقی کے ملفوظات

تربیۃ العشاق

ملفوظات

حضرت شاہ سید محمد ذوقی

سدا سہاگی

ایک مرتبہ سدا سہا گیوں کا ذکر ہو رہا تھا، ارشاد فرمایا کہ دہلی میں ایک عالم رہتے تھے جن کا نام مولوی موسیٰؒ تھا۔ ایک دفعہ وہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے ہاں فاتحہ کے لئے حاضر ہوئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ہیجڑے کھڑے گا رہے ہیں، یہ دیکھ کر ان کے دل میں خیال آیا کہ صاحب مزار کو یہ چیزیں منظور رہیں۔ تب یہاں ہونے دیتے ہیں اگر وہ نہ چاہتے تو یہ لوگ یہاں کیسے آسکتے ہیں۔ یہ خیال تھوڑی دیر کے لئے ان کے دل میں آیا اور چلا گیا اس کے کچھ عرصہ بعد وہ حج پر گئے اور قافلہ کے ساتھ مکۂ معظّمہ سے مدینہ طیبہ جا رہے تھے کہ ایک رات خواب میں آں حضرت ﷺ کی

زیارت ہوئی آپ ﷺ بہت خشمگین تھے اور حکم فرمایا: ”ہمارے پاس مت آؤ واپس چلے


الجواب

الجواب

جاؤ'' جب بیدار ہوئے تو مغموم تو بہت تھے لیکن واپس کیسے جاسکتے تھے قافلہ کے ساتھ چلتے رہے۔ دوسری رات پھر آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی سے فرمایا: ''واپس چلے جاؤ!''

اس سے وہ بہت گھبرائے لیکن پھر بھی سفر جاری رکھا، تیسری رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''واپس چلے جاؤ، ورنہ دولت ایمان سے بھی محروم کردیئے جاؤ گے''

اب وہ بے چین ہوئے قافلہ کو چھوڑ کر وہیں بیٹھ گئے، آگے جا نہیں سکتے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پشت دے کر پیچھے بھی نہیں جاسکتے تھے، حیران تھے کہ کیا کریں لوگوں سے کسی اہل اللہ کا پتہ دریافت کیا، لوگوں نے بتایا کہ دائیں جانب فلاں گاؤں میں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان کی خدمت میں گئے اور پورا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے تھوڑی دیر کے لئے گردن جھکالی اور آنکھیں بند کرلیں اس کے بعد سر اٹھا کر فرمایا: ''رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے سخت ناراض ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے کسی ولی اللہ کی شان میں کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہے۔''

چنانچہ مولوی صاحب نے سوچنا شروع کیا اور کچھ دیر کے بعد وہی واقعہ یاد آیا، جب ہیجڑے حضرت محبوب الٰہیؒ کے دربار میں گا رہے تھے اور جو بے ادبی کا خیال ان کے دل میں گزرا۔ اب وہ وہاں سے رخصت ہوکر واپس دہلی پہنچے اور معافی طلب کرنے کی خاطر دربار میں حاضر ہوئے لیکن معافی اس طرح پر مانگی کہ ہیجڑوں کے سے کپڑے پہن لئے ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لیں، ناک چھدوا لئے اور وہی ہیجڑوں کی طرح گاتے بجاتے حاضر ہوئے۔ اس سے ان پر ایک نظرِ عنایت ہوئی اور ان کا کام بن گیا۔ پہلے وہ خالی تکلف سے گا رہے تھے اب کیف و مستی کی حالت میں

آکر گاتے رہے اور اس کے بعد گھر چلے گئے لیکن وہ کپڑے نہ اتارے۔ کسی محرم راز نے ان سے کہا ''اب تو کام بن گیا ہے اب ان کپڑوں کو اتار دیجئے!''

انہوں نے کہا:

''واہ جس لباس کی وجہ سے میں نوازا گیا ہوں اب اس سے کسی طرح جدا ہوسکتا ہوں''۔

چنانچہ وہ ہمیشہ اسی لباس میں رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کے لئے کس قدر زبردست مجاہدہ تھا۔ دہلی کے رہنے والے تھے، عالم تھے، سب لوگ انہیں جانتے تھے لیکن انہوں نے کوئی پروانہ کی اور ہیجڑوں کا لباس پہن کر درگاہ میں حاضر ہوئے، یہ بہت بڑا مجاہدہ ہے اس کے بعد جب لوگوں نے ان کو تنگ کرنا شروع کیا تو دہلی سے احمد آباد چلے گئے اور وہاں کسی بڑی طوائف کے ہاں ملازم ہوگئے۔ اور روزانہ اس کی خدمت کرتے اور برتن مانجتے۔

ایک دفعہ احمد آباد میں قلتِ باراں کی وجہ سے سخت قحط پڑا جس سے جانور مرنے لگے اور لوگ بے حد تشویش میں تھے۔ تمام لوگ جمع ہوکر ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ دعا فرمایئے، اللہ تعالیٰ بارش بھیجے، انہوں نے فرمایا:

''میں تو کوئی چیز نہیں ہوں، فلاں طوائف کے ہاں ہیجڑوں کے لباس میں ایک بزرگ رہتے ہیں ان کے پاس جاؤ اگر انہوں نے ہاتھ اٹھا دیئے تو تمہارا مقصد پورا ہوجائے گا۔''

چنانچہ سب لوگ وہاں گئے اور دیکھا کہ اسی حلیہ کے ایک آدمی بیٹھے برتن مانج رہے ہیں، میلے کچیلے کپڑے ہیں، چوڑیاں پہنے ہوئے ہیں اور ناک بہہ رہی ہے انہوں نے کہا: ''حضور دعا کیجئے، اللہ تعالیٰ بارش بھیجے ملک برباد ہوگیا ہے''

انہوں نے جواب دیا:

"مجھے دعا سے کیا تعلق؟ اگر کوئی ٹپہ دادرا سننا ہو تو سناؤں، دعا کسی اللہ والے سے جا کر منگواؤ"

لوگوں نے کہا:

"حضور! ہم اچھی طرح جانتے ہیں آپ ان باتوں کو چھوڑ دیں ہم کبھی نہیں مانیں گے۔" جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے کہا: "سوکن نے راز فاش کر دیا"۔

پھر اٹھے اور باہر میدان میں آ کر آسمان کی طرف دیکھا اور دونوں مٹھیاں بند کر کے بازوؤں کو اوپر اٹھایا اور کہا: "بارش بھیجتے ہو یا توڑ دوں سہاگ کی چوڑیاں!"

یہ کہنا تھا کہ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ وہ وہاں سے بھاگے، لوگ بھی ان کے پیچھے بھاگے جب کچھ دور پہنچے تو ایک مقام پر زمین شق ہوگئی اور وہ اندر گھس گئے، لوگوں نے اس مقام کو کھودنا شروع کیا چنانچہ وہ وہاں سے بھاگ کر دوسرے مقام پر زمین کے اندر گھس گئے۔ جب لوگوں نے وہاں کھودنا شروع کیا تو تیسرے مقام پر گم ہو گئے اور جب لوگوں نے پھر کھودنا شروع کیا تو چوتھے مقام پر گم ہو گئے۔ اب لوگوں نے کھودنا بند کر دیا اور وہ ہمیشہ کے لئے گم ہو گئے۔ اب ان چاروں مقاموں پر مقبرے بنا دیئے گئے ہیں اور آپ موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں آپ کے مسلک کے کچھ لوگ اب تک موجود ہیں اور اجمیر شریف اور دیگر مقامات پر زنانہ کپڑوں میں نظر آتے ہیں۔

نوٹ:

اس تحقیق کے بعد یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض علمی بد دیانتی، جہالت اور غیر مقلدین حضرات کی دھوکا بازی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ

ہمیں اپنے اکابرین اور صوفیاء کرام کی عزت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور لامذہبیت سے بچائے۔ (آمین)

یا جنید یا جنید کہنے پر اعتراض
اور اسکا تحقیقی جائزہ

از قلم

خادم اہل سنت فیصل خان

راولپنڈی

یا جنید یا جنید پر اعتراض کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلدین حضرات کے مسلک کا دارومدار ہی احناف اور اہل سنت پر اعتراض کرنا ہے۔اس اصول پر گامزن ہوتے ہوئے، ملفوظات اعلیٰ حضرت پر ایک اور اعتراض داغ دیا کہ دیکھیں جناب بریلویوں کے اعلیٰ حضرت مسلمانوں کو اللہ کا نام لینے سے روکتے ہیں اور ایک ولی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے مدد مانگتے ہیں۔غیر

ملفوظات اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ

مقلدین حضرات کے اعتراض سے قبل مناسب ہے کہ پہلے وہ ملفوظ پڑھیں جس پر غیر مقلدین حضرات کو اعتراض ہے تاکہ بحث سمجھنے میں آسانی ہو۔اور اسکے بعد اس کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ کریں۔

عرض: حضور یہ واقعہ کس کتاب میں ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے یا اللہ فرمایا اور دریا میں اتر گئے۔پورا واقعہ یاد نہیں۔

ارشاد: غالباً حدیقہ ندیہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے، بعد کو ایک شخص آیا، اسے پار جانے کی ضرورت تھی، کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی۔جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا۔عرض کی: میں کس طرح آؤں فرمایا: یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔جب بیچ دریا میں پہنچا۔شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا، کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں۔میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔پکارا: حضرت میں چلا، فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید جب کہا دریا سے پار ہوا۔عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی۔آپ اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔فرمایا: ارے نادان! ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔اللہ اکبر۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اوّل ۱۰۴، ۱۰۵ مطبوعہ لاہور)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعے پر غالی غیر مقلد زبیر علی زئی سے متاثر ایک لامذہب نے چند اعتراضات کیے ہیں جو کہ پیش خدمت ہیں:

اس بریلوی واقعے سے معلوم ہوا:

۱۔اللہ کو براہ راست نہیں پکارنا چاہیے۔

۲۔اللہ کو براہ راست پکارتے ہوئے یا اللہ کہنا ایک شیطانی وسوسہ ہے۔

۳۔ اللہ کے بجائے بزرگوں کو اپنی حاجت کے لیے پکارنا چاہیے۔

الجواب بعون الوہاب:

عرض یہ ہے کہ مسلکی حمایت سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ تحقیقی نکتہ نظر سے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تاکہ حق اور باطل کی پہچان آسانی سے ہو سکے۔

فتاویٰ رضویہ کے متن کا راجح ہونا:

جواب نمبر ۱: عرض یہ ہے کہ ہم برملا اعلان کر چکے ہیں کہ اگر متن کے بیان میں اختلاف ہو تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہی راجح ہوگا۔ اور اس دعوے کی وجوہات ابتداء میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ خود مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خان رحمۃ اللہ علیہ، الملفوظ میں اغلاط اور الحاقات پر سخت ناخوش تھے۔ اور مولانا فیضان مصباحی صاحب نے تو بہت سی مثالیں پیش کیں جس سے الملفوظ میں عبارات کا غلط ہونا اور اس میں الحاقات ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا جب بھی الملفوظ اور فتوے میں عبارت یا فتوے کا فرق ہو تو یقینا ترجیح فتاویٰ رضویہ کو ہی ہوگی۔ کیونکہ ملفوظات کو لکھنے اور نقل کرنے والے خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ، الزام کے برعکس ہے:

جواب نمبر ۲: اس مختصر سی تمہید کے بعد عرض یہ ہے کہ یہی سوال اعلیٰ حضرت سے فتاویٰ رضویہ میں بھی پوچھا گیا، لہٰذا فتاویٰ رضویہ کی عبارت قارئین کے مطالعے کے لئے پیش خدمت ہے۔ تاکہ قارئین کرام کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو سکے۔

مسئلہ ۲۴۵: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ جنید ایک بزرگ کامل تھے انہوں

نے سفر کیا، راستے میں ایک دریا پڑا اس کو پار کرتے وقت ایک آدمی نے کہا کہ مجھ کو بھی دریا کے پار کر دیجئے گا، تب ان بزرگ کامل نے کہا: تم میرے پیچھے یا جنید یا جنید کہتے چلو اور میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا، درمیان میں وہ آدمی بھی اللہ اللہ کہنے لگا تب وہ ڈوبنے لگا، اس وقت ان بزرگ نے کہا کہ تو اللہ اللہ مت کہہ یا جنید یا جنید کہہ، تب آدمی نے یا جنید یا جنید کہا جب وہ نہیں ڈوبا۔ یہ درست ہے یا نہیں اور بزرگ کامل کے لئے کیا حکم ہے اور آدمی کے لیے کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

جواب: یہ غلط ہے کہ سفر میں دریا ملا بلکہ دجلہ کے ہی پار جانا تھا، <u>اور یہ بھی زیادہ ہے کہ میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا۔ اور یہ محض افترا ہے کہ انہوں نے فرمایا تو اللہ اللہ مت کہہ</u>۔ یا جنید کہنا خصوصاً حیات دنیاوی میں خصوصاً جبکہ پیش نظر موجود ہیں اسے کون منع کر سکتا ہے کہ آدمی کا حکم پوچھا جائے۔ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے حکم پوچھنا کمال بے ادبی و گستاخی و دریدہ دہنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید صفحہ نمبر ۶۴۳ جلد ۲۶ طبع لاہور)

اس جواب کے بعد اگر کسی قسم کا اعتراض ذہن میں باقی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی ہدایت کی دعا کرے کیونکہ غیر مقلدین حضرات کا اعتراض ہی یہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کا نام لینے سے روکا۔ تو جناب والا اس فتوے میں تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر یہ لکھا کہ <u>یہ محض افترا ہے کہ انہوں نے فرمایا تو اللہ اللہ مت کہہ</u>۔ لہٰذا ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آڑ میں علماء اہل سنت و جماعت پر اعتراضات کرنا علمی دھوکا اور بددیانتی ہے جبکہ ملفوظات تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف بھی نہیں، اس کے جامع مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے محرف اور الحاقی عبارات کی وجہ سے ملفوظات چھاپنے پر اظہار ناراضگی کیا تھا۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶ ص ۴۳۶ کا عکس

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام:

جواب نمبر ۳: الزامی جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ ملفوظات میں یہ عبارت موجود ہے اور اس عبارت کو نقل کرنے کی وجہ سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کیا جاسکتا ہے تو جناب والا، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پھر کیا

رائے ہوگی؟

جبکہ وہابیہ کی مسلمہ شخصیت ابن تیمیہ اپنی کتاب میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فان الجنید قدس اللّٰہ روحہ کان من ائمة الهدی۔

(الفرقان ص ۹۳ دوسرا نسخہ ۱۱۱)

یعنی بے شک حضرت جنید اللہ ان کی روح کو تقدس بخشے ہدایت کے اماموں میں سے ہیں۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

"جنید بغدادی کتاب وسنت کے شیدائی تھے آپ اہل معرفت میں سے ہیں۔ (مجموع الفتاوی ج ۵ ص ۱۲۶)

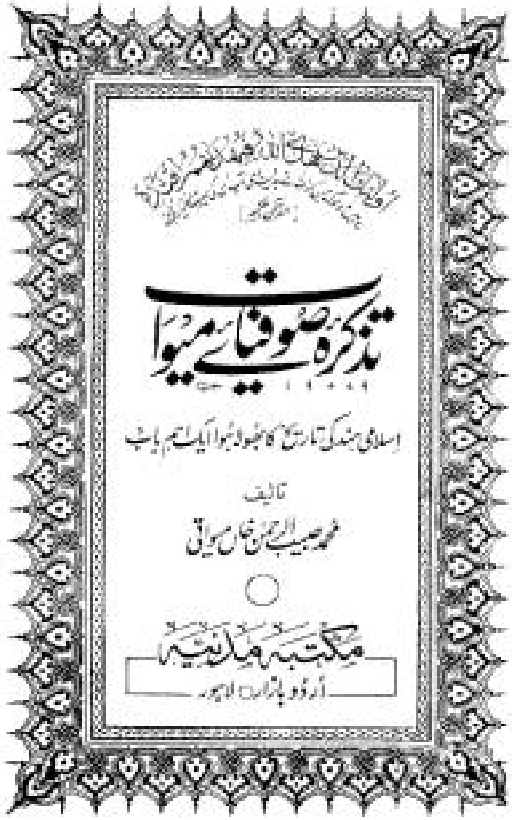
ایک اور جگہ آپ کہتے ہیں:

جنید رحمہ اللہ صوفی گروہ کے سربراہ، اور رہنمائی کرنے والے ائمہ میں سے ہیں۔ (مجموع الفتاوی ج ۵ ص ۴۹۱)

اب آپ لوگوں کا کیا کہنا ہے ابن تیمیہ کے بارے میں کیونکہ ابن تیمیہ نے تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف اور توثیق کی ہے۔

مزید یہ کہ اگر بالفرض یہ واقعہ ملفوظات میں مان لیا جائے تو کیا اس واقعے کو نقل کرنے سے اعلیٰ حضرت قرآن وسنت کی مخالفت کرتے ہیں تو پھر جن بزرگ ہستی (حضرت

جنید بغدادی) کا یہ قول ہے ان کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہو گا۔ ذرا ہوش



سنبھال کر جواب دینا جناب ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب اپنا غصہ نکالنے کے لئے اس

حضرت شاہ نصر اللہ نصرتی

ولادت :- ۔۔۔۔۱۰ھ ۱۶۶۹ء میہم ضلع روہتک۔
وفات :- ۱۳ رجب (سن نامعلوم)
مدفن :- میہم ضلع رہتک۔

آپ میہم ضلع کے مشہور سرکاری خاندان خانوادۂ صدیقی کے ایک اہم رکن رہے ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے عہد حکومت میں تولد ہوئے۔ سنہ ۔۔۔ الدین قسم کے دور میں ایک مثنوی موسوم بہ "جنون العاشقین" کے علاوہ آپ سے متعلق تحریری مواد تمام ضائع ہو گیا۔ اصل کارنامے محو ہو چکے مگر خرق عادات واقعات کا ایک انبار رہ گیا ہے۔ عوام اسے ہی شان ولایت سمجھتے ہیں مثلاً:۔

حضرت شاہ نصر اللہ کے بھتیجے شاہ محمد اللہ جیسی کے کمرۂ عمل میں کتاب دار یعنی شاہی کتب خانے کے ناظم تھے۔ ایک روز شاہ نصر اللہ اس کتب خانے میں تشریف لے گئے اور ایک کتاب طلب فرمائی۔ شاہ محمد اللہ نے کتابوں کی ایک گٹھڑی پر جھنجھلا کر وہ کتاب اتار دی۔ اس گٹھڑی میں کلام پاک کا ایک نسخہ بھی تھا۔ اس جسارت پر آپ نے سرزنش فرمائی۔ نوجوان شاہ محمد اللہ نے کہا: "اگر قرآن پر قرآن رکھ دیا جائے تو کیا حرج ہے"۔ اس غرور زہد و علم پر آپ نے اظہار ناپسندیدگی فرمایا، اور کہا کہ اگر تمہیں اپنے علم پر اس قدر ناز ہے تو آؤ اور قرآن کی پہلی صورت سناؤ۔ بھتیجے شاہ محمد اللہ اس قدر حواس باختہ ہوئے کہ بسم اللہ بھی بھول گئے۔ متصوفانہ زبان میں یوں کہئے کہ مرشد نے جو کچھ سکھایا وہ اپنے تصرف باطنی سے واپس لے لیا۔ بھتیجے سے کہا کہ تم اس منصب کے لائق نہیں، میرے ساتھ چلو۔

۹۳۳

عظیم اور بابرکت ہستی پر کوئی اعتراض نہ کردے اس لئے محدثین سے ان کے بارے

ایک روز ایک مرید ہم سفر تھا، راستہ میں دریا پڑا، شاہ نصر اللہ نے فرمایا
تیرا، تو تھام لے اور نصر اللہ کا ورد کرتا چل، عین منجدھار میں پہنچ کر مرید نے پیر و مرشد
کو اللہ کے نام کا ورد کرتے سنا تو وہ بھی بجائے نصر اللہ کے "اللہ اللہ" کہنے لگا، مگر فوراً ہی
ڈبکیاں لینے لگا، آپ نے اسے ہاتھ سے سہارا دیا اور فرمایا: "تجھے کیا معلوم کہ اللہ
کیا ہے، تو نصر اللہ کہتا چل، اس نے نصر اللہ کا ورد شروع کر دیا اور دونوں دریا کو
پار کر گئے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرایا
کرتے تھے .... آپ کی چھوٹی بہن بی بی صاحبہ زوجہ شاہ لطف اللہ [illegible] و نائب گورنر
لاہور، کئی روز تک اصرار کرتی رہیں کہ زیارت کرائی جائے، ایک دن آپ نے فرمایا: اچھا
[illegible] کو خوشبو لگا کے، میں ابھی آیا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے
شوق میں یہ خاتون [illegible] کر بیٹھ گئیں، آپ باہر سے ان کے خاوند شاہ لطف اللہ کو
بلا لائے اور فرمایا: "لطف اللہ، تیری بیوی کا دل تجھ سے بھر گیا ہے، دیکھ یہ دوسرا
بیاہ کی تیاری کر رہی ہے۔" ان الفاظ نے اس خفیفہ پر بجلی کا کام کیا، وہ رونے لگیں اور
روتے روتے سو گئیں اور زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئیں۔ وغیرہ۔
مگر ایسے واقعات سے تفصیلی سوانح مرتب نہیں کی جا سکتی۔

اس سلسلے میں آپ کی فارسی مثنوی "جنون العاشقین" سے آپ کے حالات
و معتقدات کا کچھ علم ہوتا ہے۔[1]

مثنوی کی شہادت ہے کہ اس کے مصنف کا نام نصر اللہ اور تخلص نصرتی
تھا، فنا فی الرسول ہونے کے باعث اپنے آپ کو غلام احمد اور فانی فی اللہ ہونے کی حیثیت

[1] [illegible]

۴۲۳

میں چند اقوال پیش خدمت ہیں:

۱......محدث قاضی شہبہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الإمَام العلم فی طریقة التصوف الیه المرجع فی السلوک فی زمانه و بعده۔ (طبقات الشافعیه ج ۲ ص ۷۶)

۲......محدث سبکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سید الطَّائفة ومقدم الجماعة وامام اهل الخرقة وشیخ طریقة التصوف و علم الاولیاء فی زمانه وبهلوان العارفین۔

(طبقات الکبریٰ الشافعیه ج ۲ ص ۲۶۰)

۳......محدث ابن کثیر فرماتے ہیں:

وهو الامام العالم فی طریقة التصوف، والیه المرجع فی السلوک فی زمانه وبعده رحمةاللّٰه۔ (طبقات الشافعین ج ۱ ص ۱۶۸)

۴......محدث ابن المناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سَمِعَ الْکَثِیرَ، وَشَاهَدَ الصَّالِحِینَ وَأَهْلَ الْمَعْرِفَةِ وَرُزِقَ الذَّکَاءَ وَصَوَابَ الجَوَابِ لَمْ یُرَ فِی زَمَانِهِ مِثْلُهُ فِی عِفَّةٍ وَعُزُوفٍ عَنِ الدُّنْیَا۔ (تاریخ بغداد: ۹/۳۴۷)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: احمد بن جعفر بن منادی اپنی کتاب: تاریخ الاسلام میں کہتے ہیں: بہت سے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا، اہل معرفت اور نیک لوگوں کو دیکھا، اور متعدد علوم و

فنون میں خوب مہارت اور حاضر جوابی سے اللہ نے نوازا، کہ ان کے کسی ہم عصر یا ان سے عمر رسیدہ شخص میں اُس وقت یہ صلاحیت کم ہی نظر آتی تھی، دنیا اور دنیاداروں سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے۔ مجھے کسی نے بتلایا کہ جنید نے اپنے بارے میں ایک دن کہا: میں ابوثور کلبی کی مجلس میں فتوی دیا کرتا تھا، اور اس وقت میری عمر ﴿۲۰﴾ سال تھی۔ علی بن ہارون اور محمد بن احمد بن یعقوب کہتے ہیں: ہم نے جنید بغدادی رحمہ اللہ کو کئی بار یہ کہتے ہوئے سنا: ہمارا علم کتاب وسنت کے ذریعے مضبوط ہے، جس شخص کو قرآن یاد نہ ہو اور وہ حدیث لکھتا ہو، لیکن اس میں تفقہ نہ رکھے، تو اس کی اقتدا نہیں کی جاسکتی۔

(تاریخ الاسلام ج ۲۲ ص ۷۳)

۵.....محدث خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

وصار شيخ وقته وفريد عصره في علم الأحوال والكلام عَلَى لسان الصوفية وطريقة الوعظ وله أخبار مشهورة وكرامات مأثورة۔

(تاریخ بغداد ج۷ص ۲۴۹)

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: انہوں نے بغداد میں رہتے ہوئے سماعِ حدیث کیا، علمائے کرام سے ملاقاتیں کیں، ابوثور رحمہ اللہ سے فقہ پڑھی، متعدد نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی جن میں حارث محاسبی، اور سری سقطی شامل ہیں۔ اس کے بعد

عبادت گزاری میں مشغول ہوگئے، اور اسی کو اپنا مشغلہ بنالیا، اور بہت شہرت پائی، یہاں تک کہ علم الاحوال اور وعظ کیلئے اپنے وقت کے یگانہ روزگار شیخ بن گئے۔ آپ کے واقعات بہت مشہور ہیں، انہوں نے حدیث حسن بن عرفہ کے واسطے سے بیان کی۔ انتہی

۶.....علامہ الادنہوی المالکی فرماتے ہیں:

وكان شيخ وقته و فريد عصره ، وكلامه في الحقيقة مدون مشهور۔ (تاریخ المفسرین ج ۱ ص ۱۲۹)

۷.....محدث علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان شيخ العارفين وقُدْوة السّائرين، وعَلَم الأولياء في زمانه، رحمه اللّٰه عليه۔ (تاریخ الاسلام ج ۶ ص ۹۲۴)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"

آپ اپنے زمانے کے شیخ العارفین، اور صوفیاء کیلئے نمونہ تھے، اپنے وقت کے نامور ولی تھے، اللہ تعالی کی آپ پر رحمتیں نازل ہوں، انتہی۔ (تاریخ الاسلام ج ۲۲ ص ۷۲)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صوفیائے کرام کے شیخ ہیں انہوں نے ابوثور سے فقہ حاصل کی، سری سقطی اور حسن بن عرفہ سے حدیث کا سماع کیا، اور پھر سری سقطی سمیت حارث محاسبی اور ابوحمزہ بغدادی کی صحبت اختیار کی، خوب اچھی طرح علم

حاصل کیا، اور پھر عبادت گزاری میں مصروف ہو گئے، آپ نے

جملہ حقوق بحق اولاد مصنف محفوظ ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ، والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

رسول اللہ توں صدقے جان میری ایہہ فانی زندگی قربان میری

سوانح حیات

عالم باعمل واعظ بے بدل حاجی حرمین شریفین مقبول دارین

جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول حضرت مولانا

غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

ساکن قلعہ میاں سنگھ

ضلع :۔ گوجرانوالہ

مصنف و مرتبہ

حضرت مولانا عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ خلف اکبر حضرت مولانا مرحوم

محمد نسیم ایم اے وبرادران قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ

پبلشر

فضل محمد بلو روڈ بازار گوجرانوالہ | مکتبہ نعمانیہ اردو بازار لاہور

بہت کم احادیث بیان کیں ۔آپ سے احادیث بیان کرنے

(۲۵)

ایک دفعہ صدر الدین و سرفراز ساکنان سدہ کیمو بیج حافظ غلام محمد صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہماری زمین کا بہت سا حصہ دریا نے لے لیا ہے اور قریب ہے کہ ہماری تمام زمین دریا برد ہو جائے ۔ دعا فرمائیں ، اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت

۱۱۵

سے نجات دے۔ تینوں صاحب دور دراز قلعہ میاں سنگھ گئے ہوئے تھے وقت رخصت مولوی صاحب نے فرمایا کہ دریا کے کنارے پہ کھڑے ہو کر یہ آواز بلند کہنا یا ملائکۃ اللہ السلام علیکم من غلام رسول تلمیذ ملا اور سورۃ یٰسین تین دفعہ پڑھنی ۔ تینوں شخصوں کا بیان ہے کہ جب ہم نے دریا کے کنارے پہ کھڑے ہو کر حسب فرمان مولانا صاحب کا سلام پہنچایا ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے دریا ہٹنا شروع ہو گیا اور طغیانی بالکل جاتی رہی ۔ ہم حیرانی سے دیکھتے رہے دریا کا ایک طرف ہٹنا شروع ہوا بڑا تعجب خیز امر تھا ۔ سورۃ یٰسین پڑھنے سے دریا بالکل ہٹ گیا ۔ اور اپنی اصلی حالت پر آ گیا ۔

میں: جعفر خلدی، ابو محمد جریری، ابو بکر شبلی، محمد بن علی بن حبیش، اور عبدالواحد بن علوان کے نام سرِ فہرست ہیں۔انتہی۔

(سیر أعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۴۳)

۸......علامہ خلدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لم نر فی شیوخنا مَن اجتمع له علمٌ و حالٌ غیر الجنید، کانت له حالٌ خطیرة و علمٌ غزیر۔ (تاریخ الاسلام ج ۶ ص ۹۲۶)

۹......محدث سمعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و صار شیخ وقته و فرید عصره فی علم الاحوال و الکلام علی لسان الصوفیة و طریقة الوعظ۔ (الانساب ج ۴ ص ۵۵۶)

۱۰......علامہ ابن قنفذ (۸۰۹ھ) لکھتے ہیں:

امام الطائفة الصوفیة أبو القاسم الجنید البغدادی نفعنا الله تعالٰی ببرکاته۔ (الوفیات لابن قنفذ ج ۱ ص ۱۹۶)

۱۱......الحافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جنید رحمہ اللہ ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے شرعی علم کو مضبوط بنایا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱۳ ص ۲۸۱)

علماء غیر مقلدین کے چند حوالہ جات

۱۲......ایک غیر مقلد عالم غلام رسول قلعوی صاحب لکھتے ہیں:

میرے عقیدے کی رو سے وہ (غیر مقلد عالم عبداللہ غزنوی) جنید کے مثل اور حضرت بایزید کی مانند ہیں۔ (تذکرہ مولوی غلام رسول قلعوی ص ۴۵۱، ۴۵۲)

۱۳......غیر مقلد حنیف ندوی صاحب حضرت جنید بغدادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

سرخیل صوفیاء اور چمنستانِ تصوف کے گل سرسبد۔ (تعلیمات غزالی ص ۲۷)

ان حوالہ جات کے بعد اگر کسی میں اعتراض کی جرأت ہے تو کر کے دیکھ لے ان شاء اللہ اس کا بھی جواب دیا جائے گا اگر اس کے بعد بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی اعتراض کرے تو اس کو شرم و حیا سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ محدثین نے تو حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی زبردست توثیق یا تعریف کی ہے اگر اعتراض کرنا ہے تو پھر ان محدثین کرام پر کیجئے اب اگر فتویٰ لگانا ہے تو اپنے اکابرین پر پہلے لگائیں اور پھر دوسروں کی اصلاح کریں فضول میں عوام الناس کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ایک مکروہ فعل ہے۔

کوئی غیر مقلد یہ اعتراض نہ کر دے کہ ہم تو حنیف ندوی کو جانتے ہی نہیں۔لہٰذا مناسب ہے کہ علماء غیر مقلدین کے چند حوالہ جات پیش کر دیئے جائیں تاکہ کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہ ہو سکے۔

۱۔غیر مقلد محمد عطاء اللہ حنیف لکھتے ہیں:

صاحب تحقیق عالم تھے،علوم اسلامیہ پر انکی وسیع نظر تھی۔

(چالیس علماء اہلحدیث ص ۳۶۴)

۲۔مولوی اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

تفسیر مولانا کا خاص موضوع تھا،عربی کی قدیم و جدید تفاسیر کھنگال ڈالی تھیں اور قرآن کے مطالب و معانی اور رموز و نکات انکے خزانے ذہن میں محفوظ تھے۔

(چالیس علماء اہلحدیث ص ۳۶۴)

۳۔ پروفیسر سراج منیر لکھتے ہیں:

علوم دینیہ کے تمام میدانوں میں یکسانیت حاصل تھی۔

(چالیس علماء اہلحدیث ص ۳۶۴)

۴۔ عبدالرشید عراقی غیر مقلد لکھتا ہے:

مولانا محمد حنیف ندوی آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن تھے اور انجمن اہلحدیث پنجاب کی مجلس کے بھی رکن تھے۔ (چالیس علماء اہلحدیث ص ۳۷۰)

اب غیر مقلدین حضرات کو کم از کم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے سے قبل اپنے عالم حنیف ندوی غیر مقلد کا محاسبہ کرنا چاہیے کیونکہ خود غیر مقلد عالم حنیف ندوی نے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی بہت تعریف کی ہے۔

نوٹ: اس مقام پر یہ یاد رہے کہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ پر اعتراض تو کسی بھی صورت میں نہیں بنتا کیونکہ فتویٰ لگانے کے لئے قول یا حکایت کی سند کا ثابت ہونا ضروری ہے۔ جبکہ اس حکایت کی وجہ سے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنا لغو ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر ایسی حکایات کتابوں میں بیان کیوں کی جاتی ہیں؟ تو اس کا جواب غیر مقلد حنیف ندوی صاحب کے حوالے سے آگے آرہا ہے۔ اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ اور اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنا تو مسلکی حمایت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ توحید کے علم بردار:

جواب نمبر ۴: جب خود حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات کو شریعت کا منبع سمجھتے ہیں، تو اپنے مرید کو کس طرح اللہ کا نام لینے سے

روک سکتے ہیں؟

حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الطرق کلها مسدودة علی الخلق الا من اقتفی اثر الرسول علیه الصلوٰة والسلام۔

(حلیۃ الاولیاء ج۱۰ ص ۲۵۷، طریق الھجرتین لابن قیم ص ۲۰، الاستقامہ لابن تیمیہ ص ۹۷)

ترجمہ: اللہ کی مخلوق پر معرفت کے تمام دروازے بند ہیں جب تک کہ وہ نبی کریم ﷺ کے نقش قدم کی پیروی اختیار نہ کرے۔

جب خود حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ معرفت کی رسائی کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات ماننے کو شرط قرار دے رہے ہیں تو پھر ایسی حکایات جس کا خود اعلیٰ حضرت نے رد کیا ہے کیونکر اولیاء اور علماء اہل سنت پر طعن کا باعث بن سکتی ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی حکایت کی سند:

جواب نمبر ۵: اس مقام پر یہ نکتہ بڑا ہی اہم اور دلچسپ بلکہ تحقیقی ہے کہ اس قسم کے واقعات اور حکایات جن کی سند پایہ ثبوت کو بھی نہیں پہنچتی اس کو بیان کرنے کے کیا مقاصد ہوتے ہیں؟ اس نکتے کی توضیح اور وضاحت غیر مقلد حنیف ندوی کی تحریر سے ملاحظہ فرمائیں۔

بات یہ ہے کہ مؤرخین اور محدثین کا نقطہ نظر اور موضوع ان سے بالکل جداگانہ ہے۔ یہ جہاں نفس واقعات کی چھان پھٹک سے کام لیتے ہیں۔ یا روایات کی تحقیق اور اس کے مراتب صحت کی تعیین میں دادِ علم دیتے ہیں۔ وہاں صوفیاء اس جھمیلے میں

پڑے بغیر صرف یہ دیکھتے ہیں کس واقعہ یا روایت میں ان کے ذوق و وجدان کی تسکین زیادہ ہوتی ہے۔ یا کس واقعہ یا روایت میں تاثر پذیری اور عبرت وتذکر کے پہلو زیادہ نکھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کتابوں اور تحریروں میں بے شمار ایسے عجائب کا پتا چلتا ہے جن کی علمی توجیہہ بیان کرنا آسان نہیں۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں نکتہ ہائے نظر اپنی اپنی جگہ مفید ہیں۔ بشرط یہ کہ ان کے حدود کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیا جائے یہی نہیں ان میں باہمی کوئی تعارض بھی نہیں پایا جاتا اور صوفیاء کے اقوال و حکایات کا ماحصل یہ ہے کہ ان سے عبرت ونصیحت اور تاثر و انفعال کے وہ نوادر اور لطائف مستنبط ہوتے ہیں جو ذہن وفکر کی دنیا کو پلٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

(تعلیماتِ غزالی ص ۱۹)

اس تحقیق کے بعد، میں نتیجہ قارئین کرام کے ذہنوں پر چھوڑتا ہوں کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ حق پر کون ہے؟ اور الزام تراشی کا بازار کس نے گرم کر رکھا ہے؟ اور اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ رضویہ کی عبارت چھپا کر لوگوں کو ملفوظات کی عبارت دکھانا کیا بددیانتی اور علمی دھوکا نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں مسلکی تعصب سے محفوظ فرمائے اور اکابرین اہل سنت کی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت شاہ نصر اللہ نصرتی کا واقعہ اور دیوبندی حضرات کا استدلال:

یا نصر اللہ یا نصر اللہ کا ورد:

دیوبندی عالم محمد حبیب الرحمن میواتی اپنی کتاب تذکرہ صوفیائے میوات ص ۶۲۳ پر اس طرح کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

ایک روز ایک مرید ہم سفر تھا، راستہ میں دریا پڑا، شاہ نصر اللہ نے

فرمایا: میرا ہاتھ تھام لے اور نصر اللہ کا ورد کرتا چل، عین منجدھار میں پہنچے تھے کہ مرید نے پیرومرشد کو اللہ کے نام کا ورد کرتے سنا تو وہ بھی بجائے نصر اللہ کے اللہ اللہ کہنے لگا، مگر فوراً ہی ڈبکیاں لینے لگا، آپ نے اسے بازو سے سہارا دیا اور فرمایا: تجھے کیا معلوم کہ اللہ کیا ہے، تو نصر اللہ کہتا چل، اس نے نصر اللہ کا ورد شروع کردیا اور دونوں دریا کو پار کر گئے۔

(تذکرہ صوفیائے میوات ص ۶۲۳)

اس کتاب کی اہمیت دیوبندی حضرات کے لئے اس لئے بھی زیادہ ہے کہ اس کتاب کا پیش لفظ جناب سید نفیس الحسینی صاحب نے لکھا ہے اور اس کے ناشر مکتبہ مدنیہ، اردو بازار، لاہور ہے۔

اب کم از کم دیوبندی حضرات اس طرح کے اعتراضات ترک کر کے عوام الناس کے سامنے تحقیق کی روشنی میں بات کریں۔

تذکرہ صوفیائے میوات کے ٹائٹل کا عکس

تذکرہ صوفیائے میوات ص ۶۲۲ کا عکس

تذکرہ صوفیائے میوات ص ۶۲۳ کا عکس

غیر مقلد غلام رسول قلعوی کا دریا پر حکم:

ہم غیر مقلدین حضرات کے سامنے ان کے ایک غیر مقلد عالم غلام رسول قلعوی کی کرامات پیش کرتے ہیں اور فیصلہ ان پر چھوڑتے ہیں کہ اس حوالے کے بعد وہ کیا فتویٰ لگاتے ہیں۔

''ایک دفعہ صدرالدین وسرفراز مالکان سدہ کمبوہ بمع حافظ غلام محمد صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہماری زمین کا بہت سا حصہ دریا نے لے لیا ہے اور قریب ہے کہ تمہاری زمین دریا برد ہو جائے۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ تینوں صاحب دو روز قلعہ میاں سنگھ میں رہے۔ وقت رخصت مولوی صاحب نے فرمایا کہ دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر بآواز بلند کہنا۔ **یا ملائکہ اللہ السلام علیکم من غلام رسول** قلعہ والا اور سورہ یٰسین تین روز پڑھنا، تینوں شخصوں کا بیان ہے کہ جب ہم نے دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر حسب فرمان مولانا صاحب کا سلام پہنچایا، ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے دریا ہٹنا شروع ہو گیا اور طغیانی بالکل جاتی رہی۔ ہم حیرانی سے دیکھتے رہے، دریا کا یک لخت ہٹنا شروع ہونا بڑا تعجب خیز امر تھا۔ سورۃ یٰسین پڑھنے سے دریا بالکل ہٹ گیا اور اپنی اصلی حالت پر آ گیا''۔ (سوانح حیات غلام رسول قلعہ میاں سنگھ ص ۱۱۵)

اس حوالے سے جو باتیں سامنے آئیں وہ یہ ہیں:

غیر مقلد غلام رسول قلعوی نے اپنے مرید کو یہ نہیں کہا کہ اللہ سے دعا مانگو۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ

غیر مقلد غلام رسول قلعوی نے اپنے مریدین کو فرشتوں سے استدعا اور استغاثہ کا کہا۔

غیر مقلد غلام رسول قلعوی نے مافوق الاسباب معاملات میں نجات پانے پر کوئی نکیر نہیں کی۔

غیر مقلد غلام رسول قلعوی کے فرشتوں کے سلام پیش کرنے پر دریا یک لخت ہٹنا شروع ہوا۔

غیر مقلد غلام رسول قلعوی کے فرشتوں پر سلام سے پہلے دریا آہستہ آہستہ ہٹ گیا اور جب سورۃ یٰسین بعد میں پڑھی تو پھر مکمل دریا ہٹا۔

یہ حوالہ جب ایک غیر مقلد کے سامنے پیش کیا تو لاجواب ہو کر کہا کہ غلام رسول قلعوی ہمارا غیر مقلد عالم نہیں ہے۔ اور اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی۔ لہٰذا غلام رسول قلعوی کے بارے میں علماء غیر مقلدین کے حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

غلام رسول قلعوی نے حدیث کی تعلیم دہلی میں غیر مقلد نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی۔ اور اس سند کا تذکرہ سوانح حیات غلام رسول ص ۳۹ پر بھی موجود ہے۔

۱۔ غیر مقلد محمد عزیر شمس لکھتا ہے:

تیسری طرف مولانا عبداللہ غزنوی، مولانا عین الحق پھلواری، مولانا غلام رسول قلعہ میاں سنگھ والے، مولانا محمد بن بارک اللہ لکھنوی، اور مولانا عبدالجبار غزنوی نے تصوف وسلوک کی راہوں سے آئی بدعات کی تردید کرتے ہوئے صحیح اسلامی زہد و عبادت وروحانیت کا درس دیا اور مدتوں عوام وخواص کی تربیت کا کام کرتے رہے۔

(حیات وخدمات مولانا شمس الحق ص ۳۰)

۲۔عبدالرشید عراقی غیر مقلد لکھتا ہے:

پنجاب میں اول آپ ہی نے وعظ شروع کیا اور توحید کا بیج بو یا گور پرستی اور شرک کی بیخ کنی کی بنیاد رکھی۔(اہل حدیث کے چار مراکز ص ۸۴)

امید ہے کہ قارئین کرام کو ان حوالہ جات کے ذریعے حقائق سے آشنائی ہوچکی ہوگی۔غیر مقلدین ائمہ اہل سنت پر اعتراض کرنے میں بڑے ہی جری ہوتے ہیں مگر جب اپنے عالم کا حوالہ پیش کیا جائے تو فوراً کہتے ہیں کہ ہم پر حجت نہیں۔تو جواباً عرض یہ ہے کہ اگر آپ ان کو حجت نہیں سمجھتے تو یہ آپ کے اپنے مسلک کا مسئلہ ہے۔مگر جناب والا جب دریا غیر مقلد غلام رسول قلعوی کے سلام کی وجہ سے اتر سکتا ہے تو پھر بالفرض حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے نام لینے سے دریا پر چلا کیوں نہیں جاسکتا۔جبکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتویٰ میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ''اللہ اللہ نہ کہنا'' محض افتراء ہے۔لہٰذا غیر مقلدین حضرات کا یہ اعتراض کہ دیکھو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ اللہ کہنے سے روکا، ایک لغو اور مردود اعتراض ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اکابرین اور اولیاء امت کی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

سوانح حیات غلام رسول قلعہ میاں سنگھ۔ٹائٹل کا عکس

سوانح حیات غلام رسول قلعہ میاں سنگھ ص ۱۱۵

بزرگوں کی قبر اور روضہ کا طواف پر اعتراض کا تحقیقی جائزہ

از قلم

فیصل خان

بزرگوں کی قبر اور روضے کا طواف

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے ایک چیلے نے ایک ملفوظ پر اعتراض کیا جو کہ اس کی جہالت کا عین ثبوت ہے۔ قارئین کرام پہلے ملفوظ ملاحظہ کریں اور پھر اس پر ایک لا مذہب کے اعتراضات ملاحظہ کریں:

(پھر فرمایا) بھاگلپور سے ایک صاحب ہر سال اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی، اس نے کہا میاں ہر سال کہاں جایا کرتے ہو، بیکار اتنا روپیہ صرف کرتے ہو انہوں نے کہا چلو اور انصاف کی آنکھ سے دیکھو پھر تم کو اختیار ہے۔

خیر ایک سال وہ ساتھ میں آیا دیکھا کہ ایک فقیر سونٹا لئے روضہ شریف کا طواف کر رہا ہے اور یہ صدا لگا رہا ہے، خواجہ پانچ روپیہ لوں گا، اور ایک گھنٹہ کے اندر لوں گا، اور ایک ہی شخص سے لوں گا۔ جب اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب بہت وقت گزر گیا، ایک گھنٹہ ہو گیا ہو گا اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا، جیب سے پانچ روپیہ نکال کر ان کے ہاتھ پر رکھے اور کہا لو میاں تم خواجہ سے مانگ رہے تھے بھلا خواجہ کیا دیں گے لو ہم دیتے ہیں، فقیر نے وہ روپے تو جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کر زور سے کہا ’’خواجہ توری بلہاری جاؤں دلوائے بھی تو کیسے خبیث منکر سے‘‘۔

(ملفوظات حصہ سوم: ص ۲۷۳)

اس بریلوی حکایت سے معلوم ہوا کہ احمد رضا خان کے نزدیک:

۱۔ کسی بزرگ کے روضے کا طواف درست ہے۔

۲۔ قبروں پر جا کر بزرگوں سے مانگنا درست ہے۔

۳۔ بزرگ مانگنے والے کو دلواتے بھی ہیں۔

الجواب بعون الوھاب:۔

عرض یہ ہے کہ یہ لا مذہب جو اعتراض کر رہا ہے اس کا دماغ اور آنکھیں کھولنے کے لیئے ان کے مسلمہ اکابر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حوالہ ہی کافی ہے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں:

چوں بمقبرہ آیہد دوگانہ بروح آں بزرگوار ادا کند بعدہ قبلہ راپشت دادہ بنشیند بعد قل گوید پس فاتحہ بخواند ہفت کرت طواف کند وآغاز از راست بکند بعدہ طرف پایان رخسارہ نہد وبیاید نزدیک روئے میت بہ نشیند وبگوید یارب بست ویک بار بعد طرف آسماں بگوید یاروح ودردل ضرب کند یا روح الروح مادام کہ انشراح یابد یاں ذکر بکند ان شاء اللہ تعالیٰ کشف قبور وکشف ارواح حاصل آید۔

(الانتباہ فی سلاسل الاولیاء ذکر برائے کشف قبور آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۰۰۔۹۹)

پھر جب مقبرہ کے پاس آئے تو دو رکعت نوافل اس بزرگ کی روح اقدس کے ایصال ثواب کے لئے ادا کرے۔ اور کعبہ شریف کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ جائے، پھر سورۃ اخلاص پڑھے پھر فاتحہ پڑھے پھر سات چکر (طواف) بزرگ کے مزار کے گرد اگرد لگائے، دائیں طرف سے شروع کرے، پھر بائیں طرف اپنا رخسار رکھے اور میت کے منہ کے نزدیک ہو کر پھر آسمان کی طرف منہ کر کے ’’یاروح‘‘ پڑھے اور اپنے دل پر ’’یا روح الروح‘‘ کی ضرب لگائے جب تک انشراح نہ ہو یہ ذکر کرتا رہے

انشاء اللہ تعالیٰ کشف قبور اور کشف ارواح یہ دونوں حاصل ہو جائیں گے۔

اب ذرا ایمان ہے تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر فتویٰ لگا کر دکھائیں۔ کیا مسلکی تعصب کا بین ثبوت نہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر اسی فعل کے خود کرنے پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ سکوت کا عالم طاری ہے مگر یہی بات اگر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حکایت کے طور پر بیان بھی کر دیں تو انکی وہابیت کی رگ پھڑک اٹھتی ہے۔ اس حوالے کو دیکھ کر لامذہب یہ جواب ضرور دے گا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہم پر حجت نہیں، تو ہمارے خلاف کیوں پیش کیا؟

جواباً عرض یہ ہے کہ جناب بھلے آپ وقت آنے پر اپنے اکابرین سے جان خلاصی کریں اور ان کو حجت ماننے سے انکار کر دیں۔ مگر عرض یہ ہے کہ ایک ہی فعل کو صرف نقل کرنے پر اعلیٰ حضرت پر بدعتی اور خلاف شریعت کے فتاویٰ کیوں؟ اور جب وہی فعل شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل نہ کریں بلکہ عمل کریں تو وہ مجدد اور محدث کہلائیں۔ جب یہی فعل کرنے سے شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت ہو سکتے ہیں تو پھر اہل سنت و جماعت کے صحیح ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مذہبی تعصب سے محفوظ فرمائے۔

نوٹ: مناسب ہے کہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طواف کے متعلق تحقیق صاحب ذوق وعلم کے لیے پیش کی جائے، تاکہ لفظ طواف کی حقیقت واضح ہو سکے۔

لفظ ''طواف'' پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اسی سے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا۔

ت) طواف لغۃً وعرفاً وشرعاً پھیرے کرنے کو کہتے ہیں عام ازیں کہ دو چیزوں کے درمیان آمد ورفت ہو جس میں ایک پھیرے کے مبدا ومنتہی متغائر ہوں گے یا ایک ہی چیز کے گرد جس میں دائرہ کی طرح مبدا ومنتہیٰ ایک ہوگا، دونوں صورتوں کو لغت وعرف عرب نے طواف کہا اور دونوں کی شرع مطہر نے طواف مانا، صورت اولیٰ صفا ومروہ کے درمیان سعی۔

قال اللہ تعالٰی فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔

(القرآن الکریم ۲ /۱۵۸)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس شخص پر کوئی گناہ نہیں جو صفا ومروہ کے درمیان چکر لگائے۔

اور صورت ثانیہ کعبہ معظّمہ کے گرد پھرنا۔

قال اللہ تعالٰی ولیطوفوا بالبیت العتیق۔

(القرآن الکریم ۲۲ /۲۹)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو چاہئے کہ اس کے قدیم (آزاد) گھر کا طواف کریں۔

حقیقت طواف اس قدر ہے۔ نیت وغایت کا اختلاف حقیقت کی تغییر نہیں کرتا کہ نیت وغایت رکن شئے نہیں۔ آخر نہ دیکھا کہ ائمہ کرام نے نیت کو شرط نماز قرار دیا نہ کہ رکن نماز، اور غایت کا خروج تو غایت ظہور میں ہے۔ غرض پھیرے کرنا جہاں اور جس طرح اور جس نیت اور جس غرض سے ہو طواف ہی ہے۔ پھر فعل اختیاری کو تصور بوجہ ما وتصدیق بفائدۃ ما سے چارہ نہیں مگر فعل کبھی غایب اصلیہ تک آپ مؤدی ہوتا ہے کبھی دوسرے فعل مؤدی الی الغایۃ کا وسیلہ اوّل کو مقصود لذاتہٖ کہتے ہیں جیسے نماز اور دوم کو وسیلہ ومقصود لغیرہٖ جیسے وضو، طواف میں یہ دونوں صورتیں ہیں مثلاً گلگشت یعنی تفریح

نفس وشم وروائح طیبہ وچستی بدن وتنسم ہوا کے لئے چمن کی روشوں میں ٹہلنا پھرنا خواہ وہ خطوط مستقیم پر ہوں یا مثلاً کسی حوض کے گرد مستدیر یہاں طواف مقصود لذاتہٖ ہے یا مثلاً کسی شئی کی تقسیم کوحلقہ یا صفوں پہ دورہ کرنا یہاں مقصود لغیرہٖ ہے۔ پھر طواف کی غایت مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے غیر کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے امثلہ مذکورہ بلکہ توہین بلکہ تعذیب کے لئے جیسے ڈرل کہ یہاں آمدوشد کہ طواف ہے مقصود لذاتہٖ ہے اور نار سے حمیم، حمیم سے نار کی طرف کفار کے پھیرے کہ یہ طواف مقصود لغیرہٖ ہے اور دونوں تعذیب کے لئے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی یطوفون بینھا وبین حمیم اٰن۔

(القرآن الکریم ۵۵/ ۴۴)

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ دوزخی اس کے یعنی آگ اور گرم اور ابلتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگائیں گے۔ (ت)

لا جرم طواف چار قسم ہے:

قسم اول: نہ طواف مقصود لذاتہٖ ہو نہ اس سے غرض وغایت نفس تعظیم بلکہ طواف کسی اور فعل کا وسیلہ ہو اور اس فعل سے کوئی اور حاجت مقصود جیسے سائلوں کا دروازوں پر گشت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ کاشانہ نبوت کا ایسا طواف فرمایا کرتے، ابوداؤد وابن ماجہ ودارمی ایاس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لقد طاف بال محمد نساء کثیر یشکون ازواجھن لیس اولئک بخیارکم سنن ابی دائود کتاب النکاح باب فی ضرب النساء آفتاب عالم پریس لاہورا / ۲۹۲

سنن ابن ماجہ، باب القسمة بین النساء

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۴

آج کی رات بہت سی عورتوں نے ہماری بارگاہ اقدس کا طواف کیا کہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھیں وہ تم میں کے بہتر لوگ نہیں جو عورتوں کو ایذا دیتے ہیں۔

اور صحیح حدیث میں بلی کی نسبت فرمایا: **انھا من الطوافین علیکم والطواف۔**

(جامع الترمذی کتاب الطہارة باب ماجاء فی سورة الھرة امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۴)

بیشک وہ ان نر و مادہ میں ہے جو بکثرت تم پر طواف کرنے والے ہیں۔

قسم دوم: طواف مقصود لذاتہٖ ہو اور غایت غیر تعظیم، صحیح بخاری شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے ہے میرے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ بہت قرض اور تھوڑے خرمے چھوڑ کر شہید ہوئے میں نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی ''حضور کو معلوم ہے کہ میرے باپ احد میں شہید ہوئے اور بہت قرض چھوڑ گئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ قرض خواہ حضور کو دیکھیں''، یعنی شاید حضور کے خیال سے اپنے مطالبہ میں کمی کر دیں، ارشاد فرمایا: ''جاؤ ہر قسم کے چھوہاروں کے الگ الگ ڈھیر لگاؤ'' پھر تشریف فرما ہوئے۔ قرض خواہوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا مجھ سے نہایت سخت تقاضے کرنے لگے کہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ کیا تھا یعنی ان کے خیال کے برعکس ہوا، حضور کے تشریف لے جانے سے قرض خواہ اپنا پلہ بھاری سمجھے کہ حضور ضرور ہمارا پورا حق دلا دینگے۔ جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے یہ حال ملاحظہ فرمایا ''**فطاف حول اعظمھا بیدرا ثلث مرات ثم جلس علیہ**'' حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سب میں بڑے ڈھیر کے گرد تین بار طواف فرمایا اور اس پر تشریف رکھی پھر ناپ کر انھیں دینا شروع فرمایا: ''**حتی ادی اللہ عن والدی امانتہ وسلم**

اللہ البیادر کلھا"۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قولہ تعالیٰ اذاھمت طائفتان منکم **الخ** ۲ /۵۸۰)

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کا سب قرض ادا کردیا اور سب ڈھیر سلامت بچ رہے۔

اسی قسم میں ہے عسس کا گرد شہر گشت کرنا ولہٰذا عسس کو عرب میں طائف کہتے ہیں

۔

مفردات راغب میں ہے:

منہ الطائف لمن یدور حول البیوت حافظا ۔

(المفردات فی غرائب القرآن باب الفا دمع الواو کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۱۴)

اس سے (یعنی لفظ طواف سے) لفظ "طائف" ماخوذ ہے۔ اور "طائف وہ ہے جو لوگوں کے گھروں کے آس پاس برائے حفاظت چکر لگاتا ہے۔ (ت)

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں مدینہ کا طواف فرمایا کرتے ، ابن عساکر تاریخ میں اسلم مولیٰ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ **طاف لیلۃ فاذا ھوا بامرأۃ فی جوف دارلھا وحولھا صبیان یبکون۔ الحدیث** ۔ یعنی امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ طیبہ کا طواف کررہے تھے دیکھا کہ ایک بی بی اپنے گھر میں بیٹھی ہیں اور ان کے بچے ان کے گرد رو رہے ہیں اور چولھے پر ایک دیگچی چڑھی ہے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ قریب گئے اور فرمایا اے اللہ کی لونڈی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے عرض کی: یہ بھوک سے روتے ہیں۔ فرمایا: تو اس دیگچی میں کیا ہے؟ میں نے ان کے بہلانے کو پانی بھر کر چڑھا دی ہے کہ وہ سمجھیں اس میں کچھ پک رہا ہے۔

اور انتظار میں سوجائیں۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ فوراً واپس آئے اور ایک بڑی بوری میں آٹا اور گھی اور چربی اور چھوہارے اور کپڑے اور روپے منہ تک بھرے پھر اپنے غلام اسلم سے فرمایا: یہ میری پیٹھ پر لاد دو۔ اسلم کہتے ہیں میں نے عرض کی: "یا امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میں اٹھا کر لے چلوں گا۔ فرمایا: اے اسلم! بلکہ میں اٹھاؤں گا کہ اس کا سوال تو آخرت میں مجھ سے ہونا ہے پھر اپنی پشت مبارک پر اٹھا کر ان بی بی کے گھر تک لے گئے پھر دیگچی میں آٹا اور چربی اور چھوہارے چڑھا کر اپنے دست مبارک سے پکاتے رہے پھر پکا کر انھیں کھلایا کہ سب کا پیٹ بھر گیا۔ پھر باہر صحن میں نکل کر ان بچوں کے سامنے ایسے بیٹھے جیسے جانور بیٹھتا ہے اور میں ہیبت کے سبب بات نہ کرسکا امیر المؤمنین یوں ہی بیٹھے رہے یہاں تک کہ بچے اس نئی نشست کو دیکھ کر امیر المومنین کے ساتھ کھیلنے اور ہنسنے لگے۔ اب امیر المومنین واپس تشریف لائے اور فرمایا: اسلم! تم نے جانا کہ میں ان کے ساتھ یوں کیوں بیٹھا، میں نے عرض کی: "نہ" فرمایا: میں نے انھیں روتے دیکھا تھا تو مجھے پسند نہ آیا کہ میں انھیں چھوڑ کر چلا جاؤں جب تک انھیں ہنسا نہ لوں جب وہ ہنس لئے تو میرا دل شاد ہوا۔ **واخرجہ ۔ ایضا الدینوری فی المجالسۃ واحمد بن ابراہیم بن شاذان البزار فی مشیختہ** (نیز دینوری نے المجالسۃ میں اور احمد بن ابراہیم بن شاذان البزار نے مشیختہ میں اس کی تخریج فرمائی۔ ت) امام محب الدین طبری ریاض النضرہ پھر شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں مناقب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ میں لکھتے ہیں:

انہ کان یطوف لیلۃ فی المدینۃ فمسع امراۃ تقول یعنی امیر المومنین رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ طیبہ میں طواف کررہے تھے کہ ایک بی بی کو یوں کہتے سنا **فذکر الحدیث** (پھر پوری حدیث ذکر فرمائی۔ ت)

قسم سوم: طواف وسیلہ مقصو ہو اور غرض وغایت تعظیم جیسے نوکر چاکر غلاموں کا اپنے مخدوم وآقا پر طواف اس کے کام خدمت کو اس کے گرد پھرنا۔

قال اللہ تعالیٰ طوافون علیکم بعضکم علی بعض۔

(القرآن الکریم ۲۴/ ۵۸)

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) تمھارے نوکر غلام تمھارے گرد بکثرت طواف کرنیوالے ہیں تین وقت ترک حجاب کے سوا ہر وقت اذن لینے میں انھیں حرج ہوگا۔
اور اہل جنت کے حق میں فرماتا ہے:

یطوف علیھم ولدان مخلدون۔ (القرآن الکریم ۵۶/ ۱۷)
ہمیشہ رہنے والے لڑکے ان کے گرد طواف کریں گے۔
اور فرماتا ہے:

یطاف علیھم بکاس من معین۔ (القرآن الکریم ۳۷/ ۴۵)
ان پر طواف کیا جائے گا پیالوں میں وہ پانی لے کر جو آنکھوں کے سامنے بہتا ہے،
اور فرماتا ہے:

یطاف علیھم بانیۃ من فضۃ واکواب۔ (القرآن الکریم ۷۶/ ۱۵)
چاندی کے برتن اور کوزے لے کر ان پر طواف کیا جائے گا۔
اس میں وہ صورت بھی آتی ہے کہ طواف غیر کعبہ کا ہوا اور غرض وغایت عبادت الٰہی، صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال سلیمان لاطوفن اللیلۃ علی تسعین امرأۃ وفی روایۃ بمائۃ امرأۃ کلھن تانی بفارس یجاھد فی سبیل اللہ فطاف علیھن

الحدیث۔

صحیح البخاری کتاب الجہاد ۱/ ۳۹۵ کتاب النکاح ۲/ ۷۸۸ و کتاب الایمان والنذور ۲/ ۹۸۲

صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاستثناء فی الیمین وغیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۹

سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا قسم ہے آج کی رات میں نوے اور ایک روایت میں سو عورتوں پر طواف کروں گا کہ ہر ایک سے ایک سوار پیدا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے۔ پھر انھوں نے ان کا طواف کیا۔
صحیح مسلم شریف میں انس رضی اللہ عنہ سے ہے:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یطوف علی النساء بغسل واحد۔

(صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز نوم الجنب الخ ۱/ ۱۴۴)
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی غسل سے اپنی ازواج مطہرات پر طواف فرماتے۔
اشباہ والنظائر و درمختار میں ہے:

لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد اٰدم الی الاٰن ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان۔

(درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۵)
ہمارے لئے کوئی عبادت ایسی نہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت سے اب تک مشروع رہی پھر ہمیشہ ہمیشہ جنت میں مشروع رہے گی مگر ایمان یعنی یاد خدا اور نکاح یعنی جماع زوجہ۔

قسم چھارم: طواف بھی مقصود لذاتہ ہو اور غرض وغایت بھی تعظیم یعنی نہ طواف کسی اور فعل کے لئے وسیلہ ہو نہ اس سے سوائے تعظیم کچھ مقصود بلکہ نفس طواف سے محض تعظیم مقصود ہو۔ اسی کا نام طواف تعظیمی ہے جیسے طواف کعبہ یا طواف صفا ومروہ ۔پھر اوضاع بدن کے عبادت میں مقرر کئے گئے ہیں تین نوع ہیں ۔

ایک وہ کہ تعظیم میں منحصر ہے۔

اور دوسرے وہ کہ وسیلۃً ومقصوداً دونوں طرح پائے جاتے ہیں اور ان کی غایت تعظیم میں منحصر نہیں مگر بحال قصد تعظیم نوع اول سے قریب ہیں جیسے رکوع تک انحنا کہ بلا تعظیم بھی ہوتا ہے۔ بلکہ بقصد توہین بھی جیسے کسی کے مارنے کیلئے اینٹ وغیرہ اٹھانے کو جھکنا، اور تعظیم کے لئے بھی ہوتا ہے۔

مگر نہ خود مقصود بلکہ وسیلہ جیسے علماء وصلحاء کی قدم بوسی وغیرہ خدمات کو جھکنا اور بذاتہٖ مقصود بھی ہوتا ہے جیسے سلام کرنے میں رکوع تک جھکنا۔

تیسرے وہ کہ نوع اول سے بعید ہیں جیسے قیام یا قعود یا رکوع سے کم جھکنا، ظاہر ہے کہ ان میں بھی نوع دوم کی طرح قصد وتوسل وغایت مختلفہ کی سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔

انواع ثلثہ میں حکم عام تو یہ ہے کہ اگر بہ نیت عبادت غیر ہے تو کچھ بھی ہو مطلقا شرک وکفر ہے۔ اور بے نیت عبادت ہرگز شرک وکفر نہیں اگر چہ سجدہ ہی ہو جب تک کہ وہ فعل بخصوصہ شعار کفر نہ ہوگیا ہو، جیسے بت یا آفتاب کو سجدہ۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ** (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ت) اور جب عبادت غیر کی نیت نہ ہو تو ان میں فرق احکام یہ ہے کہ نوع اول غیر خدا کے لئے مطلقاً ناجائز، اور نوع دوم اس وقت ممنوع ہے جبکہ مقصوداً اسی کو بہ نیت تعظیم بجالا یا جائے، اور نوع سوم مطلقاً جائز ہے اگر

چہ اس سے تعظیم مقصود ہو۔

اختیار شرح مختار وفتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں حاضری روضہ اقدس کی نسبت فرماتے ہیں: **یقف کما یقف فی الصلوٰۃ**۔

فتاویٰ ہندیہ کتاب الحج خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی ﷺ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵

حضور ﷺ کے روضہ انور میں نماز کی طرح کھڑا ہو۔

منسک متوسط ومسلک متقسط میں ہے:

(ثم توجه) ای بقلب والقالب مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف خاضعا خاشعا مع الذلة والانكسار والهيبة والافتقار واضغار يمينه على شماله ای تأباد حال اجلاله۔

(المسلک المتقسط فی المنسلک المتوسط مع ارشاد الساری دارالکتب العربی بیروت ص ۳۴۷)

یعنی پھر نہایت ادب کی رعایت کے ساتھ روضہ اقدس کی طرف دل اور بدن دونوں سے منہ کر کے چہرہ انور کے مقابل خضوع وخشوع وذلت وانکسار اور حضوری کی ہیبت اور حضور کی طرف محتاجی کے ساتھ سیدھا ہاتھ بائیں پر حضور ﷺ کے ادب وتعظیم کیلئے باندھے ہوئے کھڑا ہو۔

صحیح حدیث میں ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور کے سامنے ایسے بیٹھتے **کان علی رؤسھم الطیر** گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں یعنی بے حس وحرکت کہ پرندے لکڑی سمجھ کر سر پر آ بیٹھیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد باب فضل النفقة فی سبیل الله قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۹۸)

شفاء شریف میں ہے:

کان مالک اذا ذکر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یتغیر لونه ویخنی حتی یعصب ذٰلک علی جلسائه۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی عادة الصحابه المطبعة الشرکة الصحفیة ۲/۳۶)

سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے سامنے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک آتا ان کا رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے یہاں تک کہ حاضران مجلس کو ان کی وہ حالت دشوار گزرتی۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

الانحناء البالغ احدالرکوع لایفعل لاحد کالمسجود ولاباس بما نقص من حدالرکوع لمن یکرم من اهل الاسلام

(الحدیقه الندیه الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۴۷)

یعنی رکوع کی حد تک جھکنا کسی غیر خدا کے لئے نہ کیا جائے جیسے سجدہ اور دینی عزت والوں کے لئے رکوع سے کم جھکنے میں حرج نہیں۔

جب یہ امور سب معلوم ہو لئے تو منجملہ اوضاع تعظیمیہ کہ رب عزوجل نے اپنی عبادت کے لئے مقرر فرمائے دونوں قسم کا طواف بھی ہے مستقیم جیسے صفا ومروہ میں خواہ مستدیر جیسے گرد کعبہ دونوں عبادت ہیں اور دونوں کو قرآن عظیم میں طواف فرمایا تو ان میں فرق بے معنی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ طواف ان انواع ثلثہ میں سے کسی نوع میں ہے۔ ہر عاقل کے نزدیک بدیہیات سے ہے کہ وہ مثل سجود نوع اول سے نہیں ورنہ سجدہ غیر کی طرح مطلقاً حرام ہوتا حالانکہ اس کی تین قسم اول کا جواز و وقوع ہم قرآن

عظیم وحدیث کریم وخود فعل حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کر آئے نہ ہرگز وہ مثل قیام نوع سوم سے ہے ورنہ ہر شخص ومکان معظم کا طواف تعظیمی جائز ہوتا بلکہ وہ مثل رکوع نوع متوسط سے ہے اگر نفس طواف سے تعظیم مقصود ہو تو غیر خدا کے لئے ناجائز بلکہ غیر کعبہ وصفا ومروہ کا طواف اگرچہ خالصاً اللہ عزوجل ہی کی تعظیم کو کیا جائے، ممنوع وبدعت ہے کہ نفس طواف سے تعظیم امر تعبدی اور امر تعبدی میں قیاس تک جائز نہیں۔ نہ کہ احداث کہ تشریع جدید ہے۔

منسک متوسط میں ہے:

ولایمس عند الزیارة الجدار ولایلتصق به ولایطوف ولایقبل الارض فانه بدعة۔

(المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین ص ۳۴۲)

زیارت روضہ اقدس کے وقت دیواروں کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ ان سے چمٹے اور نہ ان کے آس پاس طواف کرے (یعنی چکر لگائے) اور نہ جھکے اور نہ زمین چومے، کیونکہ یہ کام بدعت ہیں۔ (ت)

مسلک متقسط میں ہے:

ولایطوف ای لایدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء و الاولیاء۔

(المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری باب زیارة سید المرسلین ص ۳۴۲)

اور متبرک مقام کا طواف نہ کرے یعنی اس کے گرداگرد نہ گھومے، اس لئے کہ طواف کرنا کعبہ معظّمہ کی خصوصیات سے ہے۔ لہٰذا انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی

قبروں کے آس پاس گھومنا (طواف کرنا) حرام ہے۔(ت)

اور اگر غرض و غایت تعظیم نہ ہو اگرچہ طواف مقصود لذاتہ ہو جیسے قسم دوم میں۔ یا طواف مقصود لذاتہ نہ ہو اگرچہ غرض تعظیم ہو جیسے قسم سوم میں، تو بلاشبہ جائز ہے۔ اور اگر دونوں سے خالی طواف ہو جیسے قسم اول میں تو بدرجہ اولیٰ۔ یہ بحمداللہ تحقیق ناصح ہے۔ جس سے حق متجاوز نہیں۔ وللہ الحمد طواف قبر بھی اس کلیہ سے باہر نہیں ہوسکتا اگر دونوں باتیں جمع ہیں یعنی طواف خود مقصود بالذات ہے اور اس سے تعظیم ہی مراد ہے تو بلاشبہہ حرام ہے۔ اور اگر طواف کسی اور فعل کا وسیلہ ہے مگر مکان مزار کے گرد قلعی کرنا یا فانوس کہ اس کے اطراف میں نصب ہیں ان کی روشنی کے لئے دورہ کرنا یا مساکین کہ گرد مزار بیٹھے ہیں ان پر کچھ تقسیم کے لئے پھیرا کرنا، یہ بلاشبہہ جائز ہے۔ یونہی اگر طواف مقصود بالذات ہو مگر اس سے غرض وغایت تعظیم مزار نہ ہو بلکہ مثلاً محض تبرک واستفادہ ہو تو اس کے منع پر بھی شرع سے کوئی دلیل نہیں۔ مزار انور حضور سید اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو ثابت ہے کہ روزانہ صبح کو ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور مزار اطہر کے گرد حلقہ باندھے صلوٰۃ وسلام عرض کرتے شام کو وہ بدل دیئے جاتے ہیں اور ستر ہزار اور آتے ہیں کہ صبح تک ماہ رسالت پر ہالہ ہو کر عرض صلوٰۃ وسلام کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است (ہر پھول کا ایک نیا رنگ اور جداگانہ خوشبو ہے۔ ت) محبوبان خدا کے مقام متفاوت ہوتے ہیں اور افاضہ برکات میں ان کے احوال مختلف اور مفیض و مستفیض میں کچھ نسبت خفیہ ہوتی ہے جو اسے معلوم نہیں کہ ان میں کس کے ساتھ حاصل ہے لہٰذا یہ دریوزہ گر محتاج روضہ اطہر کے گرد دورہ کرتا ہے اس امید پر کہ ان بندگان معصومین پر فردا فردا گزرے اور ان میں سے جس کسی کی نظر اس پر پڑ جائے اس کا کام بنادے، علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت

سیدی شیخ الشیوخ شہاب الملۃ والحق والدین سہروری قدسنا اللہ الکریم ایام منیٰ میں مسجد خیف شریف میں صفوں پر دورہ فرماتے، کسی نے وجہ پوچھی، فرمایا:

ان للہ عبادا اذا نظروا الی احدا کسبوہ سعادۃ الابد۔

اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ جب ان کی نگاہ کسی پر پڑ جاتی ہے اسے ہمیشہ کی سعادت عطا فرماتی ہے میں اس نگاہ کی تلاش میں دورہ کرتا ہوں۔

تو یہ تعرض نفحات رحمۃ اللہ ہوا جس کا خود حدیث میں حکم ہے۔ اولیائے کرام وارثان سرکار رسالت ہیں ممکن کہ ملائکہ انکے مزارات کے گرد بھی ہوں اور ایسے امور میں علم درکار نہیں۔ تعرض نفحات کی شان ہی یہ ہے کہ شاید وہ لعل پر ہو۔ معہذا مزارات اولیائے کرام ہر جانب سے ممر اقدام صلحائے عظام ہوتے ہیں، سیدنا عیسیٰ علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کی گئی کہ حضور ایک جگہ قیام کیوں نہیں فرماتے، شہروں شہروں جنگلوں جنگلوں دورے کیوں فرماتے ہیں؟ فرمایا: ''اس امید پر کہ کسی بندہ خدا کے نشان قدم پر قدم پڑ جائے تو میری نجات ہوجائے'' جب نبی اللہ ورسول اللہ کے خمسہ اولوالعزم میں ہیں **صلوات اللہ وسلامہ علیہ**، ان کا یہ ارشاد تواضع ہے تو ہم سخت محتاج ہیں علاوہ بریں یہاں ایک نکتہ دقیقہ اور ہے۔ **وما یلقھا الا ذو حظ عظیم**۔ القرآن الکریم ۴۱ / ۳۵

(اس کو بڑی قسمت اور مقدر والے ہی پا سکتے ہیں) شریعت مطہرہ نے انسان کے سر سے پاؤں تک جمیع جہات میں جدا جدا احکام رکھے ہیں، چہرہ پر جو احکام ہیں پاؤں پر نہیں۔ داہنے ہاتھ پر جو احکام ہیں پاؤں پر نہیں۔ **وعلی ہذا القیاس** اور احکام مختلفہ کے ثواب بھی مختلف رنگ کے ہیں۔ یونہی سر سے پاؤں تک جملہ جوارح میں معاصی جدا جدا ہیں۔ اور ہر معصیت ایک جدا رنگ کا مرض ہے۔ اور ہر مرض کا

علاج اس کی ضد سے ہے۔تو یہ مریض معاصی اس سراپا مجموعہ برکات کے گرد دورہ کرتا ہے کہ اس کے ہر عضو و ہر جہت کی رنگ برنگ برکات سے فیض کے اور اپنے ہر عضو و ہر جہت کا مرض دور کرے، امام مبرد کامل میں پھر امام علامہ عارف باللہ کمال الدین دمیری پھر سیدی علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں:

مماکفربه الفقهاء الحجاج انه رأى الناس يطفون حول حجرته ﷺ فقال انما يطوفون باعواد ورمة۔

یعنی حجاج نے مسلمانوں کو دیکھا کہ روضہ انور حضور سید عالم ﷺ کا طواف کر رہے ہیں اس طواف سے اس نے ایک نہایت ملعون لفظ کہا جس پر فقہاء کرام نے اس کی تکفیر کی۔وہ زمانہ بکثرت صحابہ کرام کی رونق افروزی کا تھا خصوصا مدینہ طیبہ میں تو یہ طواف کرنے والے حضرات اگر صحابہ کرام نہ تھے لا اقل تابعین تھے۔

بالجملہ اگر طواف مقصود بالذات نہیں جب تو جواز ظاہر ہے اور اگر مقصود بالذات ہے تو صرف فرق نیات ہے اگر بہ نیت تعظیم قبر ہے تو بلا شبہہ حرام ہے اور تبرک و استفاضہ وغیرہما نیات محمودہ سے ہے تو فی نفسہ اس میں حرج نہیں اور یہ ٹھہرالینا کہ اس مسلمان کی نیت طواف سے تعظیم قبر ہے قلب پر حکم ہے اور یہ غیب کا ادعا اور محض حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولاتقف مالیس لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد وکل اولئک کان عنه مسؤلا ۔

القرآن الکریم ۱۷/۳۶

وقال ﷺ افلا شفقت عن قلبه حتی تعلم۔

سنن ابی داؤد **کتاب الجهاد باب علی مایقال المشرکون** آفتاب عالم پریس لاہورا / ۳۵۵

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں یقینا کان، آنکھ اور دل ان سب سے پوچھا جائے گا۔اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کیا تو نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا کہ تجھے معلوم ہو جاتا۔(ت)

یہ بدگمانی ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔

قال اللّٰه تعالٰی یایها الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیر من الظن ان بعض الظن اثم۔ (القرآن الکریم ۴۹ / ۱۲)

وقال ﷺ ایاکم والظن فان الظن الکذب الحدیث۔

صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول عزوجل من بعد وصیة یوصی بها او دین

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں۔اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) بدگمانی سے بچو کیونکہ گمان کرنا سب سے جھوٹی بات ہے۔(ت)۔(فتاوی رضویہ جلد ۲۲ ص ۳۹۹)

اس تحقیق کے بعد کسی بات کی گنجائش نہیں کہ جسے بیان کیا جائے۔اللہ تعالٰی ہمیں حق بات کہنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔

اب لا مذہب معترض نے جو دوسرا اعتراض کیا تھا کہ قبروں پر جا کر بزرگوں سے مانگنا درست ہے تو جناب ذرا نواب صدیق بھوپالی کی کتاب تو پڑھ لو۔جن کو عرب میں تم سلفیوں کے مجدد ثابت کرتے ہو۔اور بحث میں نواب بھوپالی کو اپنا ماننے سے اعراض کرتے ہو۔عجب بات ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ قبور سے استمداد کا لکھیں تو وہ اہل سنت سے خارج اور نواب صدیق حسن بھوپالی قبور سے استمداد کا لکھیں تو

سلفیوں کے مجدد۔

نواب صدیق حسن بھوپالی کا قبر سے تبرک حاصل کرنے کا بیان:

غیر مقلد نواب صدیق بھوپالی اپنے والد ابو احمد حسن بن علی الحسینی البخاری القنوجی کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

لا یزال یری النور علی قبرہ الشریف و الناس یتبرکون بہ۔

(التاج **المکلل**۴ ۵۳ **مکتبہ** دار السلام)

یعنی آپ کی قبر پر ہمیشہ نور رہتا ہے اور لوگ آپ کی قبر سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔

اب اس لا مذہب معترض پر فرض ہے کہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی پر بھی مشرک ہونے کا اقرار کرے اور بغلیں بجانا ترک کرے۔

جب نواب صاحب کی قبر سے لوگ تبرک حاصل کر سکتے ہیں تو پھر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے تبرک حاصل کرنے میں کیا شے مانع ہے؟ ظاہر ہے کہ مسلکی تعصب کے سواء کچھ بھی نہیں۔ اب اس حوالے کے بعد لا مذہب اس کا یہ جواب دے کر اپنی جان چھڑائیں گے کہ ہم پر نواب صدیق حسن خان بھوپالی حجت نہیں ہے اس بارے میں جواب عرض یہ ہے کہ یہ بات نواب بھوپالی کی آپ پر حجت ہونے یا نہ ہونے کی نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اگر نواب بھوپالی اپنے والد کی قبر سے تبرک لینے کے باوجود ایک سلفی اور موحد رہتے ہیں تو پھر اہل سنت و جماعت یہ ہی عمل کر کے بدعتی اور مشرک کیسے بن جاتے ہیں اصول تو سب کے لئے یکساں ہوتا ہے عجب مذاق ہے نواب بھوپالی کے لئے الگ پیمانہ اور اہل سنت و جماعت پر اعتراض کرنے کا الگ پیمانہ۔ اللہ ہمیں مسلکی تعصب سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

کرشن کنہیا ایک وقت میں کئی سو جگہ کا تحقیقی جائزہ

از قلم

فیصل خان

کرشن کنہیا ایک وقت میں کئی سو جگہ

غیر مقلد زبیر علی زئی کے ایک چیلے نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اعتراض کیا ہے۔

کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔

(ملفوظات۔حصہ اول:ص ۱۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ بریلویوں کے نزدیک کرشن کنہیا بھی ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا اور ان حضرات کے نزدیک انبیاءواولیاء میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے کہ ایک وقت میں ہزاروں جگہ موجود ہو جائیں۔

الجواب بعون الوہاب:

قارئین کرام پہلے ملفوظ ملاحظہ کریں پھر لامذہب کا عیاری والا اعتراض دیکھیں۔

عرض: حضور! اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں۔

ارشاد: اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں۔

عرض مؤلف: حضور! اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ عالم مثال سے اجسام مثالیہ اولیاء کے تابع ہو جاتے ہیں اس لئے ایک وقت میں متعدد جگہ ایک ہی صاحب نظر آتے ہیں اگر یہ ہے تو اس پر شبہ ہوتا ہے کہ مثل تو شیئ کا غیر ہوتا ہے، امثال کا وجود شئی کا وجود نہیں تو ان اجسام کا وجود اس جسم کا وجود نہ ٹھہرے گا۔

ارشاد: امثال اگر ہوں گے تو جسم کے ان کی روح پاک ان تمام اجسام سے متعلق ہو کر تصرف فرمائے گی تو از روئے روح وحقیقت وہی ایک ذات ہر جگہ موجود ہے، یہ بھی فہم ظاہر میں۔ ورنہ سبع سنابل شریف میں حضرت سیدی فتح محمد قدس سرہٗ الشریف کا وقت واحد میں دس مجلسوں میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا اور یہ کہ اس پر کسی نے عرض کی حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرما لیا ہے یہ کیونکر ہو سکے گا؟ شیخ نے فرمایا کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا فتح محمد اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو کیا تعجب ہے۔ یہ ذکر کر کے فرمایا کیا یہ گمان کرتے ہو کہ شیخ ایک جگہ موجود تھے باقی جگہ مثالیں، حاشا بلکہ شیخ بذات خود ہر جگہ موجود تھے۔ اسرار باطن فہم ظاہر سے وراہیں خوض وفکر بے جا ہے۔ (سبع سنابل ص ۴۳ ۴۲ ۳ چھٹا سنبلہ)

تحقیق انیق:

راقم نے ابتدا میں یہ بات عرض کی تھی کہ ملفوظ کسی خاص وقت میں خاص احباب

کے لئے تھے اور اکثر اختصار کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا تھا۔ اس اختصار والی عبارت کو علماء کے لیے سمجھنا دشوار نہ تھا مگر اسی اختصار کی وجہ سے اکثر عوام پورا مسئلہ سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں اور شکوک وشبہات کی وادی میں گھومتے رہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی وضاحت مکمل طور پر اپنے فتویٰ میں کر دی ہے۔ اور تفصیل سے کرشن کنہیا کے متعلق لکھا ہے۔ لہٰذا فتویٰ ملاحظہ کریں:

مسئلہ ۲۹۲: از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم مرسلہ مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

قبلہ کونین وکعبہ دارین دامت فیوضہم بعد تسلیمات فدویانہ التماس این کہ کتاب ارشاد رحمانی تصنیف مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ جن کے بابت ان کے ایک پیر بھائی نے مجھ سے کہا کہ وہ اب سابق افعال وکوشش متعلق ندوہ سے تائب ہو گئے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ حالات مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا کہ بخاری شریف کے سبق میں حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر احمد میاں نے کہا کہ کرشن کے سولہ ہزار گوپیاں تھیں، اسی پر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور مصنف نے ان کے بعد لکھا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی مردے کے کفر پر تاوقتیکہ ثبوت شرعی نہ ہو حکم نہ لگانا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

لکل قوم ھاد ۲ ؎ القرآن الکریم ۱۳ / ۷ (ہر قوم کے لئے ہادی ہے۔ ت)

اس تقدیر پر ہوسکتا ہے کہ رام چندر اور کرشن ولی یا نبی ہوں لہٰذا فدوی مکلف خدمت فیض درجت ہے کہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مکتوب وغیرہ میں یہ لکھا ہے اور حضور نے ملاحظہ فرمایا ہے، قول مذکور رام چندر و کرشن مرزا

صاحب نے کسی شخص کے خواب کی تعبیر میں فرمایا ہے، یہ بھی اس کتاب میں مرقوم ہے فقط۔

الجواب: مولوی محمد علی صاحب نہ خیالات سابقہ سے تائب ہوئے نہ اس حکایت کی کچھ اصل جو مولانا فضل الرحمن کی طرف منسوب ہوئی، نہ یہ بات جناب مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے، اس میں ہندوؤں کے دین کو محض بر بنائے ظن وتخمین دین سماوی گمان کرنے کی ضرور کوشش فرمائی ہے بلکہ معارف ومکاشفات وعلوم عقلی ونقلی میں ان کا ید طولیٰ مانا ہے، بلکہ ان کی بت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیہ کرام کے تصور برزخ کے مثل مانا ہے اور **بحکم لکل امۃ رسول** (ہر امت کے لئے رسول ہے۔ت) ہندوستان میں بھی بعثت انبیاء ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبہ کمال وتکمیل رکھنا لکھا ہے، مگر رام یا کرشن کا نام نہیں بایں ہمہ فرمایا ہی:

درشان آنہا سکوت اولیٰ ست نہ ما را جزم بکفرو
ہلاک اتباع آنہا لازم ست ونہ یقین بہ نجات آنہا
برما واجب ومادہ حسن ظن متحقق ست

(مکتوبات مرزا مظہر از کلمات طیبات مکتوب ۱۴ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷)

ان کے بارے میں سکوت اولیٰ ہے ہم پر ان کے کفر اور ان کے اتباع کا ہلاک ہونا ماننا لازم نہیں اور نہ ان کی نجات پر یقین لازم ہے البتہ حسن ظن متحقق ہے۔ (ت)

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے، ان فقرات کا حال قبل اظہار خود آشکار، اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے اور اگر ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جاسکتا ہے تو

ان سے بدرجہا اقدم و اعلم حضرت زبدۃ العارفین سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں کہ بارگاہ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہوچکی، ص ۱۷۰ میں فرماتے ہیں:

مخدوم شیخ ابو الفتح جون پوری مراد رماہ ربیع الاول
بجہت عرس رسول علیہ السلام از دہ جا استدعا آمد کہ بعد از
نماز پیشیں حاضر شوند ہر وہ استدعا قبول کردند حاضر
ان پرسیہ ندائے مخدوم ہر دہ استدعا قبول فرمودید ہر
جا بعد از نماز پیشیں حاضر باید شد چگونہ میسر
خواہد آمد، فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر
می شد اگر ابو الفتح وہ جا حاضر شود چہ عجب۔

(سبع سنابل حکایت مخدوم شیخ ابو الفتح جونپور مکتبہ قادریہ لاہور ص ۱۷۰)

مخدوم شیخ ابو الفتح جون پوری کو ماہ ربیع الاول میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک میں دس مقامات سے دعوت شرکت دی گئی کہ نماز ظہر کے بعد تشریف لائیں، آپ نے تمام کی استدعا قبول کرلی، حاضرین نے آپ سے پوچھا اے مخدوم ما! آپ نے ہر جگہ نماز ظہر کے بعد دعوت قبول فرمالی ہے تو ہر جگہ بعد از نماز ظہر جانا کیسے ہوگا؟ فرمایا: کشن جو کافر تھا وہ کئی سو جگہ حاضر ہوسکتا ہے اگر ابو الفتح دس جگہ حاضر ہوگا تو کیا عجب! (ت)

بات یہ ہے کہ نبوت و رسالت میں اوہام و تخمین کو دخل حاصل نہیں **اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسلتہ** (اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھنا ہے۔ت) اللہ و رسول نے جن کو تفصیلاً نبی بتایا ہم ان پر تفصیلا ایمان لائے، اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالا **لکل امۃ رسول** (ہر امت کیلئے رسول ہے۔ت) اسے مستلزم نہیں کہ ہر

رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو، کاہے کے لئے ٹٹولنا اور کاہے کے لئے شاید، **امنا باللّٰہ و رسلہ** (ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ت) ہزاروں امتوں کا ہمیں نام ومقام تک معلوم نہیں **وقرونا بین ذٰلک کثیرا** (اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں ہیں۔ت) قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام و کرشن کا ذکر تک نہیں۔ ان کے نفس وجود پر سوائے تواتر ہنود ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقع میں کچھ اشخاص تھے بھی یا محض انیاب اغوال و رجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی نا ثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق و فجور ولہو ولعب ثابت، پھر کیا معنی کہ وجود کے لئے تواتر ہنود مقبول اور احوال کیلئے مردود مانا جائے اور انھیں کامل و مکمل بلکہ ظنا معاذ اللہ انبیاء و رسل جانا مانا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۶۵۶، ۶۵۸)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ کے بعد کسی قسم کا اعتراض لغو ور مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب اہل سنت سے بچائے۔

غیر مقلد کی کرامت اور جگہ جگہ نظر آنا

لا مذہب معترض کے سامنے ان ہی کے اکابر مولانا عبد المجید سوہدری کی ایک کتاب ''کرامات اہلحدیث'' سے مولانا محمد عثمان دلاوری کی کرامت کے باب میں ان کے تایا مولانا محمد صالح دلاوری کی ایک کرامت پیش خدمت ہے:

''آپ کے تایا جان مولانا محمد صالح دلاوری رات کو مسجد میں یاد الٰہی کر رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آگیا وہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ کا جسم اسے مسجد میں جگہ جگہ نظر آیا اور وہ ذکر الٰہی میں مصروف تھا۔ مولانا محمد صالح (م: ۱۲۰۲) نے فرمایا: دیکھو

جوتم نے مشاہدہ کیااس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ چنانچہ اس نے زندگی میں تو اس کا ذکر نہ کیا۔ البتہ آپ کی وفات کے بعد دو ایک سے ذکر کر دیا''۔ (کرامات اہلحدیث ص ۲۰۷)

نوٹ:اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کو مدون کرنے والے غیر مقلد محمد ادریس فاروقی صاحب کرامات اہلحدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد سلیمان (روڑی) تک حضرت مولا ناعبدالمجید سوہدری کی یکجا کی ہوئی کرامات ہیں اس کے بعد حضرت مولا ناعبدالمنان محدث وزیر آبادی سے آخر تک بندہ کی جمع کی ہوئی کرامات ہیں۔ الحمدللہ ان کرامات میں کوئی کرامت وضعی، جھوٹی اور خود ساختہ نہیں ہے۔'' (کرامات اہلحدیث ص ۵۹۔ ۶۰)

جی جناب اگر فتوے لگانے ہیں تو پھر لگاؤ فتوے اپنے مولوی محمد ادریس فاروقی پر ۔اپنے مولویوں پر آخر سکوت کیوں؟ اور مسلک اہل سنت پر اعتراض برائے اعتراض کیوں؟

''شمالی ہوا''

پر اعتراض کا تحقیقی جائزہ

''شمالی ہوا'' پر اعتراض

انجینئر محمد علی مرزا جہلمی صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں علماء کا نظریہ جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کر دیں یہ غزوۂ احزاب کا واقعہ ہے ۔رب عزوجل نے مدد فرمانی چاہی اپنے حبیب کی ،شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کر دے، اس نے کہا بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بانجھ کر دیا اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا پھر صبا سے فرمایا تو اس نے عرض کیا ہم

نے سنا اور اطاعت کی ،وہ گئی اور کفار کو برباد کرنا شروع کیا۔(بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب ملفوظات حصہ چہارم ص ۷۷ ۳ بک کارنر جہلم)

وحی کا نظریہ: **انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون ، سورہ یس** آیت ۸۲

ترجمہ: اس اللہ کا حکم تو ایسا نافذ ہے کہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اتنا فرما دینا کافی ہے کہ ہوجا تو وہ اسی وقت ہوجاتی ہے۔(اندھا دھند پیروی کا انجام ص ارقم ۲)

اس مسئلہ پر غیر مقلد کے ایک دوسرے نام نہاد محقق زبیر علی زئی نے بھی اعتراض کیا ہے۔ اپنے رسالہ میں لکھتا ہے کہ ’’احمد رضا خان بریلوی کا یہ دعویٰ ہے کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانا‘‘(الحدیث شمارہ نمبر ۸۶ ص ۳۰،۳۲)

الجواب بعون الوھاب

مرزا صاحب کا یہ اعتراض بغضِ اہل سنت میں اپنے غیر مقلدین اکابرین کی تقلید کا ثبوت ہے۔ کیونکہ یہ بات تو متعدد روایات سے ثابت ہے جس کو محدثین کرام نے اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے ایک عجیب نکتہ بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ احزاب والی رات میں بادِ صبا نے بادِ شمال سے کہا آؤ ہم دونوں رسولِ خدا کی مدد کریں، بادِ شمال نے جواب میں باد صبا سے کہا: **ان الحرۃ باللیل ،حرۃ** یعنی اصیل و آزاد عورت رات کو نہیں چلا کرتی۔ باد صبا نے کہا حق تعالیٰ تجھ پر غضب کرے۔ اور اسے عقیم یعنی بانجھ بنا دیا تو جس ہوا نے اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی وہ باد

صبا تھی۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری مدد بادِ صبا سے کی گئی اور قوم عاد دبور یعنی بادِ شمال سے ہلاک کی گئی۔ (مدارج النبوۃ ۳۰۱/۲)

امام زرقانی المالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

روی ابن مردویہ والبزار وغیرھما برجال الصحیح ، عن ابن عباس قال لما کانت لیلۃ الاحزاب قال الصبا للشمال :اذھبی بنا ننصر رسول اللہ ﷺ فقالت : ان الحرائر لا تھب باللیل ، فغضب اللہ علیھا فجعلھا عقیما۔ وارسل الصبا ، فأطفأت نیرانھم وقطعت اطنابھم فقال ﷺ ’’نصرت بالصبا واھلکت عاد بالدبور‘‘

(شرح زرقانی علی المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ ۳/ ۵۵)

اس روایت کو مفسرین کرام نے اپنی اپنی تفاسیر میں ذکر کیا ہے۔

مفسر طبری نے اس روایت کو اپنی تفسیر میں سنداً نقل کیا ہے۔

حدثنا محمد بن المثنی قال ثنا عبد الاعلی قال ثنا داؤد عن عکرمۃ قال قالت الجنوب للشمال لیلۃ الاحزاب انطلقی ننصر رسول اللہ

ﷺ فقال الشمال ان الحرة لا تسری باللیل

قال فکانت الریح التی ارسلت علیهم الصبا

(تفسیر طبری ۲۵/۱۹)

☆ تفسیر خازن ۴۱۱/۳

☆ اللباب فی علوم الکتاب ۵۱۰/۱۵

☆ السراج المنیر ۲۲۳/۳

☆ تفسیر القرآن العظیم ۳۴۴/۵

☆ معالم التنزیل فی التفسیر القرآن ۳۲۱/۶

☆ الکشف البیان عن تفسیر القرآن ۱۱/۸

☆ تفسیر القرطبی ۱۴۳/۱۴

☆ الهدایه الی بلوغ النهایه فی علم معانی القرآن وتفسیره ۵۷۹۱/۹

محدثین کرام نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

امام الدینوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حدثنا احمد نا زید بن اسماعیل نا ابی عن بشر بن المفضل عن داؤد بن ابی هند عن عکرمة قال لما کانت لیلة الاحزاب قالت الجنوب للشمال : انطلقی بنا نمد رسول اللہ ﷺ

فقالت الشمال ان الحرة لا تسری باللیل فکانت الریح التی ارسلت علیهم الصبا

(المجالسة وجواهر العلم ۵۲۵/۳ سندہ ضعیف)

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وعن ابن عباس قال اتت الصبا الشمال لیلة الاحزاب فقالت مری حتی ننصر رسول اللہ ﷺ فقالت الشمال : ان الحرة لا تسری باللیل فکانت الریح التی نصر بها رسول اللہ ﷺ الصبا رواه البزار ورجاله رجال الصحیح

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۱۳۹/۹)

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

حدثنا عبد اللہ بن سعید ثنا حفص بن غیاث عن داؤد عن عکرمة عن ابن عباس قال اتت الصبا الشمال لیلة الاحزاب فقالت مری حتی ننصر رسول اللہ ﷺ فقالت الشمال : ان الحرة لا تسری باللیل وکانت الریح التی نصر بها رسول اللہ ﷺ الصبا ۔قال البزار رواه جماعة

عن داؤد عن عکرمۃ مرسلا ولا نعلم احدا وصلہ الا حفص ورجل من اھل البصرۃ وکان ثقۃ یقال لہ خلف بن عمرو

(کشف الاستار عن زوائد البزار ۲/۳۳۶)

امام ابو الشیخ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد الرحمن بن ابی حاتم و عمر بن عبد اللہ و ابن الجارود قالوا : حدثنا ابو سعید الاشج حدثنا حفص عن داؤد ابی ھند عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال:" اتت الصبا الشمال فقالت مری حتی ننصر رسول اللہ ﷺ فقالت الشمال ان الحرۃ لاتسری فکانت الریح التی نصر بھا رسول اللہ ﷺ الصبا

(العظمۃ ۱۳۴۶/۴)

محدث بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد اللہ بن سعید قال حدثنا حفص بن غیاث عن داؤد عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی

اللہ عنہما قال اتت الصبا الشمال فقالت مری حتی ننصر رسول اللہ ﷺ فقالت الشمال ان الحرۃ لا تسری باللیل فکانت الریح التی نصر بھا رسول اللہ ﷺ الصبا

(مسند البزار المشھور باسم البحر الزخار ۳۹/۱۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حدثنا عبد اللہ سعید ثنا حفص بن غیاث عن داؤد عن عکرمۃ عن ابن عباس قال اتت الصبا الشمال لیلۃ الاحزاب فقالت مری حتی ننصر رسول اللہ ﷺ فقالت الشمال ان الحرۃ لاتسری باللیل فکانت الریح التی نصر بھا رسول اللہ ﷺ الصبا قال رواہ جماعۃ عن داؤد عن عکرمۃ مرسلا ولا نعلم احدا وصلہ الا حفص ورجل من اھل البصرۃ وکان ثقۃ یقال لہ خلف بن عمرو وھذا صحیح

(مجمع الزوائد مسند البزار ۳۷/۲)

ان مذکورہ بالا مفسرین ومحدثین کرام نے یہ روایت اگر اپنی کتب میں درج کی اور روایتاً لکھی تو اعتراض اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پر کیوں اور کیسا؟ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب اور ان کی ہمنوا جماعت غیر مقلدین کا یہ اعتراض لغو اور باطل ہے۔

”غوث کے بغیر زمین و آسمان“

کا تحقیقی جائزہ

از قلم

فیصل خان

غوث کے بغیر زمین و آسمان کا تحقیقی جائزہ

ایک لامذہب جو اپنے آپ کو ہر مسلک سے پاک بتاتا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کی لاحاصل کوشش کرتا ہے مگر اصل میں غیر مقلد زبیر علی زئی کا معتقد ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی جہالت کا کچھ یوں اظہار کرتا ہے

:

لامذہب صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علماء کا نظریہ:

غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے۔

ارشاد: بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

(بریلوی: مولانا احمد یار خان صاحب ملفوظات صفحہ ۱۰۶ بک کارنر جہلم)

وحی کا فیصلہ:

اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَھُما مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا۔

ترجمہ: بےشک اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو پھر اللہ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں کہ ان کو تھام سکے بیشک وہ برداشت کرنے والا معاف کرنے والا ہے۔(سورۃ الفاطر آیت نمبر ۴۱)

الجواب بعون الوھاب:

عرض یہ ہے کہ ہم اس آیت کو دل وجان سے قبول کرتے اور مانتے ہیں اور اس کے مضمون میں کسی کو رتی بھر شک نہیں مگر اختلاف یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس دنیا اور آسمان کا نظم وضبط کسی سبب کے تحت کیا ہے یا بغیر سبب کے؟ اور کیا یہ آیت عام ہے یا اس میں کسی ذات اور شخصیت کی تخصیص بھی ہے کہ نہیں؟

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۔

ترجمہ: قسم ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبار دنیا ان کی تدبیر سے ہے۔

(سورۃ النزعات آیت ۵)

اس آیت کے تحت مفسر صاحب کتاب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ **مدبرات امرا** ملائکہ ہیں کہ ان کاموں پر مقرر ہیں جن کی کاروائی انہیں اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۴۲)

مزید یہ کہ اگر اس دنیا اور عالم میں ہر کام بغیر سبب ہو رہا ہے تو قرآن اور سنت ایسے تمام عقائد کا رد کرتا ہے۔خود آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدرت کاملہ کا اندازہ لگانا مشکل ہے حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر الشمس فتاخرت ساعۃ النھار۔

یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج کو حکم دیا کہ کچھ دیر نہ چلے تو سورج یکدم ٹھہر گیا۔

(معجم الاوسط ج ۴ ص ۴۰۲، علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد ۸ ص ۲۹۷ پر اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے)

یاد رہے کہ یہ واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج کے لوٹنے کے علاوہ اور جدا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا مطلب واضح ہے کہ قیامت تک غوث (اولیاء کاملین کا ایک منصب) رہیں گے انہی کے وجود مسعود کی برکت سے زمین وآسمان قائم ہیں بوقت قیامت ان کا وصال ہو جائے گا۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان تو عین حدیث سے ثابت ہے اگر اعتراض کرنا ہے تو پھر محدثین پر کریں جنہوں نے ایسی روایات نقل کیں حیرت کی بات ہے کہ احادیث محدثین نقل کریں اور اعتراض اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر کیا جائے؟ دراصل لامذہب صاحب جیسے لوگ محدثین پر اعتراض کرنے کی ہمت تو نہیں رکھتے مگر اپنے جھوٹے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی پر اعتراض کے سوا ان کے پلے کچھ بھی نہیں۔

مرزا صاحب اگر ہمت ہے تو درج ذیل احادیث ملاحظہ کریں اور پھر محدثین پر بھی اعتراض کر کے اپنے دعویٰ کو ثابت کریں۔

حدثنا ابو المغیرۃ،حدثنا صفوان حدثنی شریح یعنی ابن عبید قال ذکر اهل الشام عند علی بن ابی طالب وهو بالعراق فقالو:العنهم یا امیر المومنین قال :لا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:''الابدال یکون بالشام وهم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ مکانه رجلایسقی بهم الغیث وینتصر بهم علی الاعداء ویصرف عن اهل الشام بهم العذاب''۔

(مسند امام احمد ج ا ص ۱۱۲ رقم ۸۹۶ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۶۲ الضیاء المختارہ ج ۲ ص ۱۱۰ رقم ۴۸۴)

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ:"ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں جب ایک مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے انہی کے سبب مینہ دیا جاتا ہے انہی سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے انہی کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔

اس کا ایک قوی متابع خود الضیاء المختارہ رقم ۴۸۶ پر بھی موجود ہے:

اخبرنا ابو الحسن المویدبن محمد بن علی المقوی الطوسی قراء ة علیه ونحن نسمع بنیسابور ان ابا الفتوح عبد الوهاب بن شاه بن احمد الشاذ یا خی اخبرهم قراء ة علیه انا الشیخ احمد بن محمد بن مکرم انا السید ابو

الحسین بن داؤد انا ابو حامد بن الشرقی ثنامحمد بن یحی الذهلی ثنایعقوب بن ابراهیم بن سعد ثنا ابی عن صالح بن کیسان عن ابن شهاب حدثنی صفوان بن عبد اللہ بن صفوان ان علیا قام صفین واهل العراق یسبون اهل الشام فقال یا اهل لا تسبوااهل الشام جما غفیرا فان فیهم رجالا کارهین لماترون وانه بالشام یوکن الابدال۔ (اسناد صحیح)

حدیث: نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ

الابدال فی امتی ثلٰثون بهم تقوم الارض وبهم تمطرون وبهم تنصرون۔

ابدال میری امت میں تیس ہیں انہی سے زمین قائم ہے انہی کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے انہی کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

(مجمع الزوائدباب ما جاء فی الابدال الخ دار الکتب بیروت ۱۰/ ۶۳ الجامع الصغیر بحواله الطبرانی عن عبادة بن الصامت حدیث ۳۰۳۳دارالکتب العلمیةبیروت ۱/ ۱۸۲)

(امام مناوی نے فیض القدیر میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

حدیث:

حدثنا سلیمان بن احمد،ثنا احمد بن داؤد المکی ثنا ثابت بن عیاش الاحدب ثنا ابورجاء الکلیبی ثنا الاعمش عن زید بن

وھب عن ابن مسعود ،قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ''لا یزال اربعون رجلا من امتی قلوبھم علی قلب ابراھیم یدفع اللّٰہ بھم عن اھل الارض،یقال لھم الابدال''۔

(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم الاصبھانی رقم الحدیث:۱۷۳۳المعجم الکبیرج ۱۰ص ۱۸۱رقم الحدیث ۱۰۳۹۰دار الکتاب العربی بیروت ۲۰۱۳/۴)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''چالیس مرد قیامت تک ہوا کریں گے جن سے اللہ تعالیٰ زمین کی حفاظت لے گا جب ان میں سے ایک انتقال کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم کرے گا اور وہ ساری زمین میں ہیں۔

اس روایت کو بھی محدثین کرام نے حسن قرار دیا ہے ان روایات کے علاوہ بہت ساری اسانید صحیح ہو یا حسن موجود ہیں جس سے ابدال یا اللہ کے ولی کے وجود مسعود کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین والوں پر بارش اور رزق کی فراوانی کرتا ہے اگر معترض صاحب میں دم خم ہے تو اس پر اعتراضات کریں ان شاء اللہ ان کو وہ جواب دیا جائے گا کہ ان کو آئندہ ایسی حرکت سے توبہ کرنی پڑے گی کیونکہ ان کا اسماء الرجال کے فن پر تمام تر انحصار غالی غیر مقلد زبیر علی زئی پر ہے اور ہمیں ان کے تمام اعتراضات معلوم ہیں کیونکہ اس تحریر کی گنجائش نہیں ہے وگرنہ ابدال کی حیثیت پر مستقلاً ایک کتاب لکھنی پڑے گی لہٰذا لا مذہب صاحب راویوں پر اعتراض کرنے سے پہلے تمام اقوال کو دوبارہ سے پڑھ لیں مزید یہ کہ ابدال اور اللہ کے نیک لوگوں کے ذریعے رزق اور

بارش روایات کا مفہوم تو متواتر احادیث سے منقول ہے۔

شاید معترض صاحب علم حدیث سے نابلد ہیں(کیونکہ ابدال کے علاوہ جمع کثیر ایسی روایات کی ہیں) جن میں یہ صراحت موجود ہے کہ ضعیف لوگوں کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ کی مدد اور رزق ملتا ہے۔

حدیث:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **ھل تنصرون و ترزقون الا بضعفاءکم** یعنی کیا تمہیں مدد اور رزق اپنے ضعیفوں کے علاوہ کسی اور سے ملتا ہے؟ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۰۵ کتاب الجھاد)

جناب معترض صاحب! جب اللہ کی ضعیف مخلوق کی بدولت اور وسیلے سے اللہ کی مخلوق کو رزق اور مدد ملتی ہے تو پھر تو اللہ کے اولیاء کے توسل اور واسطے سے کیا کچھ نہیں ملتا ہوگا مرزا صاحب جن ہستیوں کے توسل سے کھاتے ہیں انہی کا انکار بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسی ناشکری سے بچائے۔

☆حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ محدث محاملی بغداد (م ۳۳۰ھ) کے حالات میں لکھتے ہیں:

''محمد بن الحسین نے جو اس عہد کے بزرگ شخص ہیں یہ بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ حق تعالیٰ اہل بغداد پر سے بطفیل و ببرکت محاملی رحمۃ اللہ علیہ بلا دفع کرتا ہے''۔

(بستان المحدثین (اردو) صفحہ نمبر ۱۲۲ مطبوعہ کراچی)

☆حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

''لا تقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ''۔

(صحیح ابن حبان ۶۸۴۹، مستخرج ابی عوان ۲۹۴ مسند امام احمدبن حنبل ۱۲۰۴۳، صحیح مسلم ۱۴۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ زمین میں اللہ اللہ نہ کہا جاوے گا''۔

☆حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''ان بقاء العالم ببرکۃ العلماء العاملین والعباد الصالحین وعموم المؤمنین۔۔۔الخ''۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص نمبر ۲۲۳ جلد ۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ عامل علماء و صالح بندوں اور عام مومنوں کی برکت سے جہاں باقی ہے۔عرض یہ ہے کہ یہ یاد رہے کہ حدیث میں زمین کے قائم رہنے کو اللہ اللہ کہنے سے مشروط کیا ہے اور اللہ اللہ کا ورد ایک نیک شخص یا ولی ہی کرتا ہے اور جب نیک بندے کے اللہ اللہ کہنے کی وجہ سے زمین قائم ہے تو پھر ابدال اور اولیاء کے وجود کی وجہ سے زمین اور آسمان کے قائم رہنے کا قول کیسے غلط ہوسکتا ہے امید ہے کہ مرزا صاحب اپنی اس جہالت سے رجوع کر کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سرخرو ہوسکتے ہیں۔

مزید یہ ہے کہ غوث اعظم محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ سے جو قول صادر ہے اگر ہمت ہے تو محدثین کرام اور علماء کرام سے اس پر فتویٰ ثابت کریں جو بات محدثین کرام کو غیر شرعی نظر نہ آئی آج کل کے ایک لامذہب کو یہ اعتراض نظر آتا ہے۔

جناب والا! ابن تیمیہ اور ابن قیم جیسے وہابیوں کے اکابرین میں یہ ہمت نہ ہوسکی کہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کچھ بے ادبی کرسکیں خود ابن تیمیہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کی شرح کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہے۔ابن تیمیہ جیسا اولیوں کا مخالف بھی غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے بیعت ہے۔

کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں خود غوث اعظم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ:

''اخبرنا ابو محمد عبد السلام بن ابی عبد اللہ محمد بن عبد السلام بن ابراھیم بن عبد السلام البصری الاصل البغدادی المؤلد والدار بالقاھرۃ سنۃ احدی وسبعین وستمائۃ قال اخبرنا الشیخ ابو الحسن علی بن سلیمان البغدادی الخباز ببغداد سنۃ ثلث وثلثین وستمائۃ قال اخبرنا الشیخان الشیخ ابو حفص عمر الکمیماتی ببغداد و سنۃ احدی وتسعین وخمسمائۃ قالا کان شیخنا الشیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ یمشی فی الھواء علی رؤوس الاشھاد فی مجلسہ ویقول ما تطلع الشمس حتی تسلم علی وتجئی السنۃ الی وتسلم علی وتخبرنی ما یجری فیھا ویجئ الشھر ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیہ ویجی الاسبوع ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیہ ویجی الیوم ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیہ وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ انا غائص فی بحار علم اللہ ومشاھدتہ انا حجۃ اللہ علیکم جمیعکم انا نائب